

# الشمس والقمر بحسبان

فتية آية مولانا عبد الرحمن كيلاني

تيسر احرام فلكي

مكة المكرمة





عقیدہ لائبریری

www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے۔

[www.aqeedeh.com/ur/](http://www.aqeedeh.com/ur/)

**E-mail: [book@aqeedeh.com](mailto:book@aqeedeh.com)**

**بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:**

[www.aqeedeh.com](http://www.aqeedeh.com)

[www.sadaislam.com](http://www.sadaislam.com)

[www.zekr.tv](http://www.zekr.tv)

[www.kalemeh.tv](http://www.kalemeh.tv)

[www.ahlehaq.org/hq](http://www.ahlehaq.org/hq)

[www.islamhouse.com](http://www.islamhouse.com)

[www.eeqaz.com](http://www.eeqaz.com)

[www.tauheed-sunnat.com](http://www.tauheed-sunnat.com)

[www.islamic-forum.net](http://www.islamic-forum.net)

[www.khatm-e-nubuwwat.com](http://www.khatm-e-nubuwwat.com)

[www.kitabosunnat.com](http://www.kitabosunnat.com)

[www.muhammadilibrary.com](http://www.muhammadilibrary.com)

[www.islamqa.info/ur](http://www.islamqa.info/ur)

[www.quran-o-sunnah.com](http://www.quran-o-sunnah.com)

[www.deeneislam.com](http://www.deeneislam.com)

[www.nadwatululama.org](http://www.nadwatululama.org)

الشَّمْسُ

وَالْقَمَرُ

جُزْئًا

نصیحة شیخ مولانا عبدالرحمن کیلانی مدظلہ

مکتبہ السیّدیہ

کلام فاضل رفیق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تالیف \_\_\_\_\_ مولانا عبدالرحمان کیلانی  
زیر سرپرستی \_\_\_\_\_ ڈاکٹر حبیب الرحمن کیلانی  
اہتمام \_\_\_\_\_ پروفیسر نجیب الرحمن کیلانی 7844157  
اشاعت \_\_\_\_\_ ستمبر: 2006  
تعداد \_\_\_\_\_ 1100  
ناشر \_\_\_\_\_ ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن کیلانی  
انجینئر حافظ شفیق الرحمن کیلانی  
مطبع: \_\_\_\_\_ انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر: **مکتبۃ السلام** سٹریٹ نمبر: 20، وکن پورہ لاہور

فون: 7844157-7280943

قیمت \_\_\_\_\_ 140 روپے

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ  
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور  
لندن • ہیوسٹن • نیویارک



ہیڈ آفس و مرکزی شوروم 36 - لوژنال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 711 1023, 711 0081, 723 2400, 724 0024 نیکیس: 735 4072

E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اُردو بازار | اقراسنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 712 0054 نیکیس: 732 0703

## پیش لفظ

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے اور یہ تین حصے دراصل تین الگ الگ موضوع بھی بن سکتے ہیں! اولاً ان پر الگ الگ کتابیں بھی لکھی جاسکتی ہیں۔ میں نے ان تینوں موضوعات کو قرآن کریم کی ایک سہ جہنی آیت الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۵ (۵۵) کے تحت جمع کر کے اس کتاب کا نام "فلکیات اور اسلام" تجویز کیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے حصے کے اکثر مضامین متعدد رسائل میں ۱۹۶۹ء اور ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ اور ان کی علمی حلقوں میں خاصی پذیرائی ہوئی تھی۔ بلکہ یہ مطالبہ بھی کیا گیا تھا کہ انہیں کتابی شکل دے دی جائے۔ ان مضامین کو ترتیب دے کر کتابی شکل دے دینا اور شائع کر دینا کچھ مشکل اور وقت طلب سہ نہ تھا۔ مگر میں یہ چاہتا تھا کہ ان مضامین کے ساتھ ایک بھری اور عیسوی سنین کی ایک ایسی تقابلی تقویم بھی پیش کر دی جائے جو بالخصوص حصہ دوم میں مذکورہ قواعد پر پوری اترتی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کی بنیاد بھری تقویم کے اصول و قواعد پر مبنی ہو۔ اور یہ کام خاصا دقیق اور محنت طلب تھا۔ لہذا یہ کام مسلسل المتوا میں پڑتا گیا اور میں ایک دراز عرصہ تک اتنا وقت نہ نکال سکا جو اس کی تکمیل کے لئے کافی ہو۔ مترادفاً القرآن کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرصت دی تو یہ کام بھی بجز اللہ باریہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

اس کتاب کو مرتب کرتے وقت درج ذیل مقاصد میرے پیش نظر رہے:-

۱۔ آج کل دنیا کے بیشتر ممالک میں عیسوی تقویم ہی رائج ہے اور بھری تقویم کو ناقابل التفات سمجھا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں اور مسلمان ممالک کے ہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ حالانکہ اپنے چند در چند خواص کی بنا پر قیدی اور حقیقی تقویم قمری تقویم ہے شمسی نہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ عوام الناس کو ان اصول و قواعد سے روشناس کرایا جائے جو قمری تقویم کی بنیاد ہیں۔

۲۔ اکثر ممالک اور اکثر تہذیبوں میں سیاروں کی حرکات کے علم کے ساتھ ساتھ سیاروں کے انسانی زندگی پر انفرادی اور اجتماعی اثرات کو بھی تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا ہے جس سے نجوم پرستی، اصنام پرستی اور دیوی دیوتاؤں کا رواج پڑ گیا۔ اسلام نے علم ہیئت میں غور و فکر کرنے کی ترغیب کے ساتھ سیاروں

کے اثرات کی کیفیت نفعی کی اور اسے واضح شرک قرار دیا ہے۔ لہذا ایسے اثرات کی دلائل سے تردید کی گئی ہے۔  
 ۳۔ علم ہیئت کے موجودہ نظریات میں کچھ ایسے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں، کچھ متعارض ہیں اور کچھ متضاد ہیں۔ میں نے ایسے تمام امور کا شرعی نقطہ نظر سے تقابلی پیش کر دیا ہے تاکہ مسلمان مغرب سے آنے والے ہر نظریہ کی اندھی تقلید کے بجائے وحی الہی سے روشنی حاصل کرنے کی روش اختیار کریں تاکہ جو بات وحی الہی کے مخالف ہو اس سے مرعوب ہونے کے بجائے، نہ صرف یہ کہ اسے قبول نہ کریں بلکہ علمی دلائل و براہین کے ساتھ اس کی تردید کے طریق کو اپنائیں۔

۴۔ ہم نے عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کا طریقہ تو سکول میں پڑھا تھا لیکن ہجری تقویم کو شاید اس بات کا مستحق ہی نہ سمجھا گیا کہ اسے بھی سلیبس میں شامل کیا جائے۔ میں نے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کئی ایک ایسے طریقے بیان کر دیئے ہیں جن سے ہجری تقویم میں دن معلوم کیا جاسکتا ہے اور ان میں سے اکثر میری اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہیں۔

۵۔ ہجری تقویم اور عیسوی تقویم کے سینہ میں مطابقت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ بالخصوص مؤرخین مصنفین اور مؤلفین کو تو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ اس معاملہ میں غلطی بھی کرتے ہیں۔ میں نے دوسرے حصہ میں ایسی مطابقت کے چند ایک طریقے بیان کر دیئے ہیں۔ اور تیسرا حصہ تو بالخصوص اس مسئلہ میں تیار حوالہ (READY REFERENCE) کا کام دیتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق اہم واقعات کے ہجری اور عیسوی سنہین بقید ماہ و سال درج کر دیئے ہیں۔ جو انشاء اللہ کتاب کی افادیت میں اضافہ کا باعث ہوں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

عبدالرحمن کیلانی

صفر ۱۴۱۳ھ / اگست ۱۹۹۲ء

# فہرست مضامین ”فلکیات اور اسلام“

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴	باب ۱۔ علم ہیئت اور سیاروں کے اثرات	۳	مقدمہ
۲۴	پہلا دور۔ زمین کے ساکن ہونے کا نظریہ	۵	فہرست مضامین
۲۴	انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات	۱۱	پہلا حصہ
۲۵	علم ہیئت اور نجوم پرستی	۱۱	(علم ہیئت اور اسلام)
۲۵	دوسرا دور۔ حرکت زمین اور سکون شمس کا	۱۳	باب۔ وقت کی قدرتی پیمائش
۲۶	نظریہ فیثا غورث	۱۴	دن اور مہینے
۲۶	تیسرا دور۔ حرکت شمس اور سکون زمین کا	۱۴	ہفتہ اور دنوں کے نام
۲۸	نظریہ بطلموس	۱۵	دن اور رات کی تقسیم
۲۹	بارہ برج	۱۵	مہینے اور سال
۳۰	منازل قمر	۱۵	قمری تقویم اور اسلام
۳۱	نجوم پرستی کی انتہا	۱۶	قمری تقویم کی چند دوسری خصوصیات
۳۲	علم جوتش	۱۶	۱۔ دن کا شمار
۳۲	باب ۲۔ علم ہیئت کا ارتقاء اور اسلام	۱۶	۲۔ نمازوں کا تعلق سورج سے
۳۲	چوتھا یا موجودہ دور۔ حرکت زمین اور	۱۸	۳۔ مہینوں کا تعلق چاند سے
۳۲	سکون شمس کا نظریہ کوپرنیکس	۱۸	شمسی تقویم کا آغاز
۳۵	کائنات کی وسعت	۱۹	قمری تقویم میں پیوند کاری
۳۶	علم ہیئت اور اسلام	۲۰	کبیسہ کے طریقے
۳۶	علم ہیئت کا مطالعہ	۲۱	عرب میں کبیسہ کا آغاز
۳۹	علم ہیئت کی ترغیب	۲۱	حج اور ایام حج میں گڑ بڑ
۴۰	سیاروں کی خدائی	۲۲	کبیسہ کے خاتمہ کے لئے اعلان نبوی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۲	مطلع کی حدود	۴۰	سیاروں کے اثرات تسلیم کرنا واضح شرک ہے
۶۷	وحدتِ تاریخ و اوقات نئے چاند کی رو سے	۴۱	غیب دانی کا کاروبار
۶۸	وحدتِ تاریخ رویتِ ہلال کی رو سے	۴۳	علمِ ہیئت کی حقیقت
۷۰	اختلافِ مطلع اولہِ شرعیہ کی روشنی میں	۴۴	چاند گرہن اور سورج گرہن
۷۱	رسالہ راحة العوام سے چند اقتباسات	۴۵	باب ۱۔ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطلع
۷۳	راحة العوام کے اقتباسات پر تبصرہ	۴۶	نیا چاند اور رویتِ ہلال
۷۴	اختلافِ مطلع کے اعتبار پر شرعی دلائل	۴۷	نئے چاند اور رویتِ ہلال کا درمیانی وقفہ
۷۷	مشرق و مغرب کی رویت میں فرق	۴۸	سب سے پہلے رویت کہاں ہوتی ہے ؟
۷۸	مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد	۴۹	خطوطِ طول بلد اور عرض بلد
۸۰	باب ۱۔ اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات	۵۰	خطوطِ عرض بلد
۸۱	تعارض و تضاد کی وجہ	۵۱	خطوطِ طول بلد اور عرض بلد کے فوائد
۸۱	پہلی وجہ کی چند مثالیں	۵۲	۱۔ کسی مخصوص مقام کا محل وقوع
۸۲	موجودہ نظریات اور اسلامی نظریات کا	۵۳	۲۔ دو مقامات کا درمیانی فاصلہ
۸۲	تقابلِ مطالعہ	۵۴	۳۔ معیاری وقت
۸۳	۱۔ تخلیقِ آدم	۵۵	مطلع کیا ہے ؟
۸۳	۲۔ آغازِ کائنات کے متعلق سائنسی نظریہ	۵۶	معیاری اور مقامی اوقات
۸۵	اس نظریہ پر تبصرہ	۵۷	بین الاقوامی تاریخی خط
۸۷	۳۔ کائنات کی وسعت اور انجام	۵۸	۴۔ موسم
۸۸	۴۔ نظامِ شمسی کیسے وجود میں آیا ؟	۵۹	ایک سو مختلف ممالک کے معیاری اوقات
۸۹	تخلیقِ کائنات اور قرآن	۶۰	دینا کے تقریباً ایک سو شہور شہروں کے
۹۰	نتائج	۶۱	طول بلد اور عرض بلد
۹۱	ہر دو نظریات کا تقابل	۶۲	باب ۲۔ اختلافِ مطلع اور اسلامی تہواروں میں
۹۲	۱۔ آغازِ کائنات	۶۳	ہم آہستگی
۹۳	۲۔ سماء اور سات آسمان	۶۴	تاریخ کا اختلاف



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۶	۳۔ مہینے کے دنوں میں کم سے کم تفاوت	۹۳	۳۔ فلک اور سماء
۱۱۷	ہجری تقویم اور سبز ہجری کی ابتداء	۱۱۷	۴۔ آسمان کے برج اور سیارے
۱۱۷	سن ہجری کی خصوصیات	۱۱۷	۵۔ سورج اور اس کی حرکت
۱۱۸	۱۔ ترمیمات سے متبراً	۹۴	۶۔ اشکالِ قمر اور منازلِ قمر
۱۱۸	۲۔ قدامت بلحاظ صحت و استدلال	۹۵	۷۔ دوسرے اجرام کے مقابلہ میں زمین کی خصوصیات
۱۱۹	۳۔ مساوات اور ہمہ گیری	۹۵	۸۔ زمین ساکن ہے یا متحرک؟
۱۱۹	۴۔ ذیوی اغراض کے بجائے روحانی بنیادیں	۹۷	۹۔ انجام کائنات
۱۲۰	۵۔ رسم و رواج کی حوصلہ شکنی	۱۰۰	باب ۱۔ شمس و قمر اور ارکانِ اسلام
۱۲۰	۶۔ ہفتے کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے	۱۰۲	نمازوں کے اوقات
۱۲۱	۷۔ نجوم پرستی سے احتراز	۱۰۲	نتائج
۱۲۱	قری تقویم سے متعلق چند اہم معلومات	۱۰۵	روزے
۱۲۲	قری ماہ و سال کی مدت	۱۰۸	دائمی نقشہ اوقات
۱۲۲	دورِ صغیر اور کبیر	۱۰۸	روزہ جلد اظہار کرنا اور سحری میں دیر کرنا
۱۲۳	قری مہینوں کے دنوں کا عام قاعدہ	۱۰۶	نقشہ اوقات کے متعلق ایک ضروری وضاحت
۱۲۳	دورِ صغیر کا فائدہ	۱۰۸	دائمی نقشہ اوقات، نماز و سحری و افطاری
۱۲۴	دورِ کبیر کا فائدہ	۱۱۳	دوسرا حصہ
۱۲۵	باب ۱۔ ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے	۱۱۵	قری تقویم اور شمسی تقویم اور ان میں مطابقت کے طریقے
۱۲۷	۱۔ اصولی طریق	۱۱۵	باب ۱۔ قری تقویم اور ہجری تقویم
۱۲۷	۲۔ مشاہداتی طریق	۱۱۵	قری تقویم کی خصوصیات
۱۳۰	وجہ مطابقت	۱۱۵	۱۔ سادہ اور فطری طریق
۱۳۱	۳۔ بذریعہ یک صفحہ ہجری کیلنڈر	۱۱۵	۲۔ سال کے مہینوں کی تعداد
۱۳۳	۴۔ بذریعہ اعدادِ جمل	۱۱۵	۳۔ مہینے کے دنوں کی تعداد
۱۳۴	باب ۱۔ کثیر المقاصد ہجری تقویم دائمی	۱۱۵	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۰	(ب) عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی	۱۳۷	کثیر المقاصد تقویم تیار کرنے کی وجوہ
۱۸۲	۵ - بذریعہ سرسری حساب	۱۳۸	نتائج
۱۸۳	مشاہدات	۱۳۹	مقاصد
۱۸۴	مدت کا درمیانی اندازہ	۱۴۰	دن معلوم کرنے کا طریقہ
۱۸۵	۱ - عیسوی سنین سے ہجری سنین میں تبدیلی	۱۴۱	تقویم (کثیر المقاصد)
۱۸۶	ب - ہجری سنین سے عیسوی میں تبدیلی	۱۵۱	باب ۱ - شمسی تقویم اور عیسوی تقویم
۱۸۹	تیسرا حصہ	۱۵۲	شمسی تقویم کی تاریخ
۱۹۰	تقابلی تقویم از $\frac{۱۴۸۰}{۶۲۲}$ تا $\frac{۱۴۸۰}{۶۲۲}$	۱۵۳	عیسوی تقویم کی داستان
۱۹۱	بالکچھ اس تقویم کے بارے میں	۱۵۴	عیسوی تقویم میں پیوند کاری یا یسپ کا سلسلہ
۱۹۲	عیسوی تقویم کا دورِ قدیم اور دورِ جدید	۱۵۵	نیا عالمی کیلنڈر
۱۹۳	ترمیم کی وجہ	۱۵۶	تبصرہ
۱۹۴	پرانا اور نیا طریق حساب	۱۵۷	عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے
۱۹۵	تقابلی تقویم کا آغاز کونسی عیسوی تاریخ سے ہوا؟	۱۵۸	عیسوی تقویم کے مبادیات
۱۹۶	پرانے اور نئے حساب کی تطبیق	۱۵۹	۱ - دن معلوم کرنے کا طریقہ
۱۹۷	اس تقویم میں مستعمل علامات	۱۶۰	۲ - بذریعہ دائمی عیسوی کیلنڈر
۱۹۸	تقابلی تقویم مرتب کرنے کے قواعد	۱۶۱	باب ۲ - ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت
۱۹۹	اس تقویم کی جانچ پڑتال کے طریقے	۱۶۲	کے طریقے
۲۰۰	۱ - ایک ماہ کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۳	۱ - دنوں کی گنتی کے طریقے سے
۲۰۱	۲ - ایک سال کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۴	۱ - ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کرنا
۲۰۲	۳ - ایک دوں صفر کے اندراجات کی پڑتال	۱۶۵	ب - عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی
۲۰۳	۴ - پوری تقویم کی پڑتال	۱۶۶	۲ - بذریعہ جدول گنتی ایام
۲۰۴	باب ۳ - تعابلی تقویم از $\frac{۱۴۸۰}{۶۲۲}$ تا $\frac{۱۴۸۰}{۶۲۲}$	۱۶۷	۳ - بذریعہ ضربی عمل
۲۰۵	اسلامی تاریخ کے اہم واقعات بقید	۱۶۸	۴ - سالوں اور دنوں کے فرق کے طریقے سے
۲۰۶	ہجری و عیسوی ماہ و سال	۱۶۹	(۱) دنوں کے فرق کے طریقے سے ہجری تاریخ
۲۰۷		۱۷۰	کو عیسوی میں تبدیل کرنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۲۱	۴۔ خلافت عثمانیہ تا ۱۳۴۲ھ	۳۱۴	۱۔ دور نبوی کے اہم واقعات
۳۲۲	مرکز گریز سلسلے	۳۱۷	۲۔ تاریخ وفات اہل بیت المؤمنین و اقربا النبیؐ
۳۲۲	فاطمین مصر از ۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ	۳۱۷	۳۔ چند جلیل القدر صحابہ کی تاریخ وفات
۳۲۳	بنو امیہ اندلس میں از ۱۳۸ھ تا ۴۲۳ھ	۳۱۸	۴۔ بنو امیہ کے مروانی دور سے پہلے کے اہم واقعات
۳۲۳	عربوں کی ہندوستان میں آمد	۳۱۹	سلسلہ خلافت اسلامیہ
۳۲۳	ہندوستان کے مسلمان حکمران	۳۱۹	۱۔ تاریخ یوم الجماعۃ
۳۲۳	۱۔ خاندان غلاماں	۳۱۹	۲۔ خلافت بنو امیہ
۳۲۳	۲۔ خلیجی	۳۱۹	سلسلہ بنو امیہ (مروانی)
۳۲۳	۳۔ تغلق	۳۱۹	۳۔ خلافت بنو عباس
۳۲۳	۴۔ سادات	۳۱۹	پہلا دور تا ۲۵۶ھ
۳۲۳	۵۔ لودھی	۳۲۰	دوسرا دور ۲۵۶ھ
۳۲۳	۴۔ خاندان مغلیہ	۳۲۰	تیسرا دور۔ عباسیہ مصر تا ۹۲۳ھ
۳۲۵	غزوی یادداشتیں	۳۲۰	
۳۲۷	ذاتی یادداشتیں	۳۲۰	

## مراجع و مصادر

- ۱- قرآن کریم، اس کے تراجم و تفاسیر حسب ضرورت
- ۲- احادیث مبارکہ حسب ضرورت
- ۳- رحمة للعالمین (جلد دوم) قاضی سلمان منصور پوری
- ۴- عالمی معلومات (ایڈیشن ۸۲-۸۳) { مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور  
(محقق انسائیکلو پیڈیا از ناہد انجم)
- ۵- تقویم تاریخی عبد القدوس ہاشمی
- ۶- تقویم تقابلی سٹیفنلڈ (جرمنی) کا اردو ترجمہ مطبوعہ اسلامک سبلی کیشنز - لاہور
- ۷- ہجری تقویم دائمی (محمد علی خاں)
- ۸- الفاروق شبلی نعمانی
- ۹- اجتہادی مسائل (جعفر شاہ پھلوری) ادارہ کثافت اسلامیہ - لاہور
- ۱۰- طبیعیات برائے جماعت دہم مطبوعہ ویسٹ پاک ٹیکسٹ بک بورڈ - لاہور
- ۱۱- روزمرہ جنتری ASTRONOMICAL EPHEMERIS. مطبوعہ لندن
- ۱۲- " ASTRONOMY FOR NIGHT WATCHERS. "
- ۱۳- رسالہ "بیان الادلہ فی اثبات الایّہ" کا اردو ترجمہ مطبوعہ "حدیث" صفر ۱۳۹۵ھ محمد بلال - خطیب تریبلہ ڈیم
- ۱۴- رسالہ راحة العوام مولوی برکت علی منجم و جعفر
- ۱۵- اسرار عالم جنتری ۱۹۷۹ء فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
- ۱۶- انٹکس مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور
- ۱۷- "

## حصہ اول

# علمِ ہدیت کے نظریات اور اسلامی نظریات

### فہرست ابواب

- ۱۔ وقت کی پیمائش
- ۲۔ علمِ ہدیت اور سیاروں کے اثرات
- ۳۔ علمِ ہدیت کا ارتقاء اور اسلام
- ۴۔ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع
- ۵۔ اختلافِ مطالع اور اسلامی تہواروں میں ہم آہنگی
- ۶۔ اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات
- ۷۔ شمس و قمر اور ارکانِ اسلام

# وقت کی قدرتی پیمائش

انسان جب دنیا میں آیا تو اس نے دیکھا کہ سورج ہر روز صبح کو مشرق سے طلوع ہوتا اور شام کو مغرب میں غروب ہو جاتا ہے اور ندیوں میں گزرنے پر بھی سورج کے اس عمل میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ لیکن چاند کا معاملہ سورج سے کئی باتوں میں مختلف تھا۔ اس نے دیکھا کہ چاند شام کو طلوع ہوتا ہے اور صبح سورج نکلنے سے پہلے غائب ہو جاتا ہے۔ یہ کبھی مغرب سے طلوع ہوتا ہے کبھی مشرق سے اور کبھی نصف آسمان سے۔ البتہ سفر یہ بھی مشرق سے مغرب کی طرف ہی کرتا نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ چاند نہ نئی نئی شکلیں بھی بدلتا رہتا ہے۔ پہلے پہل مغربی اُفق پر غروب آفتاب کے بعد ایک باریک سی پھانک نظر آتی ہے جو چند منٹوں کے بعد سورج کے پیچھے جا کر چھپ جاتی ہے، دوسرے دن مغربی اُفق پر پہلے دن سے ذرا بلندی پر سے ظاہر ہوتا ہے اور پہلے دن کی نسبت قدرے موٹا بھی ہوتا ہے۔ پھر وہ دن بدن مشرق کی طرف سرکتا اور موٹا ہوتا چلا جاتا ہے تا آنکہ سات دن کے بعد یہ چاند نصف آسمان یعنی سر سے سیدھا اوپر سے نمودار ہوتا ہے اور پورے نصف دائرے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ علیٰ ہذا التیام جو دھویں رات کو چاند بالکل سورج کی طرح مشرقی اُفق سے طلوع ہوتا ہے اور سورج ہی کی طرح مکمل یعنی پورا گول بھی ہو جاتا ہے اور رات بھر آسمان پر جگمگانے کے بعد صبح کو مغربی اُفق میں ڈوب جاتا ہے بعد ازاں چاند کی شکل گھٹنے لگتی ہے اور وہ طلوع بھی رات کو دیر سے ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ اکیسویں رات کو چاند پھر تقریباً نصف دائرہ کی شکل کا رہ جاتا ہے اور طلوع بھی آدھی رات کو ہوتا ہے۔ مزید پانچ چھ دن گزرنے کے بعد یہ پہلی سی پھانک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بعد ازاں دو تین دن غائب بھی رہتا ہے حتیٰ کہ پھر پہلی سی شکل و صورت میں طلوع آفتاب کے بعد مغربی اُفق سے نمودار ہوتا ہے۔

**دن اور مہینے** | اس کے برعکس سورج کا معاملہ کئی لحاظ سے چاند سے مختلف تھا۔ انسان نے مشاہدہ کیا کہ سورج ہر روز مشرقی افق سے ہی طلوع ہوتا ہے۔ اسکی شکل میں بھی کوئی فرق

نہیں آتا اور وہ گول ہی رہتا ہے۔ طلوع ہونے کے بعد دم بدم اس کی تمازت بڑھنا شروع ہوجاتی ہے جو دوپہر تک بڑھتی رہتی ہے۔ نصف النہار کے بعد اس میں کمی آنا شروع ہوجاتی ہے تا آنکہ یہ سورج شام کو مغربی افق میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے اس معمول میں طویل زمانہ کے گزرنے پر بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لہذا انسان نے اپنے سادہ سے مشاہدات کے مطابق دن اور اس سے متعلقہ ضروریات کو تو سورج سے متعین کر دیا اور مہینہ کو چاند سے۔ اس نے دیکھا کہ ایک نئے چاند سے دوسرے نئے چاند تک کبھی تو ۲۹ دن گزرتے ہیں اور کبھی تیس۔ اس مدت کو اس نے مہینہ کا نام دیا۔ اس طرح ابتداءً دنیا میں مہینوں کا شمار چاند ہی سے ہوا اور یہی فطری طریق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کئی زبانوں میں جو لفظ چاند کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مہینہ کا لفظ اسی لفظ سے ہی مشتق ہوتا ہے۔ مثلاً ایران میں چاند کو ماہ کہتے ہیں تو مہینہ کو بھی ماہ ہی کہتے ہیں یا مہینہ بھی کہہ لیتے ہیں۔ انگریزی میں چاند کو مون (MOON) کہتے ہیں تو مہینہ کو منٹھ (MONTH) جو اسی لفظ مون سے مشتق ہے اسی طرح ہندی میں نئے چاند کو اما دس کہتے ہیں تو مہینہ کو ما س کہتے ہیں۔

**ہفتہ اور دنوں کے نام** | انسان نے چاند کی اشکال کی نسبت سے مہینہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلا حصہ ہلال یا نئے چاند سے نصف چاند تک۔ دوسرا حصہ نصف چاند سے پورے چاند یا بدر تک۔ تیسرا بدر سے پھر نصف چاند تک اور چوتھا حصہ نصف چاند سے چاند کے غائب ہونے تک یہ وقفہ عموماً سات دن کا ہوتا تھا۔ لہذا سات دنوں کے عرصہ کو ہفتہ (فارسی میں ہفت سات کو کہتے ہیں) کا نام دیا گیا (اور عربی میں ہفتہ کو اسبوع کہتے ہیں سبوع معنی سات) پھر ان سات دنوں کے نام بھی تجویز کئے گئے۔

چاند اور سورج کے مشاہدات کے علاوہ انسان نے ہزاروں سال قبل مسیح یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ رات کو چاند کے علاوہ اور بھی کئی دیگر سیارے مشرق سے مغرب کی طرف صرف سفر رہتے ہیں۔ ان میں معروف سیارے پانچ تھے یعنی عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل۔ سورج اور چاند سمیت یہ کل سات سیارے بنتے تھے۔ چنانچہ انسان نے ہفتہ کے سات دنوں کے ناموں کو انہی سات سیاروں سے منسوب کر دیا مثلاً اتوار یا سنڈے (SUNDAY) سورج یا سکن (SUN) سے منسوب ہوا۔ سوموار (پیر) یا منڈے (MUNDAY) چاند یا مون (MOON)

کے نام سے منسوب ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ہندی زبان میں بھی ہفتہ کے ناموں اور سیاروں کے ناموں میں ایسی ہی نسبت پائی جاتی ہے جس کی تفصیل آئندہ چل کر آئے گی۔

**دن اور رات کی تقسیم** | دن اور رات یعنی مکمل ایک دن (دویم) کو آٹھ برابر حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو پہر کا نام دیا گیا۔ سورج کے سایہ کی مدد سے دن کو چار حصوں میں تقسیم کرنا ایک آسان سی بات تھی۔ ان حصوں کو پہلا پہر، دوپہر، سہ پہر اور شام کا نام دیا گیا۔ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرنا نسبتاً مشکل تھا۔ تاہم انسان چاند اور دیگر سیاروں کی چال سے اس قدر واقف ہو گیا تھا کہ ایک پہر کا وقفہ تو درکنار، وہ رات کے تھوڑے سے تھوڑے وقفہ کا بھی کسی مخصوص سیارہ کی سمت دیکھ کر تجزیہ اندازہ کر سکتا تھا۔

**ہینے اور سال** | انسان نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ جب بارہ دفعہ چاند کا عروج و زوال ہو جاتا ہے یا بارہ قمری ہینے گزر جاتے ہیں تو تقریباً وہی پھیلا موسم آجاتا ہے۔ ایک موسم سے دوسرے اسی جیسے موسم تک کے عرصہ یعنی ۱۲ ماہ کو سال کا نام دیا گیا۔ اور ایک سال کے بارہ قمری ہینے شمار کئے جانے لگے۔ کسی طویل مدت کا حساب لگانے کے لئے انسان نے کسی مشہور واقعہ مثلاً کوئی بہت بڑا زلزلہ، سیلاب، جنگ یا کسی مشہور بادشاہ کی تخت نشینی یا وفات کو بنیاد قرار دے کر قمری تقویم یا کیلنڈر (CALENDER) کی داغ بیل ڈال دی۔ تقویم کا یہ حساب چونکہ بالکل سادہ، فطری اور عام مشاہدہ سے حاصل ہوا تھا۔ لہذا انسان کے اس ابتدائی دور میں نہ تو علم ہیئت کی پیچیدگیاں آڑے آئیں اور نہ ہی کسی رصد گاہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔

**قمری تقویم اور اسلام** | اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے لہذا اس نے اسی فطری طریقہ حساب کو حقیقی اور اصلی طریق قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے :-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ﴿۱۰﴾

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہے کہ سالوں یعنی طویل مدت کا حساب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قمری تقویم کو ہی حقیقی قرار دیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

بلاشبہ (سال کے) ہینوں کی تعداد قوانینِ الہیہ کے مطابق بارہ ہے اس وقت سے جبکہ زمین اور



آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔

(۹/۳۶)

شاید آپ یہ سمجھتے ہو گے کہ آج کل کی تمام مروجہ تقویم میں سال کے مہینوں کی تعداد تو بارہ ہی ہے۔ پھر قرآن نے کونسی انوکھی حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے۔ لیکن آپ کا یہ خیال صحیح نہیں حضرت انسان نے سال کے ۱۲ مہینوں کے ساتھ جس قدر افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ اس کی داستان بڑی طویل ہے۔ اور اس کا ذکر انشاء اللہ ہم ضرور کریں گے۔ اس آیت میں اسی افراط و تفریط کو ملحوظ رکھ کر یہ تصریح کی گئی ہے کہ حقیقتاً سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے۔

## قرمی تقویم کی چند دوسری خصوصیات

اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ فطری اور حقیقی تقویم قرمی ہی ہے تو اس کی چند دوسری خصوصیات بھی ملاحظہ کرتے چلے جو یہ ہیں :-

۱- دن کا شمار | قرمی تقویم میں مکمل دن (یوم یا ۲۴ گھنٹے) کا شمار ایک دن کے غروب آفتاب سے لے کر دوسرے دن کے غروب آفتاب تک ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دن اور رات کا ذکر فرمایا تو پہلے رات ہی کا ذکر آیا ہے مثلاً :-

(۱) اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ  
اِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّاُولٰٓئِ  
الْاَلْبَابِ - (۳۱)

یشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات  
اور دن کے بدل بدل کر گئے جانے میں عقل  
والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

(۲) وَلَهُ اِخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط  
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۲۳)

اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کا تصرف  
ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔

(۳) اَتْلٰهَا اَمْرًا نَّآئِلًا اَوْ نَهَا سَرًّا  
آپہنچا۔ (۱۳)

تو ناگہان رات کو یاد ان کو ہمارا حکم (عذاب)

ہمارے دعویٰ کی تائید میں اتنی بھی مثالیں بہت کافی ہیں اگرچہ قرآن میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہندی یا کبریٰ تقویم میں یوم (مکمل دن = دن + رات یا ۲۴ گھنٹے) کا شمار ایک دن کے طلوع آفتاب سے لے کر دوسرے دن کے طلوع آفتاب تک ہے۔ اور عیسوی تقویم میں کسی دن کی مقدار آدھی رات سے دوسرے دن کی آدھی رات تک۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ قرمی تقویم میں شام کو تاریخ بدلتی ہے۔ عیسوی تقویم میں

آدمی رات کو اور پھندی تقویم میں صبح طلوع آفتاب کے وقت -

۲۔ نمازوں کا تعلق سورج سے | جن شرعی احکام کا تعلق دن کے اوقات سے متعلق ہو تو

اس وقت یہ احکام سورج ہی سے متعلق ہوں گے: مثلاً نمازوں کے اوقات کے متعلق فرمایا :-  
 اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى عَسَیِّ  
 النَّیْلِ وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ  
 كَانَ مَشْهُودًا - (۱۶/۱)

اوقات کی یہ تعیین اسلام کے فطری اور سادہ ہونے کی لاجواب دلیل ہے۔ گھڑی کی ایجاد سے پیشتر ہمارے آباؤ اجداد دن کی نمازوں کے اوقات کی تعیین ہمیشہ سورج کے سایہ سے کیا کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ اگر فلاں عمارت کا یا مسجد کے سامنے کی دیوار کا سایہ فلاں جگہ تک آجائے تو ظہر کا وقت ہو جاتا ہے اور فلاں جگہ پر آئے تو عصر کا اور اگر سورج ڈوب جائے تو شام کا۔ یہ حساب اتنا سادہ تھا کہ کسی بھی موسم میں اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ دنوں کے چھوٹا یا بڑا ہونے کی وجہ سے نمازوں کے اوقات میں جو فرق پڑ سکتا ہے وہ خود بخود ٹھیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج کل گھڑیوں کا دور ہے تو آئے دن نمازوں کے اوقات میں تبدیلی کرنا ناگزیر ہے۔ بلاشبہ گھڑی موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت ہے اور اس کے فوائد سے بھی انکار نہیں مگر جو سادگی اور سہولت سورج کے سایہ کے حساب میں ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ دن کی نمازوں اور اذان کے اوقات کی تعیین کی ضرورت سورج کے سایہ سے ٹھیک طور پر پوری ہو جاتی ہے اگر کسی دن ابر یا بارش کی وجہ سے کچھ کمی بیشی ہو بھی جائے تو اس کے لئے مسلمان قطعاً مکلف نہیں ہے۔ اندھیرے کی نمازوں کے اوقات کا تعلق بھی سورج ہی سے ہے۔ جب شفق کی سرخی پوری طرح غائب ہو جائے یعنی غروب آفتاب کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد سے عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور صبح کی نماز کا وقت صبح صادق یا پوپھٹنے سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک ہے۔ تو جس طرح تمام نمازوں کے اوقات کی تعیین سورج سے متعلق ہے اسی طرح روزہ کے رکھنے اور چھوڑنے کے اوقات کا تعلق بھی سورج ہی سے ہے۔ نیز ایسے شرعی احکام جن کی تعمیل میں ایک ماہ سے کم عرصہ کی مدت درکار ہوتی ہے۔ ان کا تعلق خواہ سورج سے ہو یا چاند سے اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جیسے قسم یا احرام کے دوران شکار کرنے کا کفارہ وغیرہ۔

ان تمام احکام کی سادگی کی انتہا یہ ہے کہ ان کی بجائے آوری میں گھڑی کی ضرورت تو درکنار

کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ حتیٰ کہ ماہِ رمضان کی ابتدا اور انتہا کے لئے بھی رویتِ ہلال جیسے سادہ اور فطری مشاہدہ پر انحصار کیا گیا ہے۔

۳۔ مہینوں کا تعلق چاند سے اور ایسے شرعی احکام جن کی تعمیل میں ایک ماہ یا زائد عرصہ درکار ہو تو یہ مدت ہمیشہ چاند سے وابستہ ہوگی جیسا کہ ارشادِ باری ہے :-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ  
لِلنَّاسِ وَالْحَاجِّ - (۲/۱۸۴)

لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے لئے مدت کے شمار اور حج کے اوقات معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔

حج کے علاوہ زکوٰۃ کے لئے ایک سال کی مدت، مطلقہ یا بیوہ کی عدت، ایامِ رخصت وغیرہ ایسے تمام امور کا تعلق قمری مہینوں سے ہوتا ہے پھر انہی بارہ قمری مہینوں سے ایک سال بنتا ہے۔ جس کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پہلے درج کر چکے ہیں کہ مہینوں کی یہ تعداد کتاب اللہ کے عین مطابق ہے۔

تقویم کا یہ طریق چونکہ فطری اور نہایت سادہ ہے لہذا تمام مذاہبِ البیہ میں اسی قمری تقویم کو اصلی اور بنیادی قرار دیا گیا تھا۔ موجودہ دور میں اگرچہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب نے قمری کے بجائے شمسی تقویم کو اپنا لیا ہے تاہم اس کے کچھ نہ کچھ آثار ضرور باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کے ہاں ایسٹر کا دن، یہودیوں کے ہاں یومِ کبور یا عاشور اور ہندوؤں کے ہاں دیپاولی ابھی تک قمری حساب سے منائے جلتے ہیں۔

## شمسی تقویم کا آغاز

موجودہ دور میں دنیا کے بیشتر ممالک میں قمری تقویم کے سیدھے سادھے طریق کو چھوڑ کر شمسی تقویم کو اپنا یا جا رہا ہے۔ جس کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب انسان نے عبادت خانے تعمیر کئے تو ان کی آبادی و ترقی کے لئے وہاں پروہت مقرر ہوئے۔ ان پروہتوں کی گزران کے لئے ان کی محنت کا معاوضہ نذرانوں کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا۔ مذہبی تہوار آہستہ آہستہ میلوں ٹھیلوں کی شکل اختیار کرتے گئے اور نذرانوں کی وصولی کا وقت یہی مذہبی تہوار یا میلے ٹھیلے ہوا کرتے تھے۔ پروہتوں نے ہی لوگوں پر یہ پابندی عائد کی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار کا ایک حصہ پروہتوں کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا کریں اور برت خانوں پر چڑھا دے چڑھایا کریں۔

ظاہر ہے کہ قمری مہینے ایسے نذرانوں اور رسوم کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آپکی تھی کہ ہر تین قمری سال گزرنے پر فصلیں تقریباً ایک ماہ بعد تیار ہوتی ہیں۔ کیونکہ فصلوں کی تیاری کا تعلق موسم سے ہے اور موسم سورج سے تعلق رکھتے ہیں، چاند سے نہیں رکھتے۔ اس مشکل کو دُور کرنے کے لئے قمری مہینوں میں پیوند کاری کی تجاویز پر غور کیا جانے لگا۔ اور یہی پیوند کاری جسے عربی میں کبیرہ، انگریزی میں لیپ (LEEP) اور ہندی میں لونڈ کہا جاتا ہے بالآخر شمسی تقویم کی بنیاد ثابت ہوئی۔ گویا اس چیز کے اصل محرک وہ مذہبی رہنمایا پروہت لوگ تھے جنہوں نے محض اپنے پیٹ کی خاطر مذہب کی آرٹ میں مذہب سے بے وفائی کی۔

مذہب اور روحانیت کا رشتہ جس قدر قمری تقویم سے وابستہ ہوتا ہے اس کی تفصیل تو آگے چل کر بیان ہوگی سرِ دست یہ کہنا مقصود ہے کہ عوام — جو مذہبی رہنماؤں کی نسبت بہر حال مذہب سے زیادہ بیگانہ ہوتے ہیں — نے ایسی پیوند کاری اور شمسی تقویم کو بہت جلد اپنانے کی کوشش کی کیوں کہ ان کے بیشتر رسم و رواج، میلے ٹھیلے، تفریحی سفر اور موسمی چھٹیاں سب کا تعلق شمسی سال سے ہوتا ہے لہذا جوں جوں مذہب سے بیگانگی بڑھتی گئی، قمری تقویم یا تو کبیسوں کی وجہ سے مکتد ہوتی گئی یا متروک ہوتی چلی گئی۔

**قمری تقویم میں پیوند کاری** | قمری تقویم چونکہ فطری ہے لہذا اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسانی اختراع یا دست برد سے بے نیاز ہے اس میں ایک دن کی کمی بیشی بھی ناقابل برداشت ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے بھی تو اگلا چاند اسکی تکذیب کر دے گا۔ لیکن شمسی تقویم میں انسان آزاد ہے۔ چاہے تو مہینہ ۲۸ دن کا شمار کرے اور چاہے تو ۲۹، ۳۰، ۳۱ یا ۳۲ دن کا۔ پھر وہ اس بات میں بھی آزاد ہے کہ چاہے تو ایک سال کے دس ماہ قرار دے لے اور چاہے تو ۱۲ ماہ یا ۱۴ ماہ مقرر کرے۔ اور یہ باتیں محض فرضی یا مبالغہ آرائی نہیں بلکہ فی الواقعہ شمسی تقویم پر ایسے ادوار گذر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں شمسی تقویم میں لیپ یا انسانی اختراع کا مسئلہ ایک مستقل دردِ سر بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمسی تقویم کی متعدد بار از سر نو ترتیب و تدوین کی جاتی رہی ہے۔ ان میں سے چار پانچ بار کا ذکر تو تاریخ میں ملتا ہے اور جو کچھ نہیں مل سکا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اتنی مرتبہ کی کوششوں کے باوجود شمسی سال میں لیپ کا سلسلہ ۴۰ سال تک پھیلتا چلا جاتا ہے اس کے باوجود بھی ماہرین اس موجودہ کیلنڈر پر مطمئن نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر ۲۰۰ سال بعد پھر ایک دن کی کمی

بیشی کرنا ناگزیر ہوگی۔ علاوہ ازیں مختلف ممالک میں نئے شمسی کیلنڈر کی تجاویز بھی پیش کی جا رہی ہیں۔ جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

**قری تقویم کو فصلوں کے مطابق بنانا یا شمسی تقویم میں تبدیل کرنا ایک طیرھا سا کام ہے۔ لہذا ابتداءً قری تقویم میں مہینوں کا اضافہ کر کے مخلوط کیلنڈر**

## کبیسہ کے طریقے

راج کیا گیا۔ آج کل جتنے بھی قدیم شمسی سینن رائج ہیں۔ ان سب کی ابتداءً قری تقویم سے ہی ہوئی تھی۔ قری تقویم میں مہینوں کے اضافہ کا طریقہ یہ سوچا گیا کہ ہر تین سال بعد ایک ماہ بڑھایا جائے۔ مثلاً ہند میں بکری سمت قری تقویم کے مطابق چل رہا تھا۔ اس کو مخلوط بنانے کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ تیسرے سال چیت کے دو ماہ شمار کئے جائیں پھر چھٹے سال بیساکھ کے دو ماہ، پھر نویں سال جیٹھ کے دو ماہ اور بارھویں سال اسارٹھ کے دو ماہ کر دیئے گئے۔ ان اضافی مہینوں کو دوچیت، دو بیساکھ، دو جیٹھ اور دو ہارٹھ کا نام دیا جاتا تھا۔ ان مہینوں کے نام تو ہندی تھے مگر ان کے دنوں کا شمار چاند کے حساب سے ہوتا تھا۔ اس طرح تہواروں اور فصلوں میں مطابقت تو ہوجاتی تھی مگر ۳۶ قری سالوں میں پورا ایک قری سال کم ہوجاتا تھا۔

بعد ازاں اضافی مہینوں کا طریقہ چھوڑ دیا گیا اور اس کے بجائے مہینوں کے دنوں میں کمی بیشی کر کے انہیں موسموں کے مطابق بنالیا گیا جسے عرف عام میں شمسی تقویم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ہندی مہینوں کے ایام کی تعداد درج ذیل مقرر کی گئی :-

چیت بیساکھ جیٹھ ہارٹھ ساون بھادوں اسوج کٹک مگھ پلوہ مانگھ پھاگن

۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۱ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۳۰ ۳۰ ۲۹ ۲۹ ۳۰ = ۳۶۵ دن

اس تقویم میں ترتیب یہ ہے کہ گرمیوں کے مہینے — جبکہ دن بڑے ہوتے ہیں — زیادہ دنوں کے تجویز کئے گئے ہیں۔ معتدل مہینوں کے ایام بھی معتدل یعنی تیس ہیں اور سردیوں کے مہینوں کے — جبکہ دن بھی چھوٹے ہوتے ہیں — دن کم تجویز کئے گئے ہیں۔ عیسوی تقویم کی طرح اس تقویم میں بھی لیپ کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے۔ تاہم ہندی تقویم عیسوی تقویم سے بہت مدت پہلے درست کی گئی تھی۔ یہ تقویم صدیوں کے تجربات کا پنچوڑ اور یہ بکری سمت کا مل ترین تقویم کی حامل ہے۔ لہٰذا بہر حال یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں کہیں کبیسہ یا لوند کا طریقہ اختیار کیا گیا تو اصل بنیاد قری ماہ

کو ہی قرار دے کر اضافہ کیا گیا۔

## عرب میں کبیسہ کا آغاز

عرب میں کبیسہ کا رواج ہند اور بعض دوسرے ممالک سے مدتوں بعد ہوا۔ ابتداءً اس کا طریقہ یہ تجویز ہوا کہ ہر سال کے اختتام پر ایک سال تو ۱۰ دن کا اضافہ کر لیا جائے اور اس سے اگلے سال گیارہ دن کا۔ اس طرح حج عموماً ایک ہی موسم میں آتا تھا۔ کبیسہ کا یہ طریق عرب میں مقبول نہ ہو سکا۔ عرب کی بیشتر آبادی دیہاتی تھی۔ جو خاصۃً قمری تقویم کا حساب رکھتے تھے۔ شہروں میں البتہ بعض لوگ حقیقی کیلنڈر کے علاوہ مخلوط کیلنڈر کا حساب بھی رکھتے تھے اور حج کی عبادت عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی تھی۔

## حج اور ایام حج میں گزربڑ

اس کے بعد دوسرا طریق یہ وضع ہوا کہ اہل ہند کی طرح ہر تین سال بعد ایک ماہ کا اضافہ کر لیا جائے اور یہ اضافہ علی الترتیب باری باری ہر ماہ کے ساتھ ہو۔ مثلاً تیسرے سال دو محرم شمار کئے جائیں پھر چھٹے سال دو صفر، پھر نویں سال تین ربیع الاول ... الخ۔ اس طرح بھی حج ایک ہی موسم میں آتا اور آخری مرحلہ پر ذی الحجہ کا دوسرا مہینہ فی الواقع ذی الحجہ کا ہی مہینہ ہوتا تھا۔ لیکن ۳۶ قمری سال کے اس چکر میں پورا ایک سال یا ایک حج گم کر دیا جاتا تھا۔

عرب میں ہر تیسرے سال مہینہ بڑھانے کا کام سب سے پہلے قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص قلمس نامی نے سرانجام دیا۔ اور یہ کام بھی اپنے ذمہ لیا کہ ہر حج کے اجتماع کے موقع پر یہ اعلان کر دے۔ کہ اس سال اضافہ ہو گا یا نہیں اور اگر ہو گا تو کس ماہ کے ساتھ یہ تیرہواں ماہ بڑھایا جائے گا۔ نیز یہ کہ آئندہ سال حج کس ماہ میں ہو گا؟ قلمس کے بعد یہ عہدہ اس کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ اب قلمس کا لفظ ایک شخصی نام کے بجائے اس عہدے کے نام سے معروف ہوا جو حج کے ایام میں بھرے اجتماع میں آئندہ سال ہونے والے حج کی تاریخوں کا اعلان کرتا تھا۔ قلمس کی اولاد میں سے جن لوگوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا انہیں قلامسہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پھر یہ گزربڑ صرف حج تک ہی محدود نہ رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حرمت کے چار مہینے قرار دیئے گئے تھے۔ ان مہینوں کے متعلق اہل عرب کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ان مہینوں میں نہ تو آپس میں جدال و قتال کریں گے نہ کسی تاجر یا راہ گیر کو لوٹ کھسوٹ سے پریشان کریں گے۔ یہ مہینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام تھے۔ ان میں تین اگھے مہینے

حج کے پُر اطمینان سفر کے لئے تجویز کئے گئے تھے اور چوتھا ہیمنہ ان کے درمیان آتا تھا۔ تاکہ حج کے ایام کے علاوہ سال میں کم از کم ایک بار مزید سب لوگ امن و عافیت سے سفر اور تجارت وغیرہ کر سکیں۔ چونکہ یہ ایک پسندیدہ دستور تھا۔ لہذا اسلام نے اسے بحال رکھا۔ کبیسہ کے طریق کی وجہ سے ان حرمت والے مہینوں میں بھی تقسیم و تاخیر اور گڑ بڑ پیدا ہو جاتی تھی۔ اور قلامسہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ اعلان حج کے ساتھ ان مہینوں کا بھی اعلان کیا کرے کہ آئندہ سال کون کون سے مہینے حرمت والے ہوں گے۔ اس تقسیم و تاخیر کو اہل عرب نئی کہتے تھے۔

عرب کے سیدھے ساوھے لوگ بھلا اس قلمسی تقویم کو کیونکر قبول کرتے۔ لہذا قلامسہ اس بات پر مجبور تھے کہ ہر سال حج کے علاوہ حرمت کے مہینوں کی تقسیم و تاخیر کا بھی اعلان کیا کریں۔ قلمسی کیلنڈر کا صرف مکہ ہی میں رواج ہو سکا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ یہاں دونوں قسم کے کیلنڈر رائج تھے۔ قلمسی کیلنڈر کی عرب بھر میں عدم قبولیت کا یہ عالم تھا کہ قلمسی کیلنڈر کو کئی کیلنڈر کہہ دیا جاتا تھا۔ مکہ کے علاوہ اور کبھی جگہ یہ کیلنڈر رواج نہ پاسکا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس دور میں حج کا فریضہ اسی قلمسی یا مکی کیلنڈر کے مطابق سرانجام دیا جاتا تھا اور حرمت کے مہینے بھی قلامسہ ہی مقرر کرتے تھے۔ قمری تقویم میں کبیسہ کے اس طریق کو اللہ تعالیٰ نے عین کفر قرار دیا۔ ارشاد باری ہے :-

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُصَلُّ  
بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُجَلِّونَهُ عَامًا  
وَيُحَرِّمُونَ عَامًا لِيُؤْا طُؤًا عِدَّةً  
مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُجَلِّوْا مَا حَرَّمَ اللَّهُ  
ذُنُوبًا لَهُمْ سُوْعًا أَعْمَارًا لِيَهُرُوا

کیا ہے اس کو جائز کر لیں ان کے بد اعمال انہیں اچھے دکھائی دینے لگے ہیں۔

(۹/۳۲)

اتفاق کی بات ہے کہ شاہ میں جب رسول اللہ نے فریضہ حج (حجۃ الوداع) سرانجام دیا تو اس وقت

مکی یا قلمسی کیلنڈر کے حساب سے دوسرا ذی الحجۃ تھا اور قمری یا حتمی کیلنڈر کے حساب سے بھی ذی الحجۃ ہی کا ہیمنہ تھا۔ اسی موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ جس کی بنا پر اس طرح کی پیوند کاری کو

حرام قرار دیا گیا نیز رسول اللہ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ اعلان فرما دیا کہ :

إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيئَتِهِ يَوْمَ  
خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنَ السَّنَةِ اثْنَا  
عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ  
مَسَافِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ  
وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبٌ مُضَرٌّ الَّذِي بَيْنَ  
جَمَادَى وَشَعْبَانَ -

دیکھو! زمانہ گھوم پھر کر پھر اسی نقشہ پر آ گیا ہے جس  
پر اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کئے تھے -  
دیکھو ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ ان میں چار  
مہینے حرمت والے ہیں تین تو لگاتار ذیقعدہ ذی  
الحجہ اور محرم ہیں اور چوتھا مضر کا رجب (قبیلہ مضر  
اس مہینہ کی بہت تعظیم کرتا تھا) جو جمادی الاخریٰ  
اور شعبان کے درمیان ہوتا تھا۔

(بخاری - کتاب التفسیر - باب ان عدۃ الشہود...)

چنانچہ اس آیت اور آپ کے اس ارشاد کی رو سے کبیسہ کا طریق حکماً اور یکسر بند کر دیا گیا۔ بعد  
ازال عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں قمری تقویم اپنی حقیقی بنیادوں پر رائج ہو گئی۔ جسے بعد میں مجری تقویم  
کا نام دیا گیا۔



# علمِ ہیئت اور سیاروں کے اثرات

پہلا دور - زمین کے ساکن ہونے کا نظریہ | تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاروں کی عراق سے ہوئی۔ عراق میں اکثر مطلع صاف رہتا تھا۔ رات کو اکثر لوگ سیاروں کی چال اور حرکات کا مطالعہ کرتے اور اس میں ہیئت دلچسپی لیتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح سے ہزار ہا سال پیشتر یہ دریافت کر لیا تھا کہ سورج اور چاند کی طرح اور بھی بہت سے سیارے مشرق سے مغرب کو مہر و سفر رہتے ہیں۔ جبکہ ہماری زمین اپنی جگہ پر قائم اور ساکن ہے۔ پانچ مشہور سیارے یعنی عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل جنہیں خمسہ متیزہ بھی کہتے ہیں، ان کے علم میں آچکے تھے۔ وہ ان مختلف سیاروں کی چال سے رات کے اوقات کا صحیح صحیح تعین بھی کر لیتے تھے۔ اور رات کے وقت سفر کے دوران سمت کا تعین کرنے کے بھی قابل ہو چکے تھے۔

ان اجرامِ فلکی کے زمین پر بعض اثرات بالکل واضح تھے۔ انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات | مثلاً سورج کی وجہ سے دن رات پیدا ہوتے ہیں اور چاروں موسم وجود میں آتے ہیں۔ جن سے طرح طرح کی فصلیں اور پھل پکتے ہیں۔ زندگی کے لیے روشنی اور حرارت نہایت ضروری ہے جو ہمیں سورج سے حاصل ہوتی ہے۔ رات کو ہم چاند اور ستاروں سے روشنی حاصل کرتے اور ان کی چال سے رات کے اوقات کا تعین اور سفر کے دوران سمت معلوم کرنے میں مدد حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ انہیں اس دور کے انسان نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ چاند جن دنوں میں زائد النور ہوتا ہے، پھلوں میں رس تیزی سے بڑھتا ہے۔ اور جب ناقص النور ہوتا ہے تو یہ رفتار بہت سست پڑ جاتی ہے۔ یہ اثرات تو بالکل بدیہی تھے لیکن انسان نے بعض توہمات کی بناء پر ان سیاروں کے انسان کی انفرادی زندگی پر بھی طرح طرح کے اثرات تسلیم کرنا شروع کر دیئے۔ وہ اپنی زندگی اور موت، مرض اور صحت اور ایسے ہی کئی دوسرے امور کو سیاروں کی چال

سے منسوب کرنے لگا۔

ان توہمات اور گمراہیوں کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی بذریعہ وحی رہنمائی فرمائی اور اسی دور میں حضرت ادریس علیہ السلام (اصل نام اخنوخ) کو مبعوث فرمایا۔ چونکہ یہ زمانہ ابتدائے آفرینش کا دور تھا، لوگوں کے علم نے ابھی کچھ زیادہ ترقی نہ کی تھی۔ لہذا حضرت ادریس علیہ السلام کو بذریعہ وحی چند مفید علوم سکھائے گئے۔ چنانچہ کپڑا بننے اور رکھنے کے موجد اور استادِ اول آپ ہی ہیں۔ منجملہ دیگر علوم کے آپ کو علمِ نجوم کی پوری ماہیت، سیاروں کی گردش اور کشش وغیرہ کا علم بھی عطا کیا گیا۔ آپ علم ہندسہ اور علم حساب کے بڑے ماہر تھے۔ ان علوم کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت اور تقریر میں اتنے ماہر تھے کہ انہیں ہر مسالہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے سیاروں سے متعلق لوگوں کے عقائدِ باطلہ کی پر زور تردید کی۔ اور انہیں سمجھایا کہ یہ اجرامِ محض بنی نوع انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ انسان ان کا خادم نہیں بلکہ مخدوم ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اجرامِ انسان کی زندگی کو ممکن بنانے اور بحال رکھنے کے لئے اس سے بہت پہلے پیدا کئے گئے ہیں اور اپنے مقررہ فرائض کی بجا آوری میں محض مجبور و بے بس ہیں۔ گویا آپ نے انسان کو اس کی عظمت ذہن نشین کر کے ایسے حیرت توہمات سے نجات دلائی۔

حضرت ادریس کی رحلت کو ایک طویل دور گزر گیا تو سیاروں کی گردش

**علمِ ہیئت اور نجوم پرستی**

کے انسان کی انفرادی زندگی پر اثرات کے توہمات پھر انسانی ذہن میں ماہ پانے لگے۔ حتیٰ کہ ۲۵۰۰ سال ق۔م میں حضرت ابراہیمؑ اسی علاقہ میں مبعوث ہوئے تو یہ قوم پوری طرح نجوم پرست بن چکی تھی۔ اس وقت شہر بابل عراق کا پایہ تخت اور فرود حکمران تھا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ حضرت ابراہیمؑ، اس سلطنت کے سب سے بڑے شاہی پردہت، نجوم پرست اور بُت تراش ”آرز“ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آرز کا اصلی نام تاریخ تھا لیکن بُت گری، بُت فروشی کے پیشہ کی وجہ سے آرز مشہور ہو گیا تھا۔ ان دنوں مندروں میں دوسرے بتوں کے علاوہ سیاروں کے دیوتاؤں کی موبوم شکلوں کے مجسمے بھی رکھے جاتے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔

۱۵ ہر مسکنِ رومی کی مجلسِ علمی کا قائد تھا۔ یہ ایک عظیم فلاسفر اور حکیم تھا۔ جب دربار میں کھڑے ہو کر اس مجلس کے سامنے تقریر کرتا تو ایسے رموز و نکات بیان کرتا کہ اہل مجلس اس کی عقل و دانش پر مبہوت رہ جاتے تھے۔ یونانی حکماء اس پر بہت رشک کیا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ہوش سنبھالا تو قوم کی اس نجوم پرستی اور بت پرستی پر آپ کی طبیعت سخت بیزار ہوئی۔ سیاروں کے ایسے اثرات کو تسلیم کرنے پر آپ کی طبیعت قطعاً آمادہ نہ ہوتی تھی۔ آپ نے پہلے کسی سیارے کا غور سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا، پھر چاند اور اس کے بعد سورج کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اس مطالعہ نے آپ کو سیاروں کے اثرات سے بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ اجرام خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اپنے فرض کی ادائیگی میں مجبور و بے بس ہیں، ان کا اپنا ذرہ بھر بھی اختیار نہیں ہے۔ آپ سوچتے تھے کہ بھلا ایسی مجبور و بے بس اشیاء خدا کی اختیارات کی حامل کیونکر ہو سکتی ہیں؟

آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ سیارے رات کو طلوع و غروب ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو چیز میرے پاس موجود نہیں رہ سکتی بلکہ غائب یا نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے وہ میری حفاظت کیسے کر سکتی ہے؟ اور میرا کیا بگاڑ یا سنوار سکتی ہے؟ چنانچہ آپ کی طبیعت اس جستجو میں رہتی کہ ایسی ذات کا پتہ لگائیں جو ان اجرام کی اور خود ہماری بھی نگران اور مڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور بذریعہ وحی اس اضطراب کو دور کر کے یقینی علم عطا فرمایا۔ بقول ارشاد باری تعالیٰ :-

”كَذَٰلِكَ يُرِيّٰ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْتَمِنِيْنَ“ (۱۷/۲۱)

اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو کائنات کے عجائبات دکھلا دیئے تاکہ اسے یقینی علم حاصل ہو۔

چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم ہیبت کی حقیقت سے بذریعہ وحی کلی طور پر آگاہ کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے علی الاعلان ان عقائد باطلہ اور نجوم پرستی کی مخالفت اور تردید شروع کی۔ رد عمل کے طور پر باپ نے آپ کو گھر سے نکال دیا اور قوم نے ملک بدر کر دیا۔ مگر جہاں کہیں بھی آپ گئے، اپنا مشن جاری رکھا۔ اور ستاروں کے بجائے اللہ کی فرمانروائی کا درس دیتے رہے۔

آپ کی قوم میں انفرادی زندگی پر ستاروں کے اثرات کا عقیدہ اتنا راسخ ہو چکا تھا کہ ہر کام میں سیاروں کی چال ملاحظہ کر کے ان سے اچھے اور بُرے نتائج اخذ کرتے اور ان بد عمل پیرا ہوتے تھے۔

ایک دفعہ قوم نے نوروز کے دن (جو ان کے ماں بڑا مہترک دن تھا جبکہ سورج برج حمل میں داخل ہوتا ہے) ان بتوں کے حضور نذر و نیاز پیش کرنے کے بعد ایک میلہ پر تفریحی تقریبات منانے کا پروگرام بنایا۔ یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ ہی لے جانا چاہتے تھے۔

کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کچھ "خطرہ" بھی تھا۔ جب ان لوگوں نے آپ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا تو آپ کو ایک ترکیب سوجھ گئی۔ آپ نے فوراً سیاروں کی طرف توجہ کی اور فرمادیا کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں، تمہارے رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ یہی ایک ترکیبان لوگوں کی نظریں کامیاب ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ چار دن اچھا آپ کو پیچھے چھوڑ کر میلہ پر چلے گئے۔

بعد میں وہی کچھ ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا۔ آپ نے تبر لے کر تمام دیوتاؤں کو (جو مختلف سیاروں کے ہی موبہوم مجسمے تھے) پاش پاش کر دیا۔ سب سے بڑے بت کو اس لئے چھوڑ دیا کہ یہ بڑا خدا اپنے پجاریوں کو صحیح صورتِ حال سے مطلع کر سکے گا۔ چنانچہ آپ تبر اس کے کندھے پر رکھ کر چلے گئے۔ یہ کارنامہ اس قوم اور اس کے خداؤں سب کے لئے کھلا ہوا چیلنج تھا۔ مگر یہ تمام دیوتا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ تاہم ذہنی طور پر اس شکست خوردہ قوم نے اپنے دیوتاؤں کی وکالت کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس جرم کی پاداش میں آگ میں زندہ جلا دینے کا انتقام کیا۔ لیکن اس حقیقی اللہ نے جس پر آپ ایمان رکھتے تھے، آپ کو آگ سے زندہ سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ قوم کے لئے دوسرا بڑا چیلنج تھا لیکن ان کی بے بسی نے ان کو سرنگوں کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قول و عمل سے بت پرستی اور نجوم پرستی کے خلاف مہم چلائی تھی، وہ کامیاب رہی اور ایسے عقائد ایک طویل مدت کے لئے بالکل سرد پڑ گئے۔

علم ہیئت کے متعلق معلومات، مشاہدات اور توہمات کا یہ سب سے پہلا اور طویل دور ہے جو تقریباً ۶۰۰ ق م تک پہنچتا ہے۔ اس دور میں کسی رصد گاہ یا دور بین کا وجود نہ تھا۔ لہذا اس علم کی بنیاد عام انسانی مشاہدہ کے مطابق تھی۔ یعنی اس نظریہ کے مطابق زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک تصور کیا جاتا تھا۔

دوسرا دور - حرکتِ زمین اور سکونِ شمس کا نظریہ

عراق کے بعد اہل یونان نے علم ہیئت میں خاصی دلچسپی لی۔ یونان کے فلاسفر ان مشاہدات سے ماخوذ نتائج کو ایک باقاعدہ علم اور نظریہ کے طور پر پیش کرنے لگے۔ سب سے پہلے یونان کے ایک حکیم فیثا غورث نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے۔ فیثا غورث ۵۹۰ ق م میں شہر صور میں پیدا ہوا۔ یہ ایک عظیم مفکر اور فلاسفر تھا۔ جس نے دیگر کئی علوم کے علاوہ علم ہندسہ اور علم نجوم میں مہارت حاصل کی۔ علم ہیئت کے متعلق فیثا غورث کی تحقیقات یونان میں اس قدر مقبول ہوئیں کہ اس نظریہ کی باقاعدہ درس و تدریس شروع ہو گئی۔

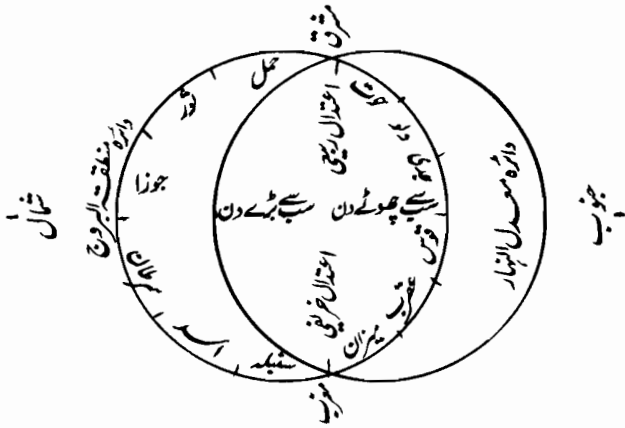
اس نظام میں سورج کو ساکن اور مرکز قرار دیا گیا۔ جس کے گرد ہماری زمین اور صد ہا دوسرے سیارے گردش کرتے ہیں۔ ان سیاروں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا۔ پہلی قسم میں معروف سیارے عطارد، زہرہ، مریخ وغیرہ شامل تھے۔ دوسری قسم ثانوی سیارچوں کی تھی جنہیں ہم چاند کہتے ہیں جو سیاروں کے گرد گھومتے ہیں۔ تیسرے دنبالہ دار (مدار سیارے (COMETS) کہلاتے ہیں جو بیضوی مدارات پر طولانی گردش کرتے ہیں۔

اس نظام میں ہمارے نظام شمسی کو ایک وحدت یا مملکت قرار دیا گیا ہے اور یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ ہمارے سورج کی طرح اور بھی بے شمار ثوابت (ستارے، سورج کی طرح کے مرکز) اس کائنات میں موجود ہیں۔ اور ان کے گرد بھی مذکورہ بالا تینوں اقسام کے سیارے گردش کر رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس دور کے ہیئت دانوں نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ عین ممکن ہے، ان بے شمار ستاروں (ثوابت۔ سورج یا مرکز) کے لئے کوئی بہت بڑا ستارہ موجود ہو جس کے گرد تمام سورج اپنے اپنے نظام شمسی سمیت گردش کر رہے ہوں۔ ایسے بہت بڑے ستارے کو ثابۃ الثوابت یا شمس الثموس کا نام دیا جاسکتا ہے جس کے گرد تمام ستارے اپنی اپنی شان و شوکت کے ساتھ گردش کر رہے ہوں۔ یہ نظریہ یونان میں بے حد مقبول ہوا اور افلاطون اور ارسطیدس نے بھی یہی رائے پسند کی تھی۔

**تیسرا دور۔ حرکت شمس اور سکون زمین کا نظریہ** | بعد ازاں چوتھی صدی ق۔ م میں بطلمیوس فلاسفر نے علم ہیئت کے متعلق وہی پہلا نظریہ پیش کیا۔ یہ علم ہندسہ، ہیئت اور نجوم میں استاد وقت اور یکتائے روزگار تھا۔ اس نے اجرام فلکی کی تحقیقات کے لئے ایک رصد بھی تیار کی تھی اور ان علوم پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔ علم ہیئت میں اس کی کتاب مجبلی نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔

اس نظام میں زمین کو ساکن اور مرکز عام قرار دیا گیا ہے۔ اس نظام کے مطابق ۱۳ کرے مقرر کئے گئے ہیں۔ چار کرے تو عناصر پر مشتمل ہیں۔ کرہ خاک جو ہماری زمین ہے۔ کرہ آب جو کرہ خاک کو پوری طرح محیط نہیں بلکہ کرہ خاک کے ۳/۴ حصہ پر محیط ہے۔ اور یہ دونوں کرے مل کر دراصل ایک ہی کرہ بنتا ہے اس کے اوپر کرہ ہوا اور پھر چوتھے نمبر پر کرہ حرارت ہے۔ ان چار کرے کے بعد کرہ ہائے افلاک شروع ہو جاتے ہیں۔ پہلے فلک پرچاند، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر سورج، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ گویا

سات آسمانوں کو سات سیاروں سے منسوب کیا گیا ہے۔ آٹھویں فلک کو فلک ثوابت قرار دیا گیا ہے جسے فلک البروج بھی کہتے ہیں۔ علائقے ہیئت نے اس آٹھویں آسمان کے دائرہ کو ۱۲ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو ایک برج قرار دیا ہے۔ اس دائرہ کو منطقۃ البروج (ZODIAC) کہتے ہیں۔ اس آٹھویں فلک پر ایک فرضی گول خط کھینچا گیا ہے جو زمین پر واقع خط استوا کے بالکل سیدھ میں ہے اور اس خط کو معدل النہار کہتے ہیں۔ منطقۃ البروج اس معدل النہار کو قطع کرتا ہے۔ جب آفتاب ان دو مقامات تقاطع پر سے گزرتا ہے تو دن رات برابر ہوتے ہیں۔ یعنی



ایک بار برج حمل میں دوسری بار برج سنبلہ میں۔ معدل النہار اور منطقۃ البروج کی یہ شکل ہے :  
فلک نہم تمام آسمانوں پر محیط ہے۔ اسے فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ ہر فلک کی جداگانہ حرکت ہے مگر آٹھوں آسمان اور ساتوں سیارے فلک نہم کی حرکت وضعی سے وابستہ ہیں اور ساتوں سیاروں کی حرکت سالانہ ہر ایک فلک کی حرکت خاص سے تعلق رکھتی ہے۔

بارہ برج | فلک البروج کے ۱۲ حصے یا ۱۲ برج ہیں۔ جو دراصل ستاروں کے بھر مٹ یا مجمع النجوم (CONSTELLATIONS) ہیں جنہیں دیکھنے سے ایک مخصوص تصور یا شکل ذہن میں آ جاتی ہے۔ ان برجوں کے نام اور اشکال یہ ہیں :-

نمبر شمار	عربی	ہندی	انگریزی	معنی	شکل
۱	حمل	میکھ	ARIES	یہ ایک حسیم مینڈھے کی شکل ہے۔	شکل
۲	ثور	برکھ	TAURUS	بیل	بیل

دوہم عمر لڑکیاں ساتھ ساتھ کھڑی ہیں۔	برج ڈال کر لیا	GEMINI ۵۷ TWINS	مقنن	جوزا	۳
کیکڑے کی شکل	کیکڑا	CANCER ۵۷ CRAB	کرک	سرطان	۴
شیر کی شکل	شیر	LEO ۵۷ LION	سنگھ	اسد	۵
ایک کنواری عورت ننگے سر جے پہنے دکھلائی گئی ہے	کنواری	VERGO ۵۷ VIRGIN	کنیا	سنبلہ	۶
ترازو کی شکل ایک طرف سے دیکھنے سے	ترازو	LIBRA ۵۷ BALANCE	تلا	میزان	۷
بچھو کی شکل	بچھو	SEORPIO ۵۷ SCORPION	برچھک	عقرب	۸
دھڑلکھوڑے کا سر انسان کا جو تیر لمان کھینچے ہوئے ہے	لمان	SAGITARIUS ۵۷ ARCHER	دھن	قوس	۹
سیدھے سینگوں والی بکری	بکری	CAPRICORN ۵۷ GOAT	مکر	جدی	۱۰
ماشکی یا سقم کی شکل	ڈول	AQUARIUS ۵۷ WATER CARRIER	کنبھ	دلو	۱۱
دو پھیلیاں ہیں۔ ایک لسی سمت میں دوسری افقی سمت میں۔	پھیلی	PISEES ۵۷ FISHES	میں	حوت	۱۲

ہر سیارہ ان برجوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ اور یہ برج ۱۸ درجے چوڑائی میں تمام آسمان پر پھیلے

ہوتے ہیں۔

**منازل قمر** | برجوں کی تقسیم کے علاوہ اس فلک کو ۲۸ منازل میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک برج کی لمبائی ۳۰ درجے ہے۔ تو ایک منزل کی اوسط تقریباً ۱۳ درجے ہے۔ یہ منازل مقرر کھلتی ہیں۔ گویا یہ چاند کا تقریباً ایک دن کا سفر ہے۔ ان منازل کے نام اور تفصیل بوجہ طوالت نظر انداز کی جاتی ہے۔ قرآن کریم نے بھی درج ذیل آیات میں ان منازل کا ذکر کیا ہے :-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ التَّمَسَّ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ه (۱۶)

وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۳۶/۹)

اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ تاکہ وہ کبھو کی پرانی شاخ (دھڑک) کی طرح (پتلا سا) ہو جاتا ہے

یونان میں فیثا غورث کے نظریہ کے بعد جلد ہی تقریباً ڈیڑھ صدی بعد یہ نظریہ علم ہیئت مقبول ہونے لگا۔ چنانچہ فلاسفر ارسطو اور برخس وغیرہ جو بطلمیوس کے پیش رو تھے، اسی نظریہ کے قائل تھے

اور انہی علمائے ہیئت کی مدد سے بطلمیوس نے یہ نظریہ مرتب کیا تھا جو چارواں تک عالم بہت مقبول ہوا۔ مصر، یونان، ہند وغیرہ سب ممالک میں اس نظریہ کو قبول عام حاصل ہوا۔ یورپ میں بھی سنہ ۱۵۱۷ء تک اس کی تعلیم دی جاتی رہی ہے۔ ایران، عرب، ترکی اور روم میں اب تک جاری ہے۔ ہندوستان میں آج تک جنتریاں وغیرہ اسی نظام کے تحت مرتب کی جاتی ہیں۔

**نجوم پرستی کی انتہا** | یہ نظریہ ہیئت پہلی حیثیت سے بڑھ کر نجوم پرستانہ عقائد بھی اپنے ساتھ لایا۔ فلک اور سیاروں کی گردش کے مخصوص اثرات تسلیم کر لئے گئے جو

انسانی زندگی پر ہر وقت پڑتے رہتے ہیں۔ بعض ممالک میں ان سات سیاروں کو دیوتاؤں کا درجہ دیا گیا۔ ہفتہ کے دنوں کے نام انہی سات سیاروں کے نام پر رکھے گئے۔ انسان ان سیاروں کو معبود اور دیوتا سمجھ کر انہیں خوش رکھنے کے لئے ان کے حضور نذر و نیاز اور قربانیاں پیش کرنے لگا اور ان کی ناراضگی سے ڈرنے لگا۔ اہل ہند اور اہل یونان و روم ان معتقدات میں سب سے بڑھے ہوئے تھے چنانچہ ہفتہ کے دنوں کے ناموں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔ انگریزی زبان میں اتوار کو سنڈے (SUNDAY) سورج دیوتا کا دن، سووار کو منڈے (MONDAY) چاند دیوتا کا دن کہا جاتا ہے۔ مریخ (MARS) کے دیوتا کا نام (TIV) تھا اسی نسبت سے منگل کو ٹیوزڈے (TUESDAY) کہتے ہیں۔ عطارد کے دیوتا کا نام (WEDEN) رکھا گیا اور اسی نسبت سے بدھ کو (WEDNESDAY) کہتے ہیں۔ دیوتا کا ایک بیٹا ہتھار (THOR) تسلیم کیا گیا جو گرج یا رعد کا دیوتا تھا اسے مشتری کا دیوتا قرار دیا گیا اور اسی نسبت سے جمعرات کو (THURSDAY) کہتے ہیں۔ WEDEN کی بیوی کا نام فرگ (FRIGG) یا فرگا (FRIGGA) تجویز ہوا۔ اسے جونو (JUNO) بھی کہتے ہیں۔ یہ زہرہ سیارہ کی دیوی تھی اور اسی نسبت سے جمعہ کے دن کو (FRIDAY) کہا جانے لگا۔ زہرہ کا مالک دیوتا کی بجائے دیوی (مونث) تجویز کرنے کی شاید یہ وجہ ہو کہ زہرہ کو ایک خوبصورت سیارہ تصور کیا جاتا ہے۔ زحل کو انگریزی میں (SATURN) کہتے ہیں۔ یہی اس کے دیوتا کا نام تھا اور اسی نسبت سے ہفتہ کے دن کو (SATURDAY) کہتے ہیں۔

یہ تو عیسوی تقویم میں ہفتہ کے دنوں کے نام تھے۔ مہینوں کا یہی حال ہے۔ بارہ مہینوں میں



سے پہلے آٹھ مہینوں کے نام بھی دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہیں۔ جنوری کا لفظ رومن دیوتا جینس کی یاد تازہ کرتا ہے۔ فیبروری، فیبروا کی، مارچ رومنوں کے جنگ کے دیوتا مریخ کی، اپریل "اپھی رائز" کی، مئی رومنوں کی نشوونما کی دیوی میٹیا کی، جون، جونو دیوی کی، جولائی روم کے بادشاہ جولیس سیرز کی اور اگست اگسٹس سیرز کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ باقی آخری چار ماہ اعداد سے متعلق ہیں۔ یعنی ستمبر لاطینی لفظ سپٹیم سے مشتق ہے جس کے معنی سات یا ساتویں کے ہیں۔ اکتوبر لاطینی لفظ اوکٹو سے یعنی آٹھ یا آٹھواں، نومبر لاطینی لفظ نوم سے یعنی نیا نواں اور دسمبر لاطینی لفظ ڈسیم یعنی دس یا دسواں سے مشتق ہیں۔ آخری چار ماہ کے نام غالباً اس دور میں رکھے گئے ہوں گے جب شمسی تقویم میں دس ماہ شمار کئے جاتے تھے۔

علمِ جوتش اہند کے لوگ ان معتقدات میں اہل مغرب سے بھی کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ ان کے ہاں بھی ہفتہ کے دنوں کے نام سیاروں کے نام پر رکھے گئے۔ مثلاً زحل کو سینچر کہتے ہیں تو اس سے ہفتہ کا نام سینچر وار رکھا گیا۔ اس ستارہ کو منحوس تصور کیا جاتا ہے۔ پھر ہر انسان کے نام کی بنا پر اس کی کسی مخصوص سیارہ سے نسبت قائم کی گئی۔ گویا اس انسان پر اس منسوب سیارہ کے اثرات دوسرے سیاروں کی نسبت زیادہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی طرح زہرہ سیارہ کو شکر کہتے ہیں تو جمعہ کا نام شکر وار مشہور ہوا۔ مشتری کو ہندی میں برہسپت کہتے ہیں۔ جمعرات کا دن اس ستارہ کا دن تسلیم کیا گیا۔ اور اسے برہسپتو وار یا ویروار کہتے تھے۔ یہ ستارہ سعد اکبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ گویا جس شخص کی اس سیارہ سے نسبت ہے وہ نیک بخت ہوگا۔ عطارد سیارہ کو بدھ اور اور اس کے دن کو بدھ وار کہتے ہیں۔ اس سیارہ کا تعلق رکھنے والا علم و دانش سے بہرہ ور ہوگا مریخ کو منگل کہتے ہیں۔ اس ستارہ کو بھی منحوس تصور کرتے ہیں۔ اور منگل کا دن اسی سیارہ سے منسوب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سوموار کا دن چاند سے منسوب ہے اور ایسے شخص میں جو اس سے تعلق رکھتا ہے، نرمی اور جمال پایا جاتا ہے۔ اتوار سورج کا دن ہے اور اس سیارہ سے تعلق رکھنے والا شخص عموماً بہادر اور پرشکوہ ہوتا ہے۔

مزید ستم یہ ہوا کہ انفرادی اثرات کے علاوہ ان سیاروں کے زمین اور اہل زمین پر مجموعی اثرات بھی معتقدات میں شامل ہو گئے۔ مثلاً دولت، زراعت، معدنیات اور کپڑے کا مالک سورج کو تسلیم کیا گیا۔ مشتری یعنی برہسپت کو سیلاب اور بادلوں کا مالک، مریخ یعنی منگل کو پھلوں کے رسوں کا مالک، زحل یعنی سینچر کو غلہ کا مالک اور عطارد یعنی بدھ کو تمام پھلدار

درختوں اور پودوں کا مالک سمجھا جانے لگا۔ ان معتقدات کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم ہیئت کے علاوہ ایک دوسرا علم، جو علم نجوم یا علم جوتش کے نام سے مشہور ہوا، بہت زیادہ فروغ پا گیا۔ بادشاہ اور حکمران لوگ کسی بھی مہم اور سفر پر روانہ ہونے سے پیشتر نجومیوں سے زائچے تیار کروا کر یہ معلوم کرتے تھے کہ ان کا یہ سفر یا مہم کن حالات پر منتج ہوگی۔ اس طرح سے علم نجوم سے لوگوں کی دلچسپی بڑھتی گئی اور پیشہ در نجومیوں کی ایک فوج ظفر موج پیدا ہوئی جو لوگوں کے زائچے تیار کر کے انہیں یہ خدمات بہم پہنچاتی اور غیب کی خبریں ہتیا کرنے لگی۔ آج کل بھی ہماری زبان میں ایسے بے شمار حادرات زبان زد ہیں جو ان معتقدات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مثلاً ”ستارہ قسمت کا گردش میں ہونا“، ”فلک کج رفتار کی چیرہ دستی“ وغیرہ۔ حتیٰ کہ ہمارے شعر و ادب میں بھی یہ معتقدات نفوذ کر گئے بقول غالبؒ

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرا ئیں کیا؟

غرض ہمارے شعر و ادب اور روزمرہ میں ایسی بیشمار مثالیں ملتی ہیں۔

مسلمانوں نے اپنے دور تمدن میں علم ہیئت کو پورے عروج پر پہنچایا۔ مشہور مستشرق فلپ کے حتی (PHILLIP-K-HITTI) اعتراف کرتا ہے کہ :

”عربوں نے علم طب ہیئت، ریاضی اور کیمیا میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ عربوں نے سائنس کے علم میں تجرباتی اصول سے کام لیا ہے جو یونانیوں کے نظریاتی اصول کے مقابلہ میں ایک نمایاں ترقی تھی“

مشہور جغرافیہ دان ابن موسیٰ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا جس سے کڑھ ارض کی پیمائش کی جا سکتی تھی۔ ولیم ڈریپر (WILLIAM DRAPER) لکھتا ہے کہ :

”یورپ میں سب سے پہلی رصد گاہ (OBSERVATORY) اسپین میں تعمیر ہوئی جو مسلمانوں نے تعمیر کی تھی“

بایں ہمہ اسلام سیاروں کے اثرات، علم جوتش کا قائل نہیں ہے۔ لہذا مسلمان ہیئت دانوں نے اس پہلو کو مطلق قبول نہیں کیا۔ ہمارے ماں جو اس قسم کے لغویات پائے جاتے ہیں تو یہ ہندو تہذیب کا اثر ہے۔ عربی زبان میں ہفتہ کے دنوں کے ناموں کا بھی سیاروں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جس کی وضاحت آگے چل کر آئے گی۔

# علم ہیئت کا ارتقا اور اسلام

چوتھا یا موجودہ دور، حرکت زمین اور سکون شمس کا نظریہ | بطلموسی نظریہ ہیئت اپنے تمام معتقدات سمیت تقریباً ۱۸۰۰

سال تک دنیا بھر میں مشہور و مقبول رہا۔ بالآخر یورپ کے ایک ہیئت دان کوپرنیکس (۱۴۷۳-۱۵۴۳) نے سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں یہ آواز بلند کی کہ موجودہ نظام ہیئت میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ اس کے برعکس کوپرنیکس نے زمین کی محوری گردش اور سورج کے گرد سالانہ گردش کا نظریہ پیش کیا اور واضح طور پر اعلان کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے۔ لیکن کوپرنیکس کے بعد ایک دوسرے ہیئت دان ٹیکو براہی نے کوپرنیکس کے نظریہ کو رد کر دیا اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد اسی پہلے نظریہ بطلموس کو صحیح قرار دیا۔ جس میں زمین کو ساکن قرار دیا گیا ہے اور سورج اور دوسرے تمام سیارے اس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔

بعد ازاں اٹلی کے ایک ہیئت دان گیلیلیو نے ایک دوسرے ہیئت دان جنس (ہالینڈ) کی مدد سے کئی قسم کی دوربینیں تیار کیں۔ ان کی مدد سے جب اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا تو کوپرنیکس کے نظریہ کو بہت درست پایا۔ ساہا سال کی محنت کے بعد اس نے ۱۶۱۰ء میں یہ دریافت کیا کہ مشتری کے گرد بھی کئی چاند چکر لگا رہے ہیں۔ نیز یہ کہ فی الواقع ہماری زمین ہی سورج کے گرد حرکت کر رہی ہے چنانچہ اس نے اپنی تحقیقات کو شائع کرایا تو پادریوں نے اسے مذہب کے خلاف مسائل قرار دے کر اسے سخت مجرم گردانا اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جہاں سے ایک سال بعد اس کی رہائی ہوئی۔ عدالت کے سامنے بھی وہ یہی کہتا رہا کہ میں اگر مارا بھی گیا تو بھی زمین گھومتی ہی رہے گی۔

۱۶۳۲ء میں سر آئزک نیوٹن (انگلینڈ) نے کشش ثقل یا زمین کی کشش مرکزی کو تحقیقات کے

ذریعہ درجہ ثبوت پر پہنچایا۔ نیز یہ مشاہدہ کیا کہ دوسرے سیاروں میں بھی یہ کشش موجود ہے۔ اور اسی کشش کی بنا پر ہی وہ گردش میں رہتے ہیں۔ مزید برآں اس نے حرکت کے قوانین بھی مرتب کئے۔ ان تحقیقات کے باعث علم ہیئت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ بعد کے ہیئت دانوں نے روشنی کی رفتار، اس کی مدد سے سیاروں کے فاصلے، سیاروں کے حجم، ان کا درجہ حرارت، ان کی کشش ثقل، ان کی گردش محوری اور دوری کی مدت نیز مزید کئی قسم کے ستارے اور سیارے دریافت کر لئے ہیں۔

کوپرنیکس کا نظریہ نظام شمسی دراصل فیثاغورث کے نظریہ کا چرہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ نظریہ موجودہ تحقیقات کی دجہ سے اس انتہا کو پہنچ گیا ہے جہاں اسے آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ تحقیقات کی رو سے سورج ساکن ہے جو صرف محوری گردش کرتا ہے۔ اس کے گرد نو سیارے گردش کر رہے ہیں جن میں تیسرے نمبر پر ہماری زمین ہے۔ اور اس کا سورج سے فاصلہ ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے۔ آخری نواں ستیارہ پلوٹو ہے جس کا سورج سے ۳ ارب ۶۸ کروڑ میل فاصلہ ہے۔ جسامت کے لحاظ سے بھی ہماری زمین دوسرے سیاروں کی نسبت بالکل حقیر ہے۔

**کائناتی دست** | اس نظام شمسی میں سورج ایک ستارہ یا ثابت ہے۔ کائنات میں ایسے ہزاروں ستارے یا ثوابت مشاہدہ کئے جا چکے ہیں اور یہ ستارے یا سورج جسامت کے لحاظ سے ہمارے سورج سے بہت بڑے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی سے بہت دور تقریباً ۲۰ کھرب کلومیٹر کے فاصلے پر ایک سورج موجود ہے جو ہمیں محض روشنی کا ایک چھوٹا سا نقطہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نام الف قنطورس (ALFA CENTAURIS) ہے۔ ایسے ہی دوسرے سورج اس سے بھی دور ہیں اور خلا میں ہر طرف ایک دوسرے سے الگ الگ بکھرے پڑے ہیں۔ رات کے وقت وہ آسمان پر روشنی کے ننھے ننھے نقطوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یہ سب ستارے دراصل بہت بڑے اجسام ہیں اور ہمارے سورج کی طرح یہ بھی خود روشن ہیں۔

جسامت کے لحاظ سے سیاروں اور ستاروں کو ۴ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کو سفید بونے کہا جاتا ہے۔ انکی اوسط جسامت مشتری کے برابر سمجھی گئی ہے۔ اور مشتری کی جسامت نظام شمسی کے باقی ۸ سیاروں (جن میں ہماری زمین بھی شامل ہے) کے برابر ہے۔ ہمارا سورج دوسری قسم میں آتا ہے۔ اور سورج کی جسامت زمین سے ۳ لاکھ ۷۳ ہزار گنا زیادہ ہے۔ گویا ہمارا اتنا بڑا سورج بھی بڑے ستاروں میں شامل نہیں ہے۔ تیسرے قسم کے ستاروں کو دیو (GIANTS) اور چوتھی قسم کے ستاروں کو شاہ دیو (SUPER GIANTS) کہا جاتا ہے۔ ایسے ستاروں کے مقابلے

میں ہمارا سورج ایسے ہی ہے جیسے سورج کے مقابلہ میں ہماری زمین۔ ایسے ہی ایک تارے کا نام قلبِ عقرب (ANTARES) ہے۔ اگر اسے اٹھا کر نظامِ شمسی میں رکھا جائے تو سورج سے سیارہِ مریخ تک تمام علاقہ اس میں پوری طرح سما جائے گا۔ جبکہ مریخ کا سورج سے فاصلہ ۴ کروڑ ۵ لاکھ میل ہے۔ گویا قلبِ عقرب کا قطر ۲۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے لگ بھگ ہے۔

مزید برآں کائنات میں لاتعداد جمعِ انجوم اور کہکشاؤں ہیئتِ دانوں کو درطہ حیرت میں ڈال کر ان کے علم کو ہر آن چیلنج کر رہی ہیں۔ جب انسان کائنات کی وسعت اور اس کی اتھاہ پہنائیوں میں مستغرق ہو جاتا ہے تو بلا اختیار قرآن کے یہ الفاظ زبان پر آ جاتے ہیں۔

”قُلْ لَوْ كَانُوا يَحْكُمُونَ مَدَا الْأَكَلِيَّتِ رَبِّي لَنَفِذَ الْبَحْرَ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا“ (الكهف: ۱۸)

”آپ فرمادیجئے کہ اگر ساتوں سمندر اور اتنے سمندر اور بھی میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی کا کام دیں تو یہ سب سمندر ختم ہو سکتے ہیں مگر یہ کلمات ختم نہ ہوں گے“

اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جوں جوں ہیئتِ دان مزید طاقتور اور جدید قسم کی دیوئیں استعمال کر رہے ہیں، توں توں اس بات کا بھی انکشاف ہو رہا ہے کہ کائنات میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ سیاروں کے درمیانی فاصلے بھی بڑھ رہے ہیں اور نئے نئے اجرامِ مشاہدہ میں آرہے ہیں، بقولِ باری تعالیٰ :

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ“ (الذاریت: ۴۷)

”ہم نے آسمان کو قوت و قدرت سے پیدا کیا اور ہم اس میں ہر آن توسیع کر رہے ہیں۔“

یہاں سماء سے مراد فضا کے بسیط ہے۔

## علمِ ہیئت اور اسلام

علمِ ہیئت کا مطالعہ :

جوں جوں انسان کائنات اور اجرامِ فلکی کا مشاہدہ کرتا ہے، خدا کی قدرت و عظمت اور جلال اس کے دل پر نقش ہوتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائناتی مطالعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں شمار کیا ہے۔ فرمایا :

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ“ (محم السجدة: ۵۳)

”عقربیب ہم انہیں کائنات (اطراف عالم) میں اور خود ان کی ذات میں ایسی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ اللہ کی ذات برحق ہے“

اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر، دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی حیرت خیز نیوں کی طرف توجہ دلائی ہے:

”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (فاطر: ۲۸)

”خدا تعالیٰ سے، اس کے بندوں میں سے، وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں!“

یہاں ہم ایک اہم واقعہ درج کرتے ہیں جس کے راوی علامہ عنایت اللہ مشرقی ہیں۔ یہ واقعہ ان دنوں سے متعلق ہے جب وہ انگلستان میں زیر تعلیم تھے۔

”۱۹۰۹ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ میں کسی کام سے باہر نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمس جینس (JAMES JEANS) بنگل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ”کیا چاہتے ہو؟“ میں نے کہا، ”دو باتیں۔ اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتہ بنگل میں داب رکھا ہے۔ سر جیمز اپنی بدحواسی پر مسکرائے اور چھاتہ تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گر جا میں عبادت کے لئے جا رہا ہے؟ میرے اس سوال پر پروفیسر جیمز لمحو بھر کے لئے رُک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ”آج شام میرے ساتھ چائے پیو!“

چنانچہ میں شام کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک ۴ بجے لیڈی جیمز باہر آ کر کہنے لگیں، ”سر جیمز تمہارے منتظر ہیں“ اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے ”تمہارا سوال کیا تھا؟“

اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اجرام آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں، انکی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی روابط اور طوفان ہائے نور پردہ ایمان افزہ تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا۔ اور ان کی اپنی یہ کیفیت تھی کہ سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے تھے، آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دو گونہ کیفیتیں عیاں تھیں اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور

آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، ”عنایت اللہ خاں، جب میں خدا کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں ”تو بہت بڑا ہے“ تو میری ہستی کا ہر ذرہ میرا ہم نوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون ..... اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں کیوں کہہ جاتا ہوں؟“

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا۔ میں نے کہا، ”جناب والا! میں آپ کی روح پرور تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی ایک آیت یاد آگئی ہے، اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟“ فرمایا ”ضرور!“ چنانچہ میں نے یہ آیت پڑھی،

”وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ  
وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ أَلْوَانٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى  
اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (فاطر: ۲۸)

”اور پہاڑوں میں سفید اور سُرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور بعض کالے سیاہ ہیں۔ انسانوں، جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں۔“

یہ آیت سننے ہی پر و فیروز جیمز بولے،

”کیا کہا؟ اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں؟ حیرت انگیز، بہت عجیب۔ یہ بات جو مجھے پچاس برس مسلسل مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن (مجید) میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت کھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان پڑھ تھے، انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہ ہو سکتی تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں بتائی تھی۔ بہت خوب، بہت عجیب!“

(بحوالہ علم جدید کا چیلنج، مؤلف وحید الدین خاں ص ۲۱۵ - ۲۱۷)

سرا آنرک نیوٹن، جو کششِ ثقل و قوتِ جاذبہ (GRAVITY) اور قوانینِ حرکت کا موجد تسلیم کیا جاتا ہے، نے کائنات کے وسیع مطالعہ کے بعد اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے،

”کو اکیب کی حرکاتِ عالیہ ممکن نہیں کہ محض عام قوتِ جاذبہ کا نتیجہ ہوں۔ یہ قوت

جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے۔ اس لئے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا مزدوری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو جو باوجود قوتِ جاذبہ کی کشش کے ان کو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سبب طبیعی ایسا نہیں بتلایا جاسکتا جس نے تمام کواکب کو کھلی فضا میں جکر بزد کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت ہمیشہ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی مختلف نہ ہو۔ پھر کواکب کی حرکات اور درجاتِ سرعت میں ان کی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عین توازن قائم رکھا گیا ہے، کوئی سبب طبیعی نہیں جس سے ہم ان منظم و محفوظ نوامیس کو وابستہ کر سکیں۔ ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا نظام کسی لیے زبردست حکیم و عظیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرامِ سماویہ کے مواد اور ان کی ماہیت سے پورا پورا واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوتِ جاذبہ صادر ہوگی۔ اس نے اپنے زبردست اندازہ سے کواکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم یا تزامن نہ ہو اور سارا عالم حکماً کرتباہ نہ ہو جائے، (تفسیر علامہ شبلیہ عثمانی حاشیہ آیت ۴: ۵۵)

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تخلیق کائنات کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے، فرمایا:

## علم ہیئت کی ترغیب

”أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَنكُوبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ“ (الاعراف : ۱۸۵)

”کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان میں غور نہیں کیا۔“

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان اجرامِ فلکی یا دوسرے نشانات سے ہدایت کی طرف رہنمائی اس شخص کو حاصل ہوتی ہے اور خدا کی قدرت و عظمت کا سکھ اس شخص کے دل پر بیٹتا ہے جس کا دل سلیم ہو۔ لیکن جب انسان ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور ہر آیتِ خداوندی کی دوسری وجوہ تلاش کرنے پر کمر بستہ ہو تو اسے کوئی بھی چیز ہدایت کی طرف لانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔



**سیاروں کی خدائی** | اسلام نے انسان کو تمام کائنات سے اشرف تسلیم کیا ہے لہذا وہ سب کچھ کی خدائی یا دیوتائی کو قطعاً تسلیم نہیں کرتا بلکہ کائنات کی ہر چیز اجرام فلکی سمیت سب کو انسان کا خادم قرار دیتا ہے۔ معبود یا الٰہ فقط ایک اللہ کی ذات ہے جس نے ان سب چیزوں کو وجود بخشا ہے۔ لہذا اگر کسی دوسرے کی خدائی کا تصور ہوتا تو چاند اور سورج اور دوسرے اجرام کا انسان معبود قرار دیا جاسکتا تھا، چہ جائیکہ یہ اجرام انسان کے دیوتا بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

”الَّذِينَ تَدْعُونَ اِنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ“ (لقمان : ۲۰)  
 ”کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کو خدا تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے“

دوسری جگہ فرمایا :

”وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبِيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ“  
 (ابراہیم : ۳۳)

”اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا ہے جو ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اسی طرح رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا ہے۔ بھلا ایسے واضح ارشادات کے بعد سیاروں اور ستاروں کی خدائی کا تصور باقی رہ سکتا ہے؟ جو ہماری خدمت پر مامور ہیں۔ ہم علم کے ذریعہ ان سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں، چاند کے علاوہ دوسرے بے شمار سیاروں کو اپنی سیرگاہ بھی بنا سکتے ہیں۔ بقول اقبال سے

سبق بلا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے  
 کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

انسان نے پہلے سیاروں کو معبود تسلیم کیا اور انسانی زندگی پر، زمین اور اہل زمین

پر ان کے اثرات کی بلند عمارت کھڑی کر کے انسان کے عقائد میں شامل کر دیا۔ علم نجوم اور علم جوتش کی تخلیق کی۔ اسلام نے ان اثرات کے تسلیم کرنے کو جرمِ عظیم یعنی اپنی خدائی میں شریک بنانے کے مترادف قرار دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے عقائد عام تھے۔ ہر اچھی اور بُری بات کو



”فَنظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ“ (الصَّفَّاتُ : ۸۸)

”سو ابراہیم علیہ السلام نے سیاروں میں نظر کی اور کہنے لگے، میں تو بیمار ہونے والا ہوں۔ میں اس کی ڈھٹائی پر سخت متعجب ہوا۔ اور کہا کہ ایسے تجاہل عارفانہ سے کام نہ لیجئے۔ یہ تو ”عذرِ گناہ بدتراز گناہ“ والا معاملہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو میلے میں شرکت سے بچنے کے لئے صرف یہی ایک ایسی ترکیب سوجھی تھی جس پر ان کی قوم مطمئن ہو سکتی تھی۔ ورنہ جو سلوک ان سیاروں کے دیوتاؤں کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ نے کیا وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیونکر بچپن ہی میں سیاروں، چاند اور سورج کی دیوتاؤں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم نے متعدد بار کسی دوسرے کے لئے علمِ غیب کی نفی فرمائی ہے اور کئی مقامات پر ”لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا هُوَ“ کہہ کر غیب کی خبریں بتانے والے سب علوم کو باطل قرار دیا ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ جو شخص غیب جانتا ہو اسے تلاشِ معاش کے لئے دَر دَر کی ٹھوکریں کھانے اور محنت و مشقت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان کر دیجئے:

”وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَأَسْتَكْبَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ“ (اعزاء : ۱۸۸)

”اے نبی، آپ فرما دیجئے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سا مال و دولت اکٹھا کر لیتا اور مجھے (کبھی) کوئی گزند نہ پہنچتا“

گویا علمِ غیب کے دو فائدے بتلائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ حصولِ رزق کے لئے محنت و مشقت کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ ایسے شخص کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی اس کا تدارک سوچ لیتا ہے ان وجوہ کی بنا پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کو خود بھی اپنے علم پر یقین نہیں ہے۔ ورنہ آپ اپنی کسی ”نیک ساعت“ میں اتنی دولت اکٹھی کر سکتے ہیں کہ آپ کو فٹ پاتھ پر بیٹھ کر یہ انگوٹھیاں اور توہیندہ بیچنے کی زحمت سے نجات مل جائے۔

اس بات کا جواب دینے کی بجائے اس نے اس علم کو صحیح ثابت کرنے کے لئے چند واقعات پیش کئے۔ میں نے عرض کی کہ کسی چیز کا اثر ثابت ہونا الگ بات ہے اور اس کا جائز ہونا چرنے و گرنے سے۔ جادو یا دیگر شیطانی تصرفات سے کون انکار کر سکتا ہے؟ لیکن ان کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اسی طرح جفر، رمل یا دیگر ایسے علوم جن سے آئندہ کی خبریں بہم پہنچائی جاتی ہیں، فسق و فسق سے ہیں۔ جو کبھی صحیح ہو جاتے ہیں اور کبھی غلط۔ یہ علوم ناجائز تو ہیں ہی، ان کے غیر مفید ہونے کی

بھی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر فی الواقعہ ان کا فائدہ ہے تو ان علوم کے جاننے والے پہلے خود کیوں مستفید نہیں ہوتے ؟

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ بیمار ہو گیا تو اس نے ایک نجومی کو بلا کر اپنی مرض اور صحت کے بارے میں سوال کیا۔ نجومی نے زانچہ تیار کر کے حساب لگایا اور بادشاہ کو بتلایا کہ کل تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔ بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری مگر اس نے اپنے چہرے پر اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہونے دیا۔ پھر اس نے اس نجومی سے کہا کہ اب اپنا زانچہ تیار کر کے بتلاؤ کہ تمہاری کتنی عمر باقی ہے ؟ اس نے زانچہ تیار کیا اور بتلایا کہ ابھی میں دس سال تک زندہ رہوں گا۔ بادشاہ نے اسی وقت جلاو کو حکم دیا کہ اس نجومی کی گردن اڑادی جائے۔ بادشاہ کے حکم کی فوری تعمیل کی گئی اور وہ نجومی اسی روز راہی ملک عدم ہوا جبکہ بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ بادشاہ کے اس اقدام سے سیاروں کی گردش میں بھی کچھ فرق نہ آیا اور نہ ہی سیارے اس کا کچھ بگاڑ سکے۔

علم ہیئت ایک ایسا علم ہے جو مشاہدات سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ سے حاصل شدہ نتائج کو مفروضہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ پھر اس مفروضہ کی مزید مشاہدات اور تجربات سے جانچ پڑتال کی جاتی ہے تو یہ حاصل شدہ نتائج، نظریہ (THEORY) کے درجہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں جب ایک نظریہ کی دائمی طور پر تصدیق ہو جائے تو یہ نظریہ یعنی علم (LAW) بن جاتا ہے۔ علم ہیئت نظریہ کے مراحل میں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سابقہ مختلف ادوار میں کبھی تو زمین کو متحرک اور سورج کو ساکن قرار دیا جاتا رہا ہے اور کبھی سورج کو متحرک اور زمین کو ساکن تسلیم کیا گیا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ انسان کی بیماری اور اس کے علاج کا یونانی نظریہ طب، ایلمینٹیک طریق علاج اور نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ دونوں نظریات کی بنیاد، تشخیص مرض، طریق علاج، ایک ایک چیز میں فرق ہے۔ لیکن دونوں اپنے اپنے میدان میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض وجوہات کی بنا پر کبھی ایک نظریہ قبولیت عام کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور کبھی دوسرا سلسلے آجاتا ہے۔

یہی صورت حال علم ہیئت کی ہے۔ علم ہیئت میں سورج گرہن چاند گرہن اور سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت کے تعین کا مسئلہ ذرا پیچیدہ سا ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیا زمین حرکت کر رہی ہے یا سورج ؟ چاند کی حرکت میں کوئی

اختلاف نہیں ہے۔ لہذا دونوں نظریات کے مطابق ایک قمری ماہ میں چاند، سورج اور زمین دو با ایک سیدھ میں آجاتے ہیں۔ بدر یعنی چودھویں کو سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے۔ لہذا چاند گرنے میں جب بھی ہوگا چودھویں کو ہوگا۔ اسی طرح ۲۸ تا ۲۹ قمری تاریخ کو سورج اور زمین کے درمیان چاند آجاتا ہے۔ لہذا سورج گرنے میں تاریخوں میں لگ سکتا ہے۔ لیکن ہر ماہ یہ واقعہ اس لئے پیش نہیں آتا کہ زمین اور چاند یا سورج اور چاند کی اپنے اپنے مدار پر حرکت مستوی نہیں ہے بلکہ ۵° درجے کا جھکاؤ ہے۔ لہذا یہ اجرام بسا اوقات بڑھ بچا کر نکل جاتے ہیں اور سورج یا چاند گرنے کا موقع کبھی کبھار ہی آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح موجودہ نظریہ ہیئت کا عالم سورج گرنے اور چاند گرنے کا بالکل صحیح حساب پیش کرتا ہے۔ عین اسی طرح وہ نجومی بھی سورج گرنے اور چاند گرنے کا منٹ اور سیکنڈ تک حساب لگا کر کافی مدت پہلے اعلان کر دیتا ہے۔ جو زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک سمجھتا ہے اور عام مشاہدہ کی رُو سے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کسی ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کر سکیں۔ دن رات کی تخلیق، موسموں کا تغیر و تبدل وغیرہ سب نتائج دونوں نظریات کے مطابق درست پائے جاتے ہیں۔

# رؤیتِ ہلال اور اختلافِ مطالع

## نیا چاند اور رؤیتِ ہلال

موجودہ نظریہ کے مطابق یہ امر مسلمہ ہے کہ سورج، چاند اور زمین ایک قمری ماہ میں دو بار ایک سیدھ میں آجاتے ہیں۔ اور یہ واقعات اس وقت ہوتے ہیں جب چاند زمین کے گرد گزرتا ہو اور زمین کے مدار کو قطع کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ جب زمین سورج اور چاند کے درمیان واقع ہو تو یہ چودھویں رات کا موقع ہوتا ہے۔ اور جب چاند سورج اور زمین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو عموماً ۲۸ ویں رات (قمری ماہ) کا موقع ہوتا ہے۔ تاہم ۲۷ اور ۲۹ قمری تاریخ کو بھی ہو سکتا ہے۔ چاند گزرنے کے وقت کبھی لگتا ہے تو پہلی صبح یا چودھویں رات کو لگتا ہے۔ اور سورج گزرنے کے وقت دوسری صورت میں لگتا ہے لیکن یہ موقع کبھی کبھار پیش آتا ہے جس کی وجہ دوسری ہیں۔

نیا چاند | دوسری صورت میں جب چاند اہل زمین سے مکمل طور پر غائب ہو جاتا ہے تو قمری حساب میں اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ پچھلا قمری ہیبت ختم ہو گیا۔ اس موقع کو اجتماعِ نیرین یا قرآن اور انگریزی میں "CONJUNCTION" کہتے ہیں۔ جب چاند مکمل طور پر غائب ہو جاتا ہے تو یہ محض ایک لمحہ کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقویم کے حساب سے نیا چاند شروع ہو جاتا ہے۔ ایک قرآن سے دوسرے قرآن تک کا درمیانی وقفہ اوسطاً ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۲۴ منٹ ہے۔ یہ وقفہ کسی ماہ پانچ گھنٹے تک بڑھ بھی سکتا ہے اور اسی طرح کسی ماہ اتنا ہی کم بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کا کوئی معین وقت نہیں۔ یہ صبح ۹ بجے بھی ہو سکتا ہے اور رات کے ۱۱ بجے بھی۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جس دن یہ قرآن واقع ہوا ہے، اسی رات چاند نظر آجائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو چاند انتہائی باریک ہوتا ہے۔ دوسرے مغربی افق

پر شفق کی سرخی۔ جو تقریباً پون گھنٹہ تک اثر انداز رہتی ہے۔ ایسے چاند کے نظر آنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک دن کی پالورے چوبیس گھنٹے کی عمر کا چاند کتنا پتلا ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ آپ ایک خربوزہ لیں۔ اس پر قاشوں کی صرف آٹھ دس لکیریں ہوتی ہیں۔ اگر آپ اس خربوزہ کو اسی رخ۔ ۳ برابر حصوں میں کاٹ دیں تو ایک قاش کی جتنی موٹائی درمیان سے ہوگی وہی ایک دن کے چاند کی موٹائی ہے لیکن لمبائی پورا نصف دائرہ نہیں بلکہ بہت کم ہوگی۔

چاند کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے جو ایک قمری ماہ میں زمین کے افق پر چکر لگاتا ہے بالفاظ دیگر چاند روزانہ  $\frac{1}{4}$  ۲۹ / ۳۶۰ = تقریباً ۱۲ درجے مغرب سے مشرق کو سفر کرتا ہے۔ اور جب قرآن واقع ہوتا ہے تو اسی لمحہ بعد چاند سورج سے پیچھے رہنا شروع ہو جاتا ہے۔

ہندی تقویم کے مطابق جب تک چاند اور سورج کے درمیان ۱۲ درجے کا فاصلہ نہیں ہو جاتا، چاند کے نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ البتہ یونانی تقویم میں اسے  $\frac{1}{4}$  ۱۱ درجے تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تو نظر یاتی بحث ہے۔ عملاً یہ ہوتا ہے کہ ۳۰ گھنٹے سے پہلے یا ۱۵ فاصلہ سے کم پر چاند کم ہی نظر آتا ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نئے چاند کا واقع ہونا اور بات ہے اور اس کا نظر آ جانا یا رویت ہلال چیز ہے دگر ہے۔

لگے صفحہ پر ہم ایک نقشہ پیش کر رہے ہیں جس سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

(۱) ہمارے علاقہ میں قرآن اور رویت ہلال کا درمیانی وقفہ کم از کم ۲ دن تین گھنٹے اور چالیس

منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ۲ دن آکیس گھنٹے اور ۴۸ منٹ ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

یہ بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ سردست یہ بتلانا مطلوب ہے کہ نیا چاند ہونا الگ چیز ہے

اور نئے چاند کا نظر آنا الگ چیز ہے۔ نیز یہ کہ قرآن اور رویت میں کم از کم دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے۔

(۲) ۱۳۹۸ھ در صیغہ ہجری کا اٹھارواں سال ہے جو لیپ کا سال ہے اور اس کے دن ۳۵۴ کے

بجائے ۳۵۵ دن ہوں گے۔ یہ بحث بھی آگے چل کر تفصیل سے پیش کی جا رہی ہے۔

(۳) قرآن کے لحاظ سے ایک قمری مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور وہی مہینہ رویت کے لحاظ سے ۳۰ دن کا ہو سکتا

ہے۔ اور اس کے برعکس بھی۔ مگر قمری سال ہر صورت میں برابر دنوں کا ہوگا۔

(۴) اس نقشہ میں ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں۔ اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھار ۳۰ دن کے تین ماہ

بھی آسکتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھار ۲۹ دن کے بھی دو ماہ اکٹھے آسکتے ہیں۔

# نئے جاندار اور رویت ہلال کا درمیانی وقفہ

اسپیس کرے ہیں۔

۱۹۷۷ء میں واقع ہونے والے تمام قرآنیت اور رویت ہلال کے درمیانی وقفہ کے اوقات کا مقابلہ نقشہ

نمبر	کھلیاتی تقریبی وقت	واقع ہونے والے قرآنیت کا وقت	ہلال کا درمیانی وقفہ	قرآنیت کی مدت	نصف چھٹے دن	نصف چھٹے دن	نصف چھٹے دن	نصف چھٹے دن
۱	۹ فروری سووار ۹۔۰۰	۱۹۔۵۴	۱۹۔۱۰۔۵۳	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۱ جنوری جمعہ
۲	۹ فروری منگل ۱۹۔۵۴	۱۹۔۱۱۔۲۲	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۱ مارچ ہفت روزہ
۳	۹ مارچ جمعرات ۱۹۔۵۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰ اپریل سووار
۴	۲۰ اپریل جمعہ ۲۰۔۱۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹ مئی منگل
۵	۹ مئی اتوار ۲۰۔۱۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۸ جون جمعرات
۶	۹ جون منگل ۲۰۔۱۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۸ جولائی جمعہ
۷	۱۲ جون منگل ۲۰۔۱۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۷ اگست اتوار
۸	۱۲ جون جمعہ ۲۰۔۱۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵ ستمبر منگل
۹	۲۱ ستمبر ہفت روزہ ۲۱۔۰۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱ اکتوبر بدھ
۱۰	۲۱ اکتوبر جمعرات ۲۱۔۰۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱ نومبر بدھ
۱۱	۱ نومبر بدھ ۲۱۔۰۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱ دسمبر ہفت روزہ
۱۲	۳۰ دسمبر جمعرات ۲۱۔۰۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱ جنوری ہفت روزہ
۱۳	۳۰ دسمبر ہفت روزہ ۲۱۔۰۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۱ فروری سووار

$$۲۵۵ = ۲۵۵ = ۲۵۴ - ۱۵ - ۲۴$$

یہ اوقات لندن کے کھلیاتی اوقات اور ہلال کے درمیانی وقفہ کے اوقات کا مقابلہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ میٹریک وقت کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ASTRONICAL EPHEMERIS سے ماخوذ ہیں البتہ مندرجہ اوقات میں گھنٹے کا اضافہ ذکر کرنے والی اوقات کو پاکستان کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔



قرآن کا وقت تو محض ایک لمحہ ہوتا ہے اور ساری دنیا کیلئے قرآن کا یہی وقت ہے سب سے پہلے فریت کہاں ہوتی ہے؟ لیکن رویت ہلال کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس زمین کے کونسے حصہ میں پہلے چاند نظر آئے گا؟ اسکا انحصار تین باتوں پر ہے ایک یہ کہ چاند قابل دید (۲۷ گھنٹے سے ۳ گھنٹے تک) کو پہنچ چکا ہو اور دوسرے یہ کہ اس وقت سورج کونسے مقامات طول بلد پر غروب ہو رہا ہے اور تیسرے یہ کہ غروب آفتاب تک چاند کم از کم ۱۵ درجے بلند ہو۔ ۱۵ درجے طے کرنے میں چاند کو تقریباً ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے اور تقریباً پون گھنٹہ تو شفق کی سرخی ہی ایسے باریک چاند کو دیکھنے میں کاوٹ بنی رہتی ہے۔ اسی لیے یہ علاقہ دراصل تنازعہ فیہ علاقہ ہوتا ہے اس علاقہ سے مغرب کے علاقوں میں تو چاند بھال نظر آجائے گا۔ اور مشرق کے علاقوں میں یقیناً نظر نہیں آئے گا۔ اور اس تنازعہ فیہ علاقہ کی حد اندازاً ۷ درجے طول بلد ہی ہو سکتی ہے یعنی شفق کی سرخی زائل ہونے پر اگر چاند بائیس سات درجے بلند ہو اور مطلع بھی ابر آلود یا غبار آلود نہ ہو تو چاند نظر آجائے گا۔ ورنہ نہیں۔ چاند کے اس طرح مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں نظر آنے کو اختلاف مطلع کہا جاتا ہے۔ اختلاف مطلع کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا مطالعہ ضروری ہے۔

## خطوط طول بلد اور عرض بلد

ہماری زمین گول ہے۔ لیکن شمالی اور جنوبی کناروں یا قطب شمالی اور جنوبی پر قدرے چمکی ہوئی ہے۔ اس کا قطر شرقاً غرباً ۷۹۲۶ میل اور محیط ۲۴۹۱۲ میل ہے۔ جبکہ شمالاً جنوباً اس کا قطر ۷۹۰۰ میل اور محیط ۲۴۸۶۰ میل ہے۔ چند در چند فوائد حاصل کرنے کے لئے زمین کو لمبائی اور چوڑائی کے رُخ کئی فرضی خطوط میں تقسیم کیا گیا ہے۔

زمین پر شمالاً جنوباً ۳۶۰ فرضی خطوط کھینچے گئے ہیں۔ جو خطوط طول بلد (LONGITUDE) کہلاتے ہیں۔ چونکہ ایک دائرہ میں ۳۶۰ درجے ہوتے ہیں۔ اس لئے دو خطوط بلد کا درمیانی حصہ ایک درجے کا فاصلہ ظاہر کرتا ہے۔

ان خطوط بلد کو آپ خوبزہ کی قاشوں کی لکیروں سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ان خطوط میں سے ہر ایک خط کی لمبائی یکساں ہوگی۔ اور یہ لمبائی شمالاً جنوباً زمین کے محیط کے نصف کے برابر یعنی ۱۲۴۳۰ میل ہوگی۔ ان درجوں کے شمار کے لئے ضروری تھا کہ کسی ایک خط طول بلد کو صفر درجہ قرار دے کر اسے میاری خط طول بلد سمجھا جائے۔ تاکہ اس خط سے دوسرے خطوط کے درجوں کا شمار کیا جاسکے۔ چنانچہ یہ خط لندن کے قریب واقع ایک گاؤں گرینویچ کے پاس سے قطب شمالی اور قطب جنوبی کو ملتا ہوا چلا گیا ہے۔ اس خط طول بلد کو نصف النہار اولی (PRIME MERIDIAN) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا درجہ طول بلد صفر ہے۔ اس نصف النہار اولی کے مشرق کی طرف واقع ۱۸۰ خطوط، خطوط طول بلد مشرقی

۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۹۰۱ء کو یہ لفظ پاکستان میں بھی جمع کر ہوئی اور سردی عرب میں بھی اس کی وجہ دسی ہیں جو اپردہ ذکر کی گئی ہیں۔ گویا اتفاق کبھی کبھاری ہوتا ہے۔

کہلاتے ہیں۔ اور مغرب کی طرف واقع خطوط، طول بلد مغربی کہلاتے ہیں۔  
 ظاہر ہے ۱۸۰ درجے طول بلد مشرقی کا خط اور ۱۸۰ درجے طول بلد مغربی کا خط ایک ہی خط  
 ہو سکتا ہے۔ اس خط کو بین الاقوامی تاریخہ خط (INTERNATIONAL DATE LINE) کہا جاتا  
 ہے۔ اس خط کو یہ نام کیوں دیا گیا ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

### خطوط عرض بلد (LATITUDE) :-

اسی طرح زمین کے عین درمیان شرقاً غرباً جو فرضی خط کھینچا گیا ہے، اس کا نام خط استوا  
 (EQUATOR) ہے۔ یہ صفر درجہ عرض بلد ہے۔ اور دوسرے خطوط عرض بلد کی درجہ بندی اور شمار کے  
 لئے معیار کا کام دیتا ہے۔ خط استوا کے متوازی شرقاً غرباً ۹۰ خطوط شمال کو کھینچے گئے ہیں جو قطب شمالی  
 پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ لہذا یہ خطوط عرض بلد شمالی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح خط استوا سے جنوب کی طرف  
 کھینچے گئے یہ خطوط خطوط عرض بلد جنوبی کہلاتے ہیں۔

خط استوا سے ہر ۲۳ درجے شمال کو جو فرضی خط کھینچا گیا ہے، اسے خط سرطان کہتے ہیں اور  
 ہر ۲۳ درجے جنوب کی طرف واقع خط کا نام خط جدی ہے۔ ظاہر ہے کہ خط سرطان اور خط جدی کی لمبائی  
 خط استوا کے برابر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے بہت کم ہے۔ لہذا خطوط عرض بلد جوں جوں قطبین کی طرف  
 واقع ہوتے ہیں ان کی لمبائی کم ہوتی جاتی ہے البتہ ان خطوط کا آپس میں درمیانی فاصلہ ہمیشہ یکساں ہوتا  
 ہے۔ کیونکہ یہ سب ایک دوسرے کے متوازی ہوتے ہیں۔ مثلاً خط استوا پر زمین کا محیط ۲۴۹۱۲ میل  
 ہے تو خط سرطان اور خط جدی پر یہ محیط ۲۴۱۳۳ میل ہوگا۔ اور

۳۰ درجے عرض بلد (شمالی یا جنوبی) پر ۲۳۳۵۵ میل

۴۵ " " " " " " ۲۱۵۲۸ میل

۶۰ " " " " " " ۱۸۶۸۴ میل

اور ۹۰ " " " " " " اور ۱۴۰۶۴ میل ہوگا۔

اس کے بعد یہ لمبائی بڑی تیزی سے کم ہو کر صفر درجے عرض بلد شمالی یا جنوبی (قطبین) پر ختم  
 ہو جائے گی۔

۹۰ درجے شمالی سے صفر درجے شمالی اور ۹۰ درجے جنوبی سے صفر درجے جنوبی تک  
 کا علاقہ علی الترتیب منقطع بارود شمالی اور منقطع بارود جنوبی کہلاتے ہیں۔ یہ علاقے عموماً تلخ بستہ رہتے ہیں۔

یہاں انسانی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے اور ان مقامات پر عموماً ۶ ماہ کا دن اور ۶ ماہ کی رات ہوتی ہے لہذا ان منطوقوں کے متعلق ہمیں تحقیق کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کسی بھی درجہ عرض بلد کی لمبائی یا زمین کا اندازاً محیط معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح خطوط طول بلد کی لمبائی ہمیشہ برابر ہوتی ہے، اسی طرح خطوط عرض بلد کا درمیانی فاصلہ ہمیشہ برابر ہوگا۔ ایک درجہ عرض بلد کا درمیانی فاصلہ =  $\frac{۲۹۸۴۰}{۱۸۰}$  یا  $\frac{۱۸۰}{۱۸۰}$  یا ۱۳۸ میل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے خط استوا اور خط سرطان کا درمیانی فاصلہ ہر مقام پر  $۱۳۸ \times \frac{۱}{۴} = ۳۴.۵$  میل ہوگا۔

## خطوط طول بلد اور عرض بلد کے فوائد

خطوط طول بلد اور عرض بلد سے ہم مندرجہ ذیل فوائد حاصل کرتے ہیں :-

۱۔ کسی مخصوص مقام کا محل وقوع | جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لاہور  $۳۲^{\circ}$  درجے طول بلد شرق اور  $۳۲^{\circ}$  درجے عرض بلد شمال میں واقع ہے، تو ہم زمین کے نقشے سے فوراً اسے تلاش کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ خطوط کسی بھی شہر اور مقام کا محل وقوع متعین کرنے میں مدد ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں کسی شہر کا طول بلد اور عرض بلد معلوم ہو تو خالی نقشے پر ہم اس کا صحیح مقام تجویز کر سکتے ہیں۔ ان خطوط کی مدد سے کسی ملک یا براعظم کا محل وقوع بھی بتلایا جاتا ہے۔

۲۔ دو مقامات کا درمیانی فاصلہ | یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ خطوط طول بلد زمین کو شمالاً جنوباً  $۳۶۰^{\circ}$  برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور خطوط عرض بلد کی لمبائی شمالاً جنوباً کم ہوتی چلی جاتی ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ

(۱) خط استوا پر ایک درجہ طول بلد کا درمیانی فاصلہ =  $\frac{۲۲۹۱۲}{۳۶۰} = \frac{۱}{۵}$  میل ہوگا۔

(ب) خط سرطان یا جدی پر یہ فاصلہ = ۶۷ میل

(ج) ۳۰ درجے عرض بلد پر = ۶۵ میل

(د) ۴۵ " " " " = ۶۰ میل

(ه) ۶۰ " " " " = ۵۲ میل

اور (و)  $\frac{۱}{۴}$  = ۳۴.۵ میل رہ جائے گا۔

فرض کیجئے کہ دو مقام ۱ اور ۲ خط سرطان پر واقع ہیں۔ ۱ کا درجہ طول بلد  $۳۵^{\circ}$  درجے شرق

اور ب کا درجہ طول بلد ۴۵ درجے مشرق ہے۔ تو ان کا درمیانی فاصلہ =  $(۳۵ - ۴۵) \times ۶۰$  یا  $۶۰ \times ۱۰ = ۶۰۰$  میل ہوگا۔

اسی طرح دو مقام ج اور د ایک ہی عرض بلد پر واقع ہیں۔ ج ۲۵ درجے عرض بلد شمالی پر اور د ۱۵ درجے عرض بلد جنوبی پر واقع ہے۔ تو ان کا درمیانی فاصلہ  $(۱۵ + ۲۵) \times ۶۰ = ۱۳۸ \times ۶۰ = ۸۲۸۰$  میل ہوگا۔ بشرطیکہ وہ دونوں ایک سیدھ میں ہوں یعنی ان کا طول بلد ایک ہو۔ لیکن بیشتر مقامات جن کا درمیانی فاصلہ معلوم کرنا مطلوب ہوتا ہے وہ ایک ہی طول بلد یا عرض بلد پر تو واقع نہیں ہوتے۔ ایسے مقامات کا فاصلہ معلوم کرنے کے لئے ہم:

خطوط طول بلد کے درجات کا فرق + خطوط طول بلد کے فاصلہ کی اوسط کا طریق استعمال کریں گے۔

مثال ب:

لاہور کا درجہ طول بلد ۷۵ درجے مشرق اور عرض بلد ۳۲ درجے شمالی ہے۔ جبکہ مکہ منظمہ کا طول بلد ۴۰ درجے مشرق اور عرض بلد ۲۳ درجے مشرق ہے، ان دونوں کا درمیانی فاصلہ کیا ہوگا؟

حل :- خطوط طول بلد کے درجات کا فرق =  $۷۵ - ۴۰ = ۳۵$

$\frac{۱}{۲}$  ۲۳ درجے عرض بلد پر فی درجہ طول بلد ۶۰ میل کا فاصلہ ہوتا ہے اور ۳۰ درجے پر ۴۵ میل کا۔ تو اس طرح لاہور اور مکہ منظمہ کا درمیانی فاصلہ اندازاً =  $۳۵ \times ۶۰ = ۲۱۰۰$  میل ہوگا۔

۳۔ میاری وقت

موجودہ نظریہ کے مطابق زمین اپنے محور کے گرد ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے جس کے نتیجے میں دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا زمین ۲۴ گھنٹے میں ۳۶۰ درجے طول بلد گھوم جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک گھنٹے میں ۱۵ درجے طول بلد گھومتی ہے اور یہ رفتار خط استوا پر ۱۰۲۸ میل فی گھنٹہ بنتی ہے۔ خط سرطان یا جدی پر یہ رفتار  $۱۵ \times ۶۰ = ۹۰۰$  میل فی گھنٹہ ہوگی۔ اور ایک درجہ طول بلد ۴ منٹ میں طے ہوتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ:-

ایک مخصوص اور پر جو ۳۰ درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے۔ مقام ب سے جو ۴۰ درجے مشرق میں واقع ہے، سورج ۴۰ - ۳۰ = ۱۰ درجے  $۴ \times ۱۰ = ۴۰$  منٹ بعد طلوع ہوگا کیونکہ حقیقتاً مقام ب سے ۱۰ درجے مغرب میں واقع ہے۔

اسی طرح اگر مقام ب ۱۰ درجے طول بلد مغرب میں واقع ہوگا تو وہاں سورج مقام ب سے  $۱۰ + ۳۰ = ۴۰$  منٹ یا ۲ گھنٹہ ۲۰ منٹ بعد طلوع ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

زمین کی محوری گردش کلاک کی سوئیوں کے برعکس (ANTICLOCK WISE) حرکت کرتی ہے۔ جو بائیں سے دائیں یا مغرب سے مشرق کو گھومتی ہے۔

یعنی جو مقامات مشرق کی جانب واقع ہوں گے وہاں سورج ۴ منٹ فی درجہ کے حساب سے پہلے نمودار ہوگا۔ اور جو مقامات مغرب میں ہیں، وہاں اسی حساب سے بعد میں طلوع ہوگا۔ مثلاً لاہور کا درجہ طول بلد ۲۵ مشرق ہے اور مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ ۴۰ درجے مشرق، تو سورج مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں لاہور کی نسبت ۱۵ - ۴۰ = ۲۵ × ۴ = ۱۰۰ یا ۲ گھنٹے ۲۰ منٹ بعد میں طلوع ہوگا۔

## مطلع کیا ہے؟

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک ہی خط طول بلد پر واقع تمام مقامات پر سورج اور چاند ایک ہی وقت طلوع ہوں گے اور ایک ہی وقت غروب ہوں گے۔ مثلاً حیدرآباد سندھ، کابل اور تاشقند کا طول بلد تقریباً ۶۸ مشرق ہے۔ تو اگر حیدرآباد میں سورج صبح چھ بج کر ۲۲ منٹ پر طلوع ہوگا تو کابل اور تاشقند میں بھی اسی وقت ہوگا۔ اور اگر تاشقند میں چاند غروب آفتاب کے بعد نظر آگیا ہے تو ان مقامات پر ضرور نظر آنا چاہیئے۔ بشرطیکہ ابر یا فضا کی کثافت آٹے نہ آئے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیدرآباد، کابل اور تاشقند کا مطلع ایک ہے۔

اس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ ایک مقام لاہور سے پورے ۱۸۰ درجے مغرب میں واقع ہے۔ یعنی اگر لاہور کا درجہ طول بلد ۲۵ مشرق ہے تو مقام لاہور ۱۰۵ درجے مغرب ہے۔ تو ۲۳ مارچ یا ۲۳ ستمبر کو جس وقت لاہور میں سورج طلوع ہوگا مقام لاہور پر غروب ہوگا اور رات شروع ہو جائے گی۔ گویا مقام لاہور اور لاہور کے مطلع بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

## معیاری اور مقامی اوقات

عیسوی تقویم میں دن (دن رات کا مجموعہ) آدھی رات یعنی رات کے بارہ بجے سے شروع ہو کر دوسرے دن آدھی رات کو ۱۲ بجے ختم ہوتا ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ دنیا کے تقریباً ہر مقام پر نصف النہار یا زوال آفتاب کے وقت دوپہر کو ۱۲ بج رہے ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ساری دنیا کو ۲۴ منٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ منطقہ ۱۵ درجے طول بلد پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا گیا ہے، اگر پینچ کے قریب واقع طول بلد کو صفر درجہ یا نصف النہار اولیٰ تسلیم کیا گیا ہے۔ لہذا اگر پینچ

کا وقت ہی اصل معیاری وقت (STANDERED TIME) قرار دیا گیا ہے۔ اب ایک مقام کو جو گرینچ سے ایک منظرہ وقت یا ۱۵ درجے طول بلد مشرق میں واقع ہے، وہاں زوال کے وقت گھڑی کو ۱۲ بجانے کے لئے گرینچ کے وقت سے ایک گھنٹہ گھڑی آگے رکھنا پڑے گی۔ اور دوسرا مقام جب جو گرینچ سے ۱۵ درجے طول بلد مغربی میں واقع ہے، وہاں گھڑی پیچھے رکھنا ہوگی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لاہور کا درجہ طول بلد ۷۵ درجے شرقی یا گرینچ سے وقت کے پانچ منٹوں کی دوری پر مشرق میں واقع ہے۔ تو جس وقت گرینچ میں دوپہر کے بارہ بج رہے ہوں گے، لاہور میں ۵ بجے شام کا وقت ہوگا۔

وقت میں اس مطابقت کے لئے، کہ ہر مقام پر دن (نئی تاریخ) آدمی رات سے شروع ہو، یہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ مشرق کی سمت جاتے وقت ہر ۱۵ درجے کی مسافت کے بعد گھڑی ایک گھنٹہ آگے کر لی جائے اور مغرب کو سفر کرتے وقت ہر ۱۵ درجے طے کرنے کے بعد گھڑی کو ایک گھنٹہ پیچھے کر لیا جائے۔ اس طریق کار سے ایک اور الجھن پیش آتی ہے جو درج ذیل ہے۔

فرض کیجئے کہ گرینچ سے دو ہوائی جہاز، یکم جولائی بروز منگل ۱۲ بجے دوپہر اوسطاً ۵۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں۔ ایک بالکل مشرق کو اڑتا ہے اور دوسرا مغرب کو۔ اور دونوں ۱۸۰ درجے طول بلد یا نصف محیط زمین یا تقریباً ۱۲ ہزار میل کا فاصلہ ۲۵ گھنٹے میں طے کر کے ۱۸۰ درجے شرقی اور مغربی طول بلد پر آتے ہیں۔ تو جو جہاز مشرق کی طرف سفر کرے گا وہ ۱۲ گھنٹے اپنی گھڑی کو آگے کرے گا تو اس کی گھڑی ۲۵ گھنٹے گزرنے کے بعد ۲ جولائی ایک بجے دوپہر کے بجائے ۳ جولائی بروز جمعرات ایک بجے رات کا وقت ظاہر کرے گی (یعنی ۲۵ گھنٹے میں ۱۲ گھنٹے جمع کرنے سے ۳۷ گھنٹے کا وقفہ ظاہر کرے گی) اور جو جہاز مغرب کی طرف سفر کر رہا ہوگا اس کی گھڑی ۲۵ گھنٹے کی بجائے ۱۲-۲۵ = ۱۳ گھنٹے ظاہر کرے گی۔ اس گھڑی پر ۲ جولائی بروز بدھ رات کا ایک بج رہا ہوگا۔ گویا پورے ایک دن کا فرق پڑ جائے گا۔

اس الجھن کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جو ہوائی جہاز یا بحری جہاز سفر کرتے ہیں الاقوامی تاریخی خط ہونے اس ۱۸۰ درجے کے طول بلد کو (جو کہ شرقی اور مغربی ایک ہی خط ہے) پار کرتے ہوئے مغرب سے مشرق کی طرف جاتے ہیں وہ اپنی گھڑیوں میں تاریخ ایک دن آگے کر لیتے ہیں۔ اور جو جہاز مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہیں وہ ایک دن پیچھے کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی طول بلد پر واقع مقامات پر ۲ جولائی بدھ بھی ہو اور ۳ جولائی جمعرات بھی

اس ۱۸۰ درجے طول بلد کو جہاں ایک دن اور تاریخ زیادہ یا کم کر لیتے ہیں، بین الاقوامی خط تاریخ (INTERNATIONAL DATE LINE) کہتے ہیں۔ یہ خط زیادہ تر سمندر میں واقع ہے۔ کہیں کہیں اسے بعض جزیروں کے ایک طرف سے گزارنے کے لئے یا سمندر میں رکھنے کے لئے کچھ ٹیڑھا کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ایک ہی آباد مقام پر بیک وقت دو تاریخیں نہ ہوں۔ یہ خط شمالی امریکہ کے مغرب اور روس سے مشرق کی طرف ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ گویا گرتیخ سے لے کر اُس تاریخی خط تک کے مشرقی ممالک مشرق کہلاتے ہیں۔ بعض یورپی ممالک اور افریقہ وغیرہ مشرق قریب ہے۔ حجاز، عراق، ایران وغیرہ مشرق وسطیٰ ہے، برما، ہندوچینی، جاپان اور چین وغیرہ مشرق بعید ہے اور یہ سب مشرقی طول بلد کے ممالک ہیں۔ اسی طرح سکندے نیویا، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ مغربی طول بلد والے ممالک ہیں۔ اور اس تاریخی خط پر مشرق اور مغرب دونوں کی انتہا ہوتی ہے۔

۴۔ موسم | موسم کا تعلق کافی حد تک خطوط عرض بلد سے ہے۔ کوئی علاقہ جس قدر خط استواء کے قریب ہوگا وہاں موسم گرم ہوگا اور جوں جوں خط استواء سے دور ہوتا جائے گا، خواہ یہ دوری شمال کی جانب ہو یا جنوب کی جانب، موسم میں ٹھنڈک آتی جائے گی۔ حتیٰ کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی پر اس قدر ٹھنڈک ہے کہ دہاں برف ہی جمی رہتی ہے۔ اور آبادی محال ہے۔

## ایک سو مختلف ممالک کے معیاری اوقات

ان چند در چند فوائد کی وجہ سے ہم یہاں دُنیا کے سو کے قریب مشہور ممالک کا برتیب حروف تہجی درجہ طول بلد اور عرض بلد اور ان کے علاوہ ان کا معیاری وقت بھی درج کر رہے ہیں۔ طول بلد کا معیاری وقت سے، اور ان دونوں کا اختلاف مطالع سے چونکہ گہرا تعلق ہے اور مضمون کے اگلے حصہ میں ان کا حوالہ بھی آئے گا۔ لہذا اس کا اندراج کئی لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اس نقشہ میں فرض یہ کیا گیا ہے کہ اگر پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں دن کے ۱۲ بج رہے ہوں تو اس وقت دنیا کے مختلف مشہور ممالک میں معیاری وقت کیا ہوگا۔ اسلام آباد کا اپنا طول بلد ۷۳ درجے مشرقی ہے۔ اور پاکستان کا معیاری وقت ۴:۴۰ درجے مشرق کے حساب سے مقرر ہے۔ یعنی گرتیخ کے وقت سے ۵ گھنٹے پہلے۔ بالفاظِ دیگر جب اسلام آباد میں دن کے ۱۲ بج رہے ہوں تو (۱) گرتیخ اور اس کے آس پاس ۱۵ درجے کے اندر اندر ملکوں (مثلاً برطانیہ اور اسپین وغیرہ) میں صبح سات بجے کا وقت ہوگا۔

(ب) خط تاریخ پر یعنی روس کے انتہائی مشرقی اور شمالی امریکہ کے انتہائی مغربی حصہ میں رات کے ۷ بجے کا وقت ہوگا۔

(ج) ہر ۱۵ درجے کے بعد ایک گھنٹہ کا فرق پڑتا جائے گا اور اس کی صورت یوں ہوگی :-

۶۷°	طول بلد مشرقی پر (پاکستان)	دوپہ کے ۱۲ بجے	۶۷°	طول بلد مغربی پر صبح کے ۴ بجے	۱۵°	طول بلد مغربی پر رات کے ۸ بجے
۵۲°	" " " "	" " " "	۵۲°	" " " "	۱۴°	" " " " (خط تاریخ) پر " " " " کے ۷ بجے
۳۷°	" " " "	صبح کے ۱۰ بجے	۴۷°	" " " "	۱۳°	" " " " کے ۶ بجے
۲۲°	" " " "	" " " " کے ۹ بجے	۳۲°	" " " "	۱۲°	" " " " کے ۵ بجے
۷°	" " " "	" " " " کے ۸ بجے	۱۷°	" " " "	۱۱°	" " " " کے ۴ بجے
۱۰°	گرتیخ پر	" " " " کے ۷ بجے	۲°	" " " "	۱۰°	" " " " کے ۳ بجے
۲۵°	درجے طول بلد غرب پر	۱۲ بجے	۱۳°	" " " "	۹°	" " " " کے دوپہ کے ۲ بجے
۴۰°	" " " "	۱۱ بجے	۲۸°	" " " "	۸°	" " " " کے ایک بجے کا وقت ہوگا

(۵) معیاری وقت مقرر کرتے وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ سارے ملک میں ایک ہی وقت ہو مثلاً کینیڈا ۵۴ درجے سے ۱۳۰° غرب تک پھیلا ہوا ہے اور اس میں طول بلد کے ۷۴ درجے آ جاتے ہیں۔ اور معیاری وقت ہر پندرہ درجے کے بعد ایک گھنٹہ آگے پیچھے ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے کینیڈا میں پانچ گھنٹے کا فرق از روئے حساب میٹت پڑ سکتا ہے۔ مگر اس کا معیاری وقت ایک بجے شب دیا گیا ہے جو ۱۶۹ درجے غرب کے حساب سے ہے۔ یعنی تقریباً درمیانی درجے لیا گیا ہے۔ لیکن اوسط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری نہیں۔ جیسے پاکستان کا طول بلد ۶۲ سے لے کر ۷۵ مشرقی ہے۔ اور اس کا معیاری وقت گرتیخ سے ۵ گھنٹے پہلے یعنی ۱۶۹ کے حساب سے ہے جو کہ اس کا مشرق کی طرف آخری درجہ ہے۔ بھارت کا طول بلد ۷۰ سے ۸۹ تک مشرقی ہے۔ اور اس کا معیاری وقت پورے گھنٹوں کے بجائے آدھ کی کسر پر یعنی گرتیخ سے ۱۵ گھنٹے پیشتر ہے جو کہ ۷۵ درجے پر آتا ہے۔ یہی صورت افغانستان اور ایران کے معیاری وقت کی ہے۔ علاوہ ازیں معیاری وقت مقرر کرتے وقت کچھ کمی بیشی بھی گوارا کر لی جاتی ہے۔



## سومختلف ممالک کے معیاری اوقات کا نقشہ بہ ترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	نام ملک مع براعظم	طول بلد	عرض بلد	معیاری وقت
۱	آسٹریا (یورپ)	۱۰ تا ۲۰ شرقی	۴۷ تا ۵۰ شمالی	۸ بجے صبح
۲	آسٹریلیا (جنوبی)	۱۲۹ تا ۱۴۲ شرقی	۲۴ تا ۳۸ جنوب	۵ بجے شام
۳	" (شمالی)	۱۳۹ تا ۱۳۸ شرقی	۱۰ تا ۲۶ جنوب	۲ بجے صبح
۴	" (غربی)	۱۱۴ تا ۱۲۸ شرقی	۱۴ تا ۳۸ جنوب	۳ بجے سپر
۵	اطلی (روم) (یورپ)	۷ تا ۲۲ شرق	۳۸ تا ۴۸ شمالی	۸ بجے صبح
۶	ارجنٹائن (جنوبی امریکہ)	۵۵ تا ۷۲ غرب	۲۳ تا ۵۳ جنوب	۳ بجے صبح
۷	اردن (ایشیا)	۲۰ تا ۳۵ شرق	۲۸ تا ۳۲ شمال	۹ بجے شمال
۸	آسپین (ہسپانیہ) (یورپ)	۳ شرق ۹ غرب	۳۷ تا ۴۳ شمال	۷ بجے صبح
۹	اسرائیل (ایشیا)	۳۴ تا ۳۶ شرق	۲۹ تا ۳۲ شمال	۹ بجے صبح
۱۰	افغانستان (")	۶۰ تا ۷۰ شرق	۳۵ تا ۳۸ شمال	۱۱ بجے صبح
۱۱	الاسکا	۱۴۰ تا ۱۶۵ غرب	۶۰ تا ۷۰ شمال	۵ بجے شام
۱۲	البانیا (یورپ)	۲۳ تا ۲۶ شرق	۴۰ تا ۴۴ "	۸ بجے صبح
۱۳	الجیریا (افریقہ)	۸ غرب تا ۱۰ شرق	۲۰ تا ۳۱ "	۷ بجے صبح
۱۴	انڈونیشیا (جزائر) (ایشیا)	۱۰۵ تا ۱۳۰ شرقی	۲ شمال تا ۱۰ جنوب	۲ بجے دوپہر
۱۵	اے سی سیٹیا (ایتھوپیا حبشہ) (افریقہ)	۳۴ تا ۴۵ شرق	۴ تا ۱۸ شمال	۱۰ بجے صبح
۱۶	ایران (ایشیا)	۴۳ تا ۶۲ شرق	۳۵ تا ۳۵ "	۱۰ بجے صبح
۱۷	ایکوے ڈار (جنوبی امریکہ)	۷۴ تا ۷۸ غرب	۲ شمال تا ۴ جنوب	۲ بجے شب
۱۸	بحرین (خلج فارس - ایشیا)	۵۱ شرقی	۲۶ شمالی	۱۱ بجے صبح
۱۹	برازیل (جنوبی امریکہ)	۴۰ تا ۶۰ غرب	۳۰ تا ۳۰ جنوب	۴ بجے صبح
۲۰	برطانیہ (جزائر) انگلینڈ اسکاٹ لینڈ آئرلینڈ - (یورپ)	۲ تا ۸ غرب	۵۰ تا ۵۹ شمال	۷ بجے صبح

مبیارى وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معہ براعظم	نمبر شمار
۱ بجے دوپہر	۹ تا ۲۸ شمال	۱۰۱ تا ۹۲ شرق	برما (ایشیا)	۲۱
۸ بجے صبح	۴۹ تا ۵۲ "	۲ تا ۷ شرق	بلجیم (یورپ)	۲۲
۹ بجے صبح	۴۲ تا ۴۵ "	۲۴ تا ۳۴ "	بلغاریہ ( " )	۲۳
ایک بجے دوپہر	۲۱ تا ۲۷ "	۸۸ تا ۹۳ "	ہنگریش (ایشیا)	۲۴
۳ بجے سپہر	۵ شمال تا ۴ جنوب	۱۱۸ تا ۱۰۸ "	(جزیرہ) (ایشیا)	۲۵
۳ بجے شب	۱۰ تا ۲۲ جنوب	۵۸ تا ۴۹ غرب	بولیویا (جنوبی امریکہ)	۲۶
۱۲ بجے دوپہر	۸ تا ۳۲ شمال	۷۰ تا ۸۹ شرق	بھارت (ایشیا)	۲۷
" " ۱۲	۲۴ تا ۳۷ "	۶۲ تا ۷۵ "	پاکستان ( " )	۲۸
۷ بجے صبح	۳۷ تا ۴۲ "	۷ تا ۹ غرب	پرتگال	۲۹
۸ بجے صبح	۴۸ تا ۵۵ "	۱۴ تا ۲۴ شرق	پولینڈ (یورپ)	۳۰
۲ بجے شب	۱۸ تا ۱ جنوب	۷۰ تا ۸۲ غرب	پیرو (جنوبی امریکہ)	۳۱
۱۰ بجے صبح	۲ تا ۱۲ "	۳۰ تا ۴۰ شرق	ٹانگانیکا (تشرانیہ) (افریقہ)	۳۲
۹ بجے صبح	۳۷ تا ۴۲ شمال	۳۳ تا ۵۰ "	ترکی (یورپ)	۳۳
۵ بجے شام	۴۲ تا ۴۴ جنوب	۱۴۷ تا ۱۴۴ "	تسمانیہ (جزیرہ) (آسٹریلیا)	۳۴
۸ بجے صبح	۳۰ تا ۳۶ شمال	۸ تا ۱۱ شرق	تیونس (افریقہ)	۳۵
۴ بجے شام	۳۰ تا ۴۲ "	۱۳۰ تا ۱۴۵ "	جاپان (جزائر) (ایشیا)	۳۶
۳ بجے سپہر	۵۲ تا ۵۶ "	۱۰۵ تا ۱۱۵ "	جاوا (جزیرہ)	۳۷
۸ بجے صبح	۴۷ تا ۵۴ "	۷ تا ۱۵ "	جرمنی (یورپ)	۳۸
۲ بجے شب	۱۸ تا ۵۳ جنوب	۴۸ تا ۷۲ غرب	چلی (جنوبی امریکہ)	۳۹
۸ بجے صبح	۴۸ تا ۵۱ شمال	۱۴ تا ۲۶ شرق	چیکوسلوواکیہ (یورپ)	۴۰
۲ بجے سپہر	۲۲ تا ۴۸ "	۸۸ تا ۱۳۲ "	چین (ایشیا)	۴۱
۸ بجے صبح	۵۵ تا ۵۸ "	۸ تا ۱۲ "	ڈنمارک (یورپ)	۴۲
۱۰ بجے صبح	۵۰ تا "	۲۲ تا ۴۰ "	روس (ماسکو) (یورپ)	۴۳
۹ بجے صبح	۴۴ تا ۴۸ "	۲۴ تا ۳۴ "	رومانیہ ( " )	۴۴

معیاری وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معہ براعظم	نمبر شمار
۱۲ بجے رات	۲۵ تا ۲۸ شمال	۷۲ تا ۱۲۲ غرب	ریاست ہائے متحدہ امریکہ	۴۵
ایک بجے شب	۱۴ تا ۱۶ "	۸۸ تا ۹۰ "	سلاویڈیا (وسطی امریکہ)	۴۶
۱۲ بجے دوپہر	۴ تا ۱۰ "	۸۰ تا ۸۲ شرق	سری لنکا (ایشیا)	۴۷
۱۰ بجے صبح	۱۵ تا ۲۲ "	۳۵ تا ۵۶ "	سعودی عرب ( )	۴۸
۲ بجے دوپہر	۵ جنوب تا ۵ "	۹۵ تا ۱۰۶ "	سامٹرا (جزیرہ)	۴۹
۹ بجے صبح	۲ تا ۲۲ "	۲۲ تا ۳۸ "	سوڈان (افریقہ)	۵۰
۸ بجے صبح	۴۷ تا ۵۴ "	۸ تا ۱۲ "	سوئٹزرلینڈ (یورپ)	۵۱
۸ بجے صبح	۵۶ تا ۶۸ "	۱۲ تا ۲۳ "	سویڈن	۵۲
۲ بجے دوپہر	۱۲ تا ۲۰ "	۹۷ تا ۱۰۶ "	سیام (تھائی لینڈ (ایشیا)	۵۳
۱۰ بجے صبح	۳۲ تا ۳۶ "	۳۵ تا ۴۲ "	شام ( )	۵۴
۱۰ بجے صبح	۲۹ تا ۳۲ "	۴۰ تا ۴۸ "	عراق ( )	۵۵
۱۰ بجے صبح	۱۵ تا ۲۳ "	۵۳ تا ۵۹ "	عمان ( )	۵۶
۷ بجے شام	۱۱ جنوب تا ۲۲ "	۷۵ تا ۱۸۰ "	نجی (جزائر) (آسٹریلیا)	۵۷
۸ بجے صبح	۳۳ تا ۵۱ شمال	۸ غرب تا ۹ "	فرانس	۵۸
۳ بجے صبح	۵ تا ۲۵ "	۱۲۰ تا ۱۳۵ "	فلپائن (جزائر) (ایشیا)	۵۹
۹ بجے صبح	۶۰ تا ۶۷ "	۲۲ تا ۳۲ "	فن لینڈ (جزائر) (یورپ)	۶۰
۹ بجے صبح	۴۵ تا ۴۶ "	۳۲ تا ۳۲ "	قبرص - سائرس (بحیرہ روم - یورپ)	۶۱
۱۱ بجے صبح	۲۲ تا ۲۶ "	۵۱ تا ۵۲ "	قطر (خلیج فارس - ایشیا)	۶۲
۹ بجے صبح	۱۵ جنوب سے ۲ شمال	۱۷ تا ۳۲ "	کانگو (افریقہ)	۶۳
۲ بجے دوپہر	۹ تا ۲۳ شمال	۱۰۰ تا ۱۰۹ "	کمبوڈیا (ایشیا - سیام)	۶۴
ایک بجے شب	۸ تا ۸ "	۸۴ تا ۸۶ غرب	کوسٹاریکا (وسطی امریکہ)	۶۵
۲ بجے دوپہر	۳۵ تا ۴۰ "	۱۲۳ تا ۱۳۰ شرق	کوریا (چین)	۶۶
۲ بجے شب	۱۲ شمال تا ۲۱ جنوب	۶۷ تا ۷۸ غرب	کولمبیا (جنوبی امریکہ)	۶۷
۵ بجے شام	۱۰ تا ۲۸ جنوب	۳۸ تا ۱۵۳ شرق	کونزولینڈ (آسٹریلیا)	۶۸

معیاری وقت	عرض بلد	طول بلد	نام ملک معہ براعظم	نمبر شمار
۱۰ بجے صبح	۲۹ شمالی	۴۸ شرقی	کویت (خلیج فارس - ایشیا)	۴۹
۱۱ بجے شب	۲۲ تا ۲۳ شمال	۱۱۵ تا ۱۲۳ مغرب	کیلی فورنیا (شمالی امریکہ)	۵۰
ایک بجے شب	۵۵ تا ۴۵ "	۱۳۰ تا ۵۴ "	کینیڈا ( " )	۵۱
۲ بجے شب	۲۳ تا ۲۰ "	۸۴ تا ۷۴ "	کیوبا (وسطی امریکہ)	۵۲
۱۱ بجے شب	۸۰ تا ۶۰ "	۴۵ تا ۳۵ "	گرین لینڈ (شمالی امریکہ)	۵۳
۷ بجے صبح	۱۳ تا ۱۱ "	۱۵ تا ۱۲ "	گنی (پرتگالی) افریقہ	۵۴
۷ بجے صبح	۱۰ تا ۴ "	۱ شرق تا ۲ مغرب	گھانا گولڈ کوسٹ (افریقہ)	۵۵
۳ بجے شب	۷ تا ۷ "	۵۲ تا ۶۱ "	گی آنا (جنوبی امریکہ)	۵۶
۹ بجے صبح	۳۵ تا ۳۳ "	۳۶ شرقی	لبنان (ایشیا)	۵۷
۸ بجے صبح	۲۲ تا ۲۰ "	۲۵ تا ۸ "	لیبیا (افریقہ)	۵۸
۷ بجے صبح	۳۶ تا ۲۸ "	۱۱ تا ۶ غرب	مراکش ( " )	۵۹
۹ بجے صبح	۳۲ تا ۲۲ "	۲۵ شرق	مصر ( " )	۶۰
۲ بجے دوپہر	۶ تا ۶ "	۱۰۴ تا ۱۰۰ "	ملايا (ایشیا)	۶۱
۳ بجے سپر	۵۶ تا ۴۰ "	۱۳۲ تا ۱۳۰ "	میخوریا	۶۲
۲ بجے سپر	۵۲ تا ۴۲ "	۱۲۰ تا ۹۲ "	منگولیا (ایشیا - چین)	۶۳
ایک بجے شب	۷۲ تا ۵۴ "	۱۱۸ تا ۸۸ "	میکسیکو (شمالی امریکہ)	۶۴
۸ بجے صبح	۱۳ تا ۴ "	۱۵ تا ۴ "	نائیجیریا (افریقہ)	۶۵
۸ بجے صبح	۷۲ تا ۵۴ "	۳۰ تا ۵ "	ناروے (یورپ)	۶۶
۱۲ بجے دوپہر	۳۰ تا ۲۸ "	۸۸ تا ۸۰ "	نیپال (ایشیا)	۶۷
۷ بجے شام	۴۷ جنوب	۱۶۹ تا ۱۶۶ "	نیوزی لینڈ (جزائر) (آسٹریلیا)	۶۸
۲ بجے شب	۴۵ تا ۴۲ شمال	۸۰ تا ۷۲ غرب	نیویارک (شمالی امریکہ)	۶۹
۵ بجے شام	۳۸ تا ۲۸ جنوب	۱۴۲ تا ۱۵۳ شرق	نیوساؤتھ ویلز (آسٹریلیا)	۷۰
۱۱ بجے رات	۴۸ تا ۴۵ شمال	۱۱۷ تا ۱۲۴ مغرب	واشنگٹن (شمالی امریکہ)	۷۱
۴ بجے شام	۳۷ جنوب	۱۴۸ تا ۱۴۲ شرق	وکتوریہ (آسٹریلیا)	۷۲

نمبر شمار	نام ملک معہ براعظم	طول بلد	عرض بلد	معیاری وقت
۹۳	ویت نام (ایشیا)	۱۰۲ تا ۱۰۸	۱۰ تا ۲۳ شمال	۲ بجے دوپہر
۹۴	وینزویلا (جنوبی امریکہ)	۶۰ تا ۷۳	۰ تا ۱۲	۲ بجے شب
۹۵	یمن (ایشیا)	۴۲ تا ۴۶	۱۱ تا ۱۷	۱۰ بجے صبح
۹۶	یوگنڈا (افریقہ)	۳۰ تا ۳۵	۳ شمال سے ۲ جنوب	۹ بجے صبح
۹۷	یوگوسلاویہ (یورپ)	۱۳ تا ۲۳	۲۲ تا ۲۸ شمال	۸ بجے صبح
۹۸	یونان (روم) (یورپ)	۱۹ تا ۲۸	۳۷ تا ۴۲	۹ بجے صبح
۹۹	ہالینڈ ( )	۷ تا ۷	۵۱ تا ۵۴	۷ بجے صبح
۱۰۰	ہنگری ( )	۲۲ تا ۲۷	۴۴ تا ۵۰	۸ بجے صبح

## دنیا کے چند مشہور شہروں کے طول بلد اور عرض بلد

مکوں کے طول بلد، عرض بلد اور معیاری وقت بیان کرنے کے بعد اب ہم دنیا کے چند مشہور شہروں کے طول بلد اور عرض بلد پر ترتیب حروف تہجی درج کرتے ہیں۔ جو کہ صرف ایک ہی درجہ ہو سکتا ہے۔ اس سے شہروں کے محل وقوع، ان کے درمیانی فاصلہ، مطالع کے اختلاف اور وہاں کے موسم کا کافی حد تک علم حاصل ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد	نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد
۱	اسلام آباد (پاکستان)	۷۳	۳۳ شمالی	۸	بھرتن (بحرین - ایشیا)	۵۱	۲۶
۲	اسکندریہ (مصر)	۳۰	۱۵	۹	بخارا (روس)	۶۳	۴۴
۳	انطاکیہ (شام)	۳۵	۳۴	۱۰	بخارست (رومانیہ - یورپ)	۳۰	۴۵
۴	الجیرا (الجزیرہ - افریقہ)	۵	۲۳	۱۱	برسیلہ (بلجیم)	۵	۵۱
۵	انقرہ (ترکی)	۳۸	۴۱	۱۲	برلن (جرمنی)	۱۴	۵۲
۶	ایتھنز (یونان)			۱۳	بصرہ (عراق)	۴۷	۳۰
۷	ایسٹریٹیم (ہالینڈ - یورپ)	۵	۵۷	۱۴	بغداد (عراق)	۴۴	۳۴ شمالی

نمبر شمار	نام شہر مع ملک	طول بلد	عرض بلد	نمبر شمار	نام شہر مع ملک	طول بلد	عرض بلد
۱۵	بلغراد (یوگوسلاویہ)	۲۳	۴۷	۳۸	خرطوم (ہلڈوان)	۳۲	۱۴
۱۶	بمبئی (بھارت)	۷۲	۱۸	۳۹	خیبر (سعودی عرب)	۴۱	۲۶
۱۷	بنکاک (سiam یا بھارت)	۱۰۱	۱۴	۴۰	دارالسلام (تنزانیہ یا ٹانگانیکا - افریقہ)	۲۰	۸ جنوبی
۱۸	ہوسٹن (U.S.A)	۷۱	۲۲	۴۱	دمشق (شام)	۳۵	۳۴ شمالی
۱۹	یونس ایئرس (ایٹلیاں)	۵۷	۲۶ جنوبی	۴۲	دہلی (بھارت)	۷۸	۲۸
۲۰	بیروت (لبنان)	۳۵	۳۲ شمالی	۴۳	ڈھاکہ (بنگلہ دیش)	۹۰	۲۳
۲۱	بیت المقدس (یروشلم) (اسرائیل)	۳۵	۳۲	۴۴	رباط، دہراکش - مراکو	۷	۳۴ غربی
۲۲	پانامہ (وسطی امریکہ)	۷۹	۹	۴۵	رنگون (برما)	۹۶	۱۷ شرقی
۲۳	پراگ (چیکوسلوواکیہ)	۱۸	۵۰	۴۶	روم (اطلی - یورپ)	۲۵	۳۲
۲۴	پشاور (پاکستان)	۷۱	۳۴	۴۷	ریاض (سعودی عرب)	۲۶	۲۴
۲۵	پورٹ آرتھر (چین)	۱۲۲	۳۹	۴۸	زنجبار (ٹانگانیکا)	۳۹	۶ جنوبی
۲۶	پیرس (فرانس)	۲	۳۸ شمالی	۴۹	سان فرانسکو (U.S.A)	۱۲۲	۳۷ غربی
۲۷	پیکینگ (چین)	۱۱۷	۴۱	۵۰	شاک ہالم (سویڈن)	۱۸	۵۹ شرقی
۲۸	تاشقند (روس)	۶۸	۴۱	۵۱	شان گراؤ (روس)	۳۳	۳۸
۲۹	تبریز (ایران)	۴۶	۳۸	۵۲	سلالہ (عمان)	۵۴	۱۵
۳۰	تبوک (سعودی عرب)	۳۷	۲۸	۵۳	سمرقند (روس)	۶۶	۳۲
۳۱	تیونس (تیونس - افریقہ)	۱۳	۳۲	۵۴	سنگاپور (ملایا)	۱۰۴	۲
۳۲	ٹریپولی (لیبیا)	۱۲	۳۳	۵۵	سیگون (ویت نام)	۱۰۸	۱۱
۳۳	ٹوکیو (جاپان)	۱۴۰	۳۶	۵۶	شکاگو (U.S.A)	۸۸	۳۲ غربی
۳۴	جدہ (سعودی عرب)	۳۸	۲۳	۵۷	شنگھائی (چین)	۱۲۲	۳۲ شرقی
۳۵	جلال آباد (افغانستان)	۷۰	۳۴	۵۸	صنعاہ (یمن)	۴۴	۱۵
۳۶	جکارتہ (انڈونیشیا)	۱۰۶	۶ جنوبی	۵۹	طائف (سعودی عرب)	۳۹	۲۲
۳۷	چین (پاکستان)	۶۶	۳۱ شمالی	۶۰	طرابلس (شام)	۳۵	۳۵

نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد	نمبر شمار	نام شہر معہ ملک	طول بلد	عرض بلد
۶۱	پہران (ایران)	۵۲	۳۶	۸۳	لڑین (پنجگال)	۹	۳۹
۶۲	عدن (یمن)	۳۵	۱۹	۸۴	لندن	-	۵۱ $\frac{۱}{۴}$
۶۳	عدیس ابا با (ایبے سنیا)	۲۳	۸	۸۵	ماسکو (روس)	۳۷	۵۴
	یا ایچوپیا یا حبشہ			۸۶	دراس (بھارت)	۸۰	۱۴
۶۴	عمان (اردن)	۳۵	۳۶	۸۷	مدینہ (سعودی عرب)	۴۱	۲۵
۶۵	غزناط (اسپین)	۴	۳۵	۸۸	مسقط (عمان)	۵۳	۲۴
۶۶	خرمی ٹاؤن (سیرالیون)	۸	۱۳	۸۹	مکہ (سعودی عرب)	۴۰	۲۲
۶۷	قاہرہ (مصر)	۳۱	۳۰	۹۰	ملبورن (وکٹوریہ آسٹریلیا)	۱۴۵	۴۳
۶۸	قذھار (افغانستان)	۴۵	۳۶	۹۱	منیلا (جزائر)		
۶۹	کابل ( )	۴۸	۳۵	۹۲	فیپائن	۱۲۰	۱۵
۷۰	کاشغر	۸۶	۴۰	۹۳	میکسیکو (میکسیکو)	۹۰	۲۰
۷۱	کراچی (پاکستان)	۶۷	۲۳	۹۴	میڈرڈ (اسپین - ہسپانہ)	۵	۴۱
۷۲	کربلا (عراق)	۴۴	۳۳	۹۵	ناگاساکی (جاپان)	۱۳۰	۳۳
۷۳	گلگتہ (بھارت)	۸۹	۲۲	۹۶	بنجف (عراق)	۴۴	۳۲
۷۴	کمپالا (یوگنڈا)	۳۲	۰	۹۷	نیروبی (کینیا)	۴۰	۳
۷۵	کوپن ہیگن (ڈنمارک)	۱۲	۵۵	۹۸	نیویارک (نیویارک)	۷۳	۴۱
۷۶	کولمبو (لنگا یا سیلون)	۸۰	۷	۹۹	وارسا (پولینڈ)	۲۰	۵۲
۷۷	کوئٹہ (پاکستان)	۶۷	۳۰	۱۰۰	ولنگٹن (نیوزی لینڈ)	۷۵	۴۱
۷۸	کوئٹہ (کوئٹہ خلیج فارس)	۴۸	۱۵	۱۰۱	ولڈیڈی (وائسنگ چین)	۱۴۲	۴۳
۷۹	کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)	۱۹	۳۰	۱۰۲	ہانگ کانگ (چین)	۱۱۴	۲۳
۸۰	لاس اینجلس (کیلی فورنیا)	۱۲۱	۳۳	۱۰۳	ہیروشیما (جاپان)	۱۳۲	۴۴
۸۱	لاگوس (نائیجیریا)	۴	۵	۱۰۴	یافا یا تل ابیب		
۸۲	لاہور (پاکستان)	۷۴ $\frac{۱}{۴}$	۳۱ $\frac{۱}{۴}$		(اسرائیل)		

# اختلافِ مطالع اور اسلامی تہواروں میں ہم آہنگی

**تاریخ کا اختلاف** روایتِ ہلال میں تاریخ کا اختلاف عموماً مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی مقام پر ایک مخصوص دن مثلاً ۱۹ فروری ۱۹۶۷ء کو یکم ربیع الاول ہو، دوسرے مقام پر اسی تاریخ کو ۲ ربیع الاول ہو اور کسی اور مقام پر ۳ ربیع الاول بھی ہو۔ پچھلے باب میں درج شدہ تفصیل سے اس کی وجہ کسی حد تک سمجھ میں آسکتی ہے۔ اب ہم اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

اس اختلاف کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جیسا سنا جاتا ہے بعض اسلامی ممالک نے رویتِ ہلال کے شرعی طریقہ کو چھوڑ کر قرآن ہی کو نئے چاند کی بنیاد قرار دے دیا ہے۔ یہ ایک غیر شرعی فعل ہے۔ جس کا شریعتِ اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اگرچہ اس طرح بھی قمری سال کے ایام کی تعداد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاہم تاریخوں میں فرق کا واقع ہونا ایک ناگزیر بات ہے۔

۲۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں میاری اوقات مقرر کر کے ایک دن کا فرق جو سوچ کو دنیا کے تمام مقامات پر طلوع ہونے میں لگتا ہے، نکال دیا گیا ہے۔ اگر یہ اختراعی طریقہ استعمال نہ کیا جائے تو شمسی اور قمری تاریخوں میں پورے ایک دن کا فرق کم ہو سکتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ ہم بھی اسی طریقہ سے رویتِ ہلال میں سے ایک دن کا فرق کم کریں تو ہمارے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ بھی کیبیسہ یا نسی کی ایک شکل ہے جس سے مسلمانوں کو دیکھ دیا گیا ہے۔ اگر شمسی اوقات کو علیٰ حالہ رہنے دیا جاتا تو دنیا بھر میں چاند کی تاریخ میں صرف ایک دن کا فرق ہو سکتا تھا۔ اور اس ایک دن کے فرق کو دور کرنے کا حل سوچنا ناممکنات سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سورج تو دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کے دوران طلوع ہوتا ہے۔ لیکن چاند کو تمام دنیا کے مقامات پر طلوع ہونے کے لئے ۲۴ گھنٹے ۴۹ منٹ کی مدت درکار ہے۔ چاند ۲۴ گھنٹے میں زمین کے ۳۷ درجہ طول بلد پر طلوع



ہو سکتا ہے باقی ہر ۱۲ درجات طول بلد یعنی خط استوا کے لحاظ سے تقریباً ۳۵ میل کے رقبہ میں دوسرے دن نظر آئے گا۔

۳۔ ان دو وجوہ کے علاوہ ایک تیسری وجہ وقت کے شمار کا طریق کار ہے۔ عیسوی تقویم میں رات کے بارہ بجے کے بعد نئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ جبکہ قمری تقویم میں غروب آفتاب کے بعد نئی تاریخ شروع ہو جاتی ہے (ہندی تقویم میں نئی تاریخ طلوع آفتاب سے شروع ہوتی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی دن رات کا ذکر فرمایا ہے تو پہلے رات کا ذکر آتا ہے۔ وقت کا یہ جداگانہ دستور بھی رویت ہلال میں فرق پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ نقشہ بالا سے ظاہر ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے جس سے یہ فرق ختم ہو سکے یا کم ہو سکے۔ ہم نہ تو موجودہ معیاری وقت کے نظام کو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی قمری تقویم کو شمسی کے مطابق کر کے خود چاند کے لئے معیاری وقت مقرر کر کے ایک دن کا فرق نکال سکتے ہیں۔ لہذا شمسی اور قمری تقویم میں اس وجہ سے ایک دن کا فرق موجود رہے گا۔

چاند دنیا کے تقریباً ساٹھ سو حصوں پر ہر حال دوسرے دن نظر آئے گا۔ یہ فرق بھی ایسا فرق ہے جسے ہم رویت ہلال کی شرعی قیود میں رہ کر کسی صورت بھی رفع نہیں کر سکتے۔

ہم زیادہ سے زیادہ یہی کچھ کر سکتے ہیں کہ ابر یا فضا کی کثافت کی وجہ سے اگر چاند نظر نہیں آ رہا تو شہادت کی بنا پر مطلع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس اختلاف کو دور کر دیں۔ اس طرح قریبی علاقوں میں ایک دن کا فرق دور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کچھ مقامات، دنیا کے ساٹھ سو حصوں میں، دو دن کا بھی ہو سکتا ہے۔

ابری وجہ سے رویت ہلال میں اختلاف ایک اضافی چیز ہے، جو قمری تقویم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ لہذا اس اختلاف کو شہادت کے ذریعہ بہر حال دور کر دینا چاہیے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ:

کسی دن ہلال کسی مقام پر مغربی افق سے ۱۸ درجے بلندی پہنچے تو اسے ضرور نظر آ جانا چاہیئے۔ مگر ابری وجہ سے نظر نہیں آ سکتا تو شریعت نے اس کا نہایت آسان حل بتا دیا ہے۔ کہ اگر چاند دیکھنے کی آس پاس کے علاقہ سے کوئی معتبر شہادت تیسرا سکتی ہے تو اس پر اعتبار کیا جائے گا ورنہ پچھلا ہیمنہ ۳۰ کا شمار کرنا ہوگا۔

**مطلع کی حدود** | اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ علم ہیئت کی رو سے آس پاس کے علاقہ کی حدود کیا ہیں؟

اگر چاند بالکل ہمارے سر پر چمک رہا ہو تو اسے ہم ۹۰ درجے کے زاویہ کی بلندی قرار دیتے ہیں۔ یہ چاند سات دنوں میں مغربی افق سے نصف آسمان تک پہنچا ہے گویا یہ سات دن میں ۹۰ درجے کا فاصلہ طے کر کے آیا ہے۔ چونکہ ہر گول چیز کے ۲۷۰ درجے قرار دیئے گئے ہیں، لہذا چاند کا آسمان پر درجوں کے حساب سے فاصلہ اور ہمارا زاویہ نگاہ ایک ہی بات ہے۔

بالکل ایسے ہی صورت حال زمین کے درجاتِ طول بلد کی ہے۔ ایک ہی طول بلد پر واقع تمام شہروں یا ملکوں کا چاند سورج دونوں کے حساب سے مطلع ایک ہی ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مقام ۱ پر بلال ۱۸ درجے زاویہ بلندی پر مشاہدہ کیا گیا تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ یہ بلال سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ بعد غروب ہوگا اور شفق کی وجہ سے نماز مغرب کے بعد ہی نظر آسکتا ہے۔

۲۔ مغرب میں اس چاند کا مطلع غیر محدود ہے۔ اور مغربی مقامات میں اس کا نظر آنا بہر حال یقینی ہے۔

۳۔ مشرق میں اس کا مطلع کی حد ۵ درجے مزید طول بلد مشرقی کا فاصلہ ہوگا۔ کیونکہ ۱۳ درجے کا چاند نظر نہیں آتا۔

۵ درجے مشرق میں واقع مقام ب پر یہ چاند نظر آئے گا اور ۵ درجے طول بلد کا سیدھا شرفاً غائباً صلاً:

$$(ا) \text{ خط استوا پر } ۵ \times \frac{۱}{۲} = ۲.۵ \text{ میل ہوگا} = ۳۲۶ \text{ میل سیدھا مشرق کو۔}$$

$$(ب) \text{ خط جدی یا سرطان پر } ۵ \times ۴ = ۲۰ \text{ میل}$$

$$(ج) \frac{۱}{۲} = ۲۲ \text{ درجے جدی یا خط سرطان پر تقریباً } ۵ \times ۲۲ = ۱۱۰ \text{ میل سیدھا مشرق کو ہوگا۔}$$

(د)  $\frac{۱}{۲}$  درجے کے اوپر کے مقامات پر رؤیت بلال پر ایک دم بہت زیادہ اثر پڑ جاتا ہے۔ یہی وہ فاصلہ ہے جسے ایک مطلع کی حد شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں وہ فاصلہ بھی شامل ہے۔ جن لوگوں نے یہ نیا چاند دیکھ لیا ہے اور وہ فاصلہ بھی جہاں کے لوگ اسے دیکھ سکتے ہیں۔

مطلع کی حد کے متعلق آئمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آج کل طول بلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے۔ کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے خواہ اس کا فاصلہ ۵ ا طول بلد سے زیادہ ہو مثلاً سعودی عرب ۳۵ درجے سے ۵۴ درجے طول بلد مشرقی یعنی ۲۱ درجے پر پھیلنا ہوا ہے لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے یعنی گرینچ ٹائم سے ۳ گھنٹے پہلے۔ رؤیت بلال

کے لئے حکومت کمیٹی مقرر کر دیتی ہے۔ جو شہادات کی توثیق کے بعد رویت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے۔ اور اس کو پورے ملک کی رویت قرار دے دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت نے ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا ہے۔

ایسی ہی صورت حال بھارت میں ہے جس کا طول بلد ۷۰ تا ۸۹ یعنی ۱۹ درجے ہے۔ وہاں بھی ایک ہی معیاری وقت ہے اور وہاں کی رویت بھی ملک بھر کے لئے ایک ہی رویت ہے البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں مثلاً چین، روس اور کینیڈا۔ ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی۔

ایک مسلمان یا حکومت کے اختیار میں یہی کچھ تھا کہ مطالع کے اختلاف کو حتی الامکان ختم کر دے۔ لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ اسلامی تاریخوں کے اختلاف کے بارے میں سخت مضطرب ہے۔ آج کل جدید ذہن کے طبقے میں یہ خیال اُبھر رہا ہے کہ مسلمانوں کے تہواروں میں وحدت بہت ضروری ہے۔ لہذا چاند کی رویت کی تعیین آلاتِ رصد کے ذریعہ کر کے پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن روزے رکھنے اور عید منانے کا فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ ایک صاحب تو اس جوشِ اتحاد میں یہاں تک کہ گئے کہ:

”ہمارے نبی اُمّی تھے، صحابہ کرامؓ بھی اُن پر ٹھ تھے۔ انہیں چاند کا حساب معلوم نہ تھا۔ لہذا اس وقت کی مصلحت یہی تھی کہ رویتِ ہلال کو احکامِ دین کی بنیاد قرار دیا جائے۔ یہ لیکن

لہ ایسے خیالات غالباً حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے مانع ہیں :

”اَنَا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتَبُ وَلَا نَحْسِبُ“ (متفق علیہ)

”ہم اُن پر ٹھ اُمّت میں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے!“

پھر آپؐ نے دونوں ہاتھوں کو کھول کر بلند کر کے بتلایا کہ: ”ہمیں اتنا بھی (یعنی ۳۰ دن کا)

ہوتا ہے۔ اور اتنا (یعنی ۲۹ دن کا) بھی ہوتا ہے“

حالانکہ اس ارشاد سے آپؐ کا مقصد اُمّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو علمِ ہیئت اور قمری حساب کے گورکھ دھندے سے نجات دلا کر سیدھے اور فطری طریقِ رویت پر عمل پیرا کرنا تھا۔ جیسا کہ شریعت نے ہر معاملہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور میں علمِ ہیئت اور نجوم پرستی (علمِ جوتش) لازم و ملزوم چیزیں تصور ہوتی تھیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ لہذا اس قسم کے علمِ نجوم سے (بقیہ حاشیہ لگے صفحہ پر)

اب مسلمان لوگ چاند کا حساب خوب جانتے ہیں اور بہت پہلے معلوم کر لیتے ہیں کہ نیا چاند کب ہوگا۔ آلاتِ رسل و رسائل کے ذریعہ دنیا بھر کے کونہ کونہ میں خبر بھی کی جاسکتی ہے، تو اب مسلمانوں کو رویتِ ہلال کی بناء پر مختلف دنوں میں تیوہار بنانے کی ریت ترک کر دینا چاہیئے اور ایک مقررہ اعلان کے تحت تمام دنیا میں روزہ رکھنے، عیدین وغیرہ کا ایک ہی دن اہتمام کرنا چاہیئے۔“

اس سے بڑھ کر یہ کہ رابطہ عالم اسلامی کی تالیسی مجلس نے اپنے تیرہویں اجلاس میں ۱۳۹۱ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا، چند قرار دادیں پاس کیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ”اسلامی ممالک میں رویتِ ہلال کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ اگر مغرب یا ایران میں چاند نظر آئے تو دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہو کہ ”اسی رویت“ کی بنا پر روزے رکھیں اور افطار کریں۔ قرار داد میں یہ بھی طے پایا کہ رابطہ کا سیکرٹریٹ تمام سربراہانِ ممالک اسلامیہ سے رابطہ قائم کرے اور ان سے اس پر عمل درآمد کے لئے کہے۔“

وعدتِ تاریخ و اوقات نئے چاند کی رو سے ہم ایسے سب حضرات کی اس ”نیک تمنا“ کی قدر ضرور کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس ہے

کہ ان ”علم دوست حضرات“ کی اتحاد و وعدت کی یہ آرزو علمِ ہیئت کی رو سے بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ رویتِ ہلال پر تو کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے بجائے اگر ”نئے چاند“ یا قرآن کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو بھی پوری دنیا میں ایسا اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اس سال ۱۹۷۸ء میں شوال کا نیا چاند لندن میں شام کے ۳ بج کر ۹ منٹ پر وقوع پذیر ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہوگی۔ اسی لمحہ حجاز مقدس میں شام کے سات بج کر ۹ منٹ، پاکستان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عوام کا ذہن پاک رکھنا مقصود تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر رویتِ ہلال کی بجائے قمری حساب یا قرآن کے وقت کو بنیاد قرار دیا جائے تو بھی تمام دنیا میں وقت کی یکسانیت محال ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۱۰ غنیمت ہے کہ اس قرار داد میں ”نئے چاند“ کے بجائے رویتِ ہلال کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مشکل مسئلہ یہ ہے کہ چاند ۲ گھنٹوں میں دُنیا کے تمام مقامات پر طلوع نہیں ہو سکتا۔ لہذا اگر اس ”وعدت“ پر زور دیا جائے تو یہ عملاً ”رویتِ ہلال“ کی شرعی بنیاد کی نفی ہوگی۔

نوج ۹ منٹ رات، مشرقی پاکستان میں دس بج کر ۹ منٹ رات اور جزائر فجی اور سائبریا میں چار بج کر ۹ منٹ سحری کا وقت ہوگا اور تاریخ ۲ ستمبر ہی ہوگی۔ کیونکہ یہ مقامات بین الاقوامی تاریخی خط کے مشرق میں واقع ہیں۔

حکومتِ حجاز اسی قرآن کے لمحہ یعنی ۲ ستمبر، بج کر ۹ منٹ رات کو دوسرے دن عید منانے کا اعلان کرتی ہے تو جزائر فجی اور سائبریا کا مسلمان اس وقت کیا طریق اختیار کرے گا، اگر اس دن یعنی ۲ ستمبر کو عید کرے تو اتحاد ممکن نہیں کہ حجاز میں عید ۲ ستمبر کو ہوگی۔ اور اگر روزہ رکھے تو کیوں رکھے، ”نیا چاند“ تو ہو چکا! — یہی صورتِ حال روزے شروع کرنے یا دوسرے اُمور میں بھی پیش آسکتی ہے!

یہ تو تھانے چاند یا قرآن کا مسئلہ۔ اب ہم دیکھیں گے وحدتِ تاریخِ رویتِ ہلال کی رو سے کہ اگر نئے چاند کے بجائے رویتِ ہلال کو ہی بنیاد قرار دیا جائے تو آیا یہ وحدت و اتحاد ممکن ہے؛ یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ قرآن اور رویتِ ہلال دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں ایک ہی مقام پر ۲۴ سے لیکر ۳ گھنٹے تک کا وقفہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ علمِ ہیئت کی رو سے چاند کی رویت کے لئے دنیا بھر کے تمام مقامات پر ۲۴ گھنٹے کی بجائے ۲۴ گھنٹے ۲۹ منٹ کا عرصہ درکار ہے۔ تو اگر دنیا بھر کے لئے رویتِ ہلال کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مثالِ بالا سے بھی زیادہ الجھن پیش آسکتی ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں ۳ ستمبر ۱۹۷۸ء کو مکہ میں رویت کی شہادت مل جاتی ہے اور پلے بجے شام اگلے دن کے لئے عید کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو میکسیکو (شمالی امریکہ) میں اس وقت پلے بجے دن کا وقت ہوگا۔ کیا یہ لوگ اس دن روزہ پورا کر کے دوسرے دن عید منائیں گے یا فوراً افطار کر کے اسی دن اور اسی وقت عید ادا کریں گے۔ ان دونوں صورتوں میں سے مکہ معظمہ سے وحدت کی کونسی صورت ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اگر شرعی احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا جائے تو بھی جس وحدت و اتحاد کی تمنا کی جاتی ہے، پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ وضعی طریق سے عیسوی کیلنڈر میں گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے سے خطِ تاریخ پر ایک دن کی کمی بیشی کرنے سے یعنی ایک ہی دن میں دو طرح کی پیوند کاری سے جو عیسوی تاریخ میں یکسانیت پیدا کی گئی ہے، اس سے حقیقی صورتِ حال میں تو کچھ فرق نہیں پڑسکتا۔ رویتِ ہلال کی بنا پر کسی مقررہ تاریخ میں دو دن کا فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن بہت ہی کم

مقامات پر یعنی دنیا کے ستائیسویں حصے میں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دو دن کا فرق بسا اوقات مشاہدہ میں آ رہا ہے، جس کی وجہ وہی اختراعی طریق ہے۔ جس کی بنا پر عیسوی تقویم میں ایک دن کے فرق کو جو سیارگان کی چال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ فرق بھی قمری تاریخ پر جا پڑتا ہے۔ اگر یہ وضعی طریق کا رخم کر دیا جائے تو قمری تاریخوں میں اختلاف خود بخود کم ہو جائے گا۔

اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ اسی طرح وضعی طریق کار سے قمری تاریخوں کا اختلاف ختم کیا جائے ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ وضیعت کبیسہ یا نئی سے پوری پوری مشابہت رکھتی ہے جس کی قمری تقویم میں گنجائش نہیں ہے اور جس سے مسلمانوں کو سختی سے منع کر دیا گیا ہے۔

بادل، بارش یا فضا کی کثافت کی بنا پر چاند کا نظر نہ آنا تقویم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔ یہ اختلاف محض مقامی قسم کا ہوتا ہے۔ اور ایسا اختلاف رویت بلال کیسیاں یا مقامی حکومتیں شہادت کی بنا پر اعلان کے ذریعے دور کر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مطلع ایک ہی ہو، مختلف نہ ہو۔ اختلاف مطالع کی حقیقت ہم پچھلے باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اور قمری تاریخ میں اختلاف کی یہی ایک قسم ہے جسے ہم حُسن تدبیر سے دور کر سکتے ہیں۔

اعلانات کے ذریعہ دنیا بھر میں قمری تاریخ کو ایک بنانے کا مسئلہ بہت طیر صاحب ہے اور کسی مخصوص دن میں مخصوص وقت پر شعائر کی ادائیگی میں اتحاد اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ راج کے دن حجاج کرام کی دُعاؤں کے وقت ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر یہ عبادت بجالائیں تو یہ مشکل سی بات ہوگی۔ کیونکہ ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر شام تک حجاج کرام میدان عرفات میں دُعا میں کرتے ہیں۔ یہی حج کا رکنِ اعظم اور اصل حج ہے۔ عزوب آفتاب کے بعد وہاں سے واپس ہو کر انہیں مشعر الحرام پہنچنا ہوتا ہے۔ اس وقت بند اور چین کے مسلمان گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اور آسٹریلیا میں سحری کا وقت ہوتا ہے۔ کیا وقت کی اس مطابقت کے لئے مسلمانوں کو مکلف بنایا جاسکتا ہے؟

یہی حال یوم النحر یعنی قربانی کے دن کا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کو حجاج دن طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ آتے ہیں، پھر جرے مارتے ہیں۔ اس کے بعد قربانی کا وقت ہوتا ہے۔ گویا طلوع آفتاب کے تقریباً ۳ گھنٹے بعد قربانی کا وقت آتا ہے۔ اور ہم اس وقت قربانی کا گوشت پکا کر بھنم بھی کر چکے ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ حجاج کے کام سے مطابقت ہوگی یا مسابقت؟ پھر ایسے علاقے بھی ہیں جہاں کے مسلمان یہ قربانی کا دن گزار کر رات کو سونے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور ادھر یہ کیفیت

ہوگی کہ عجاج کرام ابھی مردِ دفعہ سے روانہ بھی نہ ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری نمازوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اوقات کی وحدت محال ہے۔ اہل عجاج جس وقت نظر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تو ہم عصر کی نماز کی تیاری میں معروف ہوتے ہیں۔ اور جب فجر ادا کرتے ہیں تو یہاں سوج خاصا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔

## اختلافِ مطالعِ ادلہ شرعیہ کی روشنی میں

میں نے اب تک جو کچھ لکھا ہے، علم ہیئت کے مطابق لکھا ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شریعتِ مطہرہ کا مسلمانوں پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قمری حساب کی بھول بھلیوں سے نکال کر رویتِ ہلال کے فطری اور سادہ مشاہدہ پر احکام کی بجائے آوری کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر علاقے کے لئے ان کی اپنی رویت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جہاں تک ابریا فضا کی کثافت کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا تھا اسے شہادت سے دور کر دیا ہے۔ البتہ اختلافِ مطالع کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔

بعض حضرات متاخرین نے مطالع کے اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ لیکن احادیثِ صحیحہ اور قرونِ اولیٰ کے آثار اتنے معتبر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان حضرات کے اقوال کی کچھ حیثیت نہیں رہ جاتی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع کو ادلہ شرعیہ کی روشنی میں ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاؤں۔ کیونکہ اس میدان میں بہت حد تک تسلی بخش کام ہو چکا ہے۔ مگر انہی دنوں ایک اور رسالہ ”راحتہ العوام“ نظر سے گزرا جس کے مؤلف اس اتحاد کے لئے ”ترپ“ رکھتے ہیں۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ اس رسالہ کے چیدہ چیدہ اقتباسات قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں اور مختصراً ان دلائل کا جائزہ بھی پیش کیا جائے۔

### رسالہ راحتہ العوام سے چند اقتباسات

اس وقت رسالہ مذکورہ مسلمی بہ ”راحتہ العوام با اتحاد العلماء والحکام فی مسئلۃ العید والصیام“

سے ملاحظہ ہو رسالہ ”بیان الادلہ فی اثبات الابلہ“ از شیخ عبداللہ بن حمید الرشید العام للاشراف الدیلمی (مکہ مکرمہ) اس رسالہ کا ترجمہ محمد رفیق صاحب اثری نے اردو میں کیا جو ”الاعتصام“ میں قسط وار اور رسالہ ”محدث“ محرم صفر ۱۳۹۵ھ میں یکجا شائع ہوا۔ اس رسالہ میں مصنف نے اس مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر عقلی و نقلی دلائل سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اب یہ رسالہ علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

سامنے پڑا ہے۔ اس کے مصنف رئیس المفکرین بھی ہیں۔ راس المتکلمین بھی، اور فقیہ الزمان بھی۔ اور وہ الحاج حضرت مولانا محمد بلال صاحب خطیب نشاط سٹی تربیلہ ڈیم ہیں۔ جیسا کہ رسالہ کے نام سے ظاہر ہے، آپ روزہ اور عید کے لئے اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑے مضطرب ہیں، رویت بلال کی حقیقت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

۱۔ ” رویت بلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ عقیدہ

متاخرین، فقہاء کرام، علمائے سائنس، علمائے شریعت حنفی، مالکی، حنبلی، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دُنیا کے کسی کونے میں بھی نیا چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جائے، جہاں جہاں اس فیصلہ کی اطلاع ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب چاند سورج سے پیچھے ہو گیا تو نیا چاند ہو گیا۔

اب یہ سب دُنیا کے لئے نیا چاند ہے۔ یہی پاکستان کے لئے نیا چاند ہے، بھارت کے لئے نیا چاند ہے۔ عرب و عراق، ایران اور انڈونیشیا وغرضیکہ تمام دُنیا کے لئے نیا چاند ہے؛“ (صفحہ ۱۳ صفحہ مذکورہ)

۲۔ آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”اب جو انکار کرے گا کہ شرعی حجت میں کوئی کمی ہے تو وہ صرف اپنی معتبری میں کمی دیکھنے کی وجہ سے کریگا کہ یہ فیصلہ اس کے پاس کیوں نہیں آیا؟ کسی دوسرے کے پاس یہ فیصلہ کیوں گیا؟ اس لئے وہ معتبر صاحب فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہمارا مطلع اور ہے ان کا مطلع اور ہے، انکار کے لئے یہ مہمانے تلاش کریگا حالانکہ تمام کتابوں کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ شریعت محمدی نے اس میں اور دوسری کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ کیونکہ رویت ثابت ہو گئی؛“ (صفحہ ایضاً)

۳۔ آگے چل کر ”مشرق و مغرب کی رویت میں فرق“ کے تحت لکھتے ہیں :

”مشرق و مغرب میں رویت بلال کا اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دنیا میں چاند نظر آئے گا، اس تاریخ کو مشرق میں چاند نظر نہیں آئیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت مشرق والوں کے مطلع سے چاند گزر رہا تھا اس وقت چاند سورج کی شعاعوں میں تھا۔ پھر چند گھنٹے بعد جب مغرب والوں کے مطلع سے گزرا تو سورج کی شعاعوں سے الگ ہو چکا تھا۔ لہذا مغرب والوں کو نظر آگیا۔ یہ ایک معلوم مسئلہ ہے کہ چاند کی رفتار



سورج سے کم ہوتی ہے۔ اس رفتار کی کمی کی وجہ سے چند گھنٹوں کے بعد ہی چاند سورج سے کافی پیچھے رہ جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں غروب آفتاب کا وقت ۵ بجے تھا اور یہی وقت حجاز مقدس میں ظہر کا ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے جب سرزمین حجاز میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے تو یہاں دس بج چکے ہوتے ہیں۔ تو اب اس وقت میں چاند سورج کی شعاعوں سے پیچھے رہ کر وہاں نظر آسکتا ہے۔ اب اس وقت وہاں اگر نظر آگیا تو انتظار ختم ہو گیا۔ یہی ساری دنیا کا چاند ہے۔ اب صرف صبح اطلاع ملنے کی انتظار ہے۔ وہاں کے ذرائع ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ نے نشر کر دیا تو پھر انتظار کا کیا مطلب ہوا؟ اب صرف اتحاد کو ختم کرنا، اختلاف کا نعرہ بلند کرنا، اپنی معتبری ثابت کرنا، فتنہ و فساد برپا کرنا، مسلمانوں کو دکھ دینا، غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دینا اور اسلام پر بد نما داغ لگانا مقصود ہوتا ہے۔ غیر مسلم دنیا جتنی بھی ہے، اس معاملہ میں ان کا مکمل اتفاق ہے، ان کے مذہبی تہوار تمام دنیا میں ایک ہی تاریخ کو منائے جاتے ہیں۔ ویسے بھی جس دن کسی ماہ کی یکم تاریخ ہوتی ہے اس دن پاکستان میں بھی یکم ہی ہوتی ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ملے گی جہاں دوسری تاریخ ہو۔ امریکہ و انگلستان میں بھی، فرانس، جرمنی، روس، چین، یوگوسلاویہ اور سوئٹزرلینڈ میں یکم ہی ہوتی ہے“ (صفحہ ۱۷)

آگے چل کر اس مشکل کا حل پیش کرتے ہیں :

”اس سلسلہ میں ہماری مشکلات یہ ہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز مغرب یا نماز عشاء کے متصلاً بعد نہ اعلان کر سکیں گے۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد اعلان کریں گے۔ دیر سے پیدا ہونے والی مشکلات کے قلع قمع کے لئے عوام کو یہ بتائیں کہ اعلان حکومت خود کریگی۔ اس پر ہم اور آپ سب عمل کریں گے۔

یہاں خود ساختہ معتبر لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑیگا اور عصری رقابتیں اڑے نہیں آسکیں گی۔ اگر اعلان میں کچھ تاخیر ہوگئی تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے، دن کی گردش بھی بارہ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں اس لئے رات کے کسی حصہ میں دنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے

سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں، تمام خوشیوں کو اپنا سکتے ہیں۔ نیک نامیوں  
اتحاد و محبت اور ایک مسلکی کو زندہ کر سکتے ہیں“ (صفحہ ۱۹، رسالہ مذکور)  
مذکورہ بالا اقتباسات رسالہ مذکورہ کا پچوڑ ہیں۔ ان اقتباسات میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی  
توجہ کے مستحق ہیں، انہی پر ہم تبصرہ کریں گے۔

## راحتہ العوام کے اقتباسات پر تبصرہ

اقتباس نمبر ایک میں آپ نے دونوں باتوں کا اکٹھا ذکر کر دیا ہے۔ حلالہ مکہ ”نیا چاند“ اور نئے  
چاند کا نظر ”انا“ دو الگ الگ امور ہیں اور ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اس لئے ہم نئے چاند کی بات  
چھوڑ کر نئے چاند کے نظر آنے کے متعلق احادیث پیش کرتے ہیں کیونکہ ”نئے چاند“ کی شرعی حیثیت  
کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

## اختلاف مطلع کے اعتبار پر شرعی دلائل

۱- عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تصوموا  
حتى تروا الهلال ولا تفتروا حتى تروا فان غم علیکم فاقدروا له و  
قال الشهر تسع وعشرون لیلة فلا تصوموا حتى تروہ فان غم علیکم  
فاکملوا الیعدۃ ثلاثین“ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا: ”جب تک نیا چاند نہ دیکھ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو اور جب  
تک نیا چاند دیکھ نہ لو، روزے مت چھوڑو، اگر ابر محیط ہو جائے تو اس ہیبت کو پورا  
ہونے دو۔ اور فرمایا ”ہیبتہ انتیس“ رات کا بھی ہوتا ہے۔ سو جب تک نیا چاند دیکھ  
نہ لو، روزے رکھنا مت شروع کرو۔ پھر اگر ابر محیط ہو تو تیس گنتی پوری کرو۔“

لہ جو لوگ ”چاند دیکھنے سے پہلے روزے شروع کریں یا عید منائیں وہ آپ کے نافرمان ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

”وعن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم

صلی اللہ علیہ وسلم“ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

”عمار بن یاسر فرماتے ہیں، ”جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی“

۲- "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان عمر علیکم فاکملوا عداۃ شعبان ثلاثین" (بخاری، مسلم)

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نئے چاند کو دیکھ کر روزے رکھو اور نیا چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر کسی وجہ سے چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔"

۳- اختلافِ مطالع کو سب ائمہ محدثین معتبر سمجھتے تھے۔ امام ترمذی، ابو داؤد اور امام نووی شارحِ مسلم سب نے اس موضوع پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔ درج ذیل حدیث ان سب کتبِ احادیث میں موجود ہے :

"عن کریب ان امر الفضل بنت الحارث بعثتہ الی معاویۃ بالشام قال فقد مت الشام فقضیت حاجتہا واستہل علی رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قد مت الی المدینہ فی آخر الشهر فسألنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ثم ذکر الهلال فقال متنی رأیتہم الهلال؟ فقلت رأیناہ لیلة الجمعة فقال انت رأیتہ؟ قلت نعم! راہ الناس وصاموا وصام معاویۃ۔ فقال لکتا رأیناہ لیلة السبت فلا تزال نصورم حتی تکمل ثلاثین اونواہ" فقلت: اولاً تکتفی برویتہ معاویۃ و صیامہ؟ فقال لا، ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"کریب کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت الحارث نے مجھے شام میں حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا میں وہاں گیا اور اس کا پورا کیا۔ وہیں رمضان کا چاند نظر آیا۔ جبکہ میں شام میں تھا۔ میں نے خود بھی جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔ پھر آخر ماہ (رمضان) میں مدینہ آیا۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا، ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ "کیا تم نے خود بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا، "ہاں! اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا اور اس کے مطابق روزے رکھے۔ خود حضرت امیر معاویہؓ نے روزہ رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا، ہم تیس روزے مکمل کریں گے اللہ

کہ خود چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا، آپ حضرت معاویہؓ کی روایت کا اعتبار نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں یہ بات نہیں (بلکہ) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم فرمایا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہاں حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی شہادت کو غیر معتبر قرار نہیں دیا۔ بلکہ مطلع کے اختلاف کی بنا پر اہل شام کی روایت کو اپنے علاقہ کے لئے معتبر نہیں سمجھا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یہ حدیث اختلافِ مطالع پر ایک صریح دلیل ہے۔ دمشق (شام) مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں سے ۵ درجے طول بلد مغرب کو ہے۔ یہ دونوں مقامات مقدسہ تقریباً ۴۰ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہیں جبکہ دمشق ۳۵ درجے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ اگر مشرق میں واقع ہوتا تو مطلع کے اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔

۴۔ مطلع کے اختلاف سے متعلق امام ابی شیبہؒ نے "المصنف" میں یہ حدیث درج فرمائی ہے :

”حدثنا ابن ادریس عبد اللہ بن سعید قال ذکرنا بالمدینۃ رؤیۃ الہلال و قالوا اهل استاۃ قد رأوه : فقال القاسم والسالم : مالنا ولا اهل استاۃ“  
 ”عبد اللہ بن سعید فرماتے ہیں، مدینہ میں روایتِ ہلال کی بات چھڑی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اہل استاۃ نے چاند دیکھ لیا ہے۔ قاسم اور سالم دونوں نے فرمایا، ہمارا اہل استاۃ سے کیا تعلق اور واسطہ؟“

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے علاقہ کی شہادت کو معتبر سمجھتے تھے۔ دوسرے علاقہ کی شہادت سے انہیں کچھ دلچسپی نہ تھی۔ ان احادیث کی روشنی میں اب رسالہ مذکورہ کے اقتباس کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمائیے کہ :

” روایتِ ہلال کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں دراصل کسی کا اختلاف نہیں ہے متفقین متاخرین، فقہائے کرام، علمائے سائنس، علمائے شریعت، حنفی، مالکی، حنبلی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں بھی چاند نظر آجائے اور اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہو جائے یعنی شہادت یسر ہو جائے، جہاں جہاں بھی اس کی اطلاع ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب پر لازم و واجب ہے؟“

ہم بوجہ طوالت اثر کے اقوال سے صرف نظر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اقوال کے مقابلہ میں احادیث بہت زیادہ معتبر ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اگر تمام اثر کے اقوال کا احاطہ

کیا جائے تو یہ اقوال، فتاویٰ بھی ۸۰ فیصد کے لگ بھگ صاحب رسالہ کے نظریہ کے خلاف وارد ہیں۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صاحب موصوف نے تمام کتابوں کے حوالہ جات سے جو مطلع کا اختلاف کو غیر معتبر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ”یہ مسئلہ عربی، فارسی، اردو کی سب کتابوں میں موجود ہے تو یہ سب کتب کون کون سی ہیں اور ان حوالہ جات کی حقیقت کیا ہے؟

اتفاق سے ان حوالہ جات میں حدیث کے ایک ٹکڑے کے اردو ترجمہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لہذا پہلے وہی ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :

”مثلاً مغربی دنیا میں چاند دیکھا گیا، مشرق میں نظر نہیں آیا۔ اور پھر مشرق والوں کو مغرب والوں کے دیکھنے کی خبر معتبر ذرائع سے پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان جو کتب احادیث میں موجود ہے ”کہ روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے“ تو چاند کا دیکھنا عام ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں چاند دیکھا جائے تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور حنفی، مالکی، حنبلی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے اور یہی حقیقت ہے۔“ (صفحہ ۷ رسالہ مذکور)

حدیث کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ ”روزہ رکھو چاند دیکھنے سے اور افطار کرو چاند دیکھنے سے“ اس مفہوم سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو صرف اس مشرق اور مغرب سب کو ایک کر دینے پر ہے۔ یہ مشرق و مغرب اور پوری دنیا کے الفاظ کون سی دلیل کے تحت درمیان میں آگئے؟ — اگر یہی طرز استدلال ہو تو پھر آخر کیا کچھ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کیا جاسکتا؟

آپ نے ائمہ کے فتاویٰ کے جو حوالہ جات پیش کئے ہیں جو تمام عربی، فارسی، اردو کی کتابوں کو محیط ہیں، صرف چھ ہیں :

فتاویٰ عربی درمختار، فتاویٰ شامی رد المحتار، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ عالمگیری، عزیز الفتاویٰ اور اماد الفتاویٰ — ان میں سے آپ نے وہ عبارات نقل فرمائی ہیں جو مفید مطلب ہیں۔ پھر ان عبارتوں سے جس طرح مطلب براری کی گئی ہے اس کا نمونہ آپ اوپر ملاحظہ کر چکے ہیں۔

دیانت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب یا ایک مصنف کے تمام اقوال بیان کر دیئے جائیں اور پھر نتیجہ اخذ کیا جائے۔ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ جہاں سے کوئی بات مفید مطلب ملے ان سب کو اکٹھا کر کے اپنے مخصوص نظریہ کی حمایت میں پیش کر دیا جائے — اس بات سے انکار نہیں

کیا جاسکتا کہ ائمہ کی ایک قبیل تعداد نے اختلافِ مطالع کو غیر معتبر سمجھا ہے لیکن بیشتر ائمہ کے اقوال، احادیث اور علمِ ہیئت کے اصول چونکہ اختلافِ مطالع کی تائید کرتے ہیں، لہذا ان چند اقوال کو کچھ محبت نہیں دی جاسکتی۔

اس عنوان کے تحت صاحبِ موصوف نے مطالع کے اختلاف

## مشرق و مغرب کی رویت میں فرق

کو خود ہی تسلیم بھی کر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ :

”مشرق و مغرب کی رویت میں اتنا فرق ضرور ہے کہ جس دن مغربی دُنیا میں چاند نظر آئے گا مشرق میں نظر نہیں آئے گا“  
نیز یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ :

”حجاز میں جب غروبِ آفتاب کا وقت ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں رات کے دس بج چکے ہوتے ہیں۔ اہلِ حجاز چاند دیکھ سکتے ہیں لیکن ہم نہیں دیکھ سکتے“

گویا ہماری رویت اہلِ حجاز کے مقابلہ میں دوسرے دن ہوگی۔ اب اس دورنگی کا، جسے آپ علماء کی معتبری، تنگ نظری اور فساد فی الارض سے تعبیر کرتے ہیں، کا یہ حل پیش فرمایا ہے کہ :

”حکومتِ حجاز رویتِ ہلال کے بعد فوراً اعلان کر دے، ہمیں گو اس اعلان کی خبر عشاء کے بعد ملے گی اور ہم ذرا دیر سے اعلان کر سکیں گے۔ تاہم اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مشرق سے مغرب تک رات کی گردش زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ تمام زمین اتنی ہی ہے۔ دن کی گردش بھی ۱۲ گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں دونوں گردشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے رات کے کسی حصہ میں ساری دُنیا کو مطلع کیا جاسکتا ہے۔ دن نکلنے اور تاریخ بدلنے سے پہلے ہم اپنی تاریخ ایک بنا سکتے ہیں۔ . . . !“

اس حل میں الفاظ کے چکر میں پڑ کر کوئی مطمئن ہو جائے یا اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کر لے تو الگ بات ہے ورنہ تھوڑا سا غور کرنے سے اس حل کی سطحیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ضروری تو نہیں کہ سب سے پہلے چاند اہلِ حجاز ہی کو نظر آئے (جیسے حضرت معاویہؓ

لے یہ رات اور دن کی الگ الگ گردشوں والا لطیفہ بھی کیا خوب بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی حقیقت کو بھی یہ رئیسِ المفکرین بھی بہتر جان سکتے ہیں۔

کے دور میں چاند شام میں نظر آگیا لیکن حجاز میں نظر نہیں آیا، یہ بھی تو ممکن ہے کہ چاند سب سے پہلے لندن میں نظر آئے۔ اگر ایسی صورت ہو تو دنیا بھر کے لئے اعلان کن کرے گا؟ اور کہاں سے ہوگا؟

ہم بفرض تسلیم سمجھ لیتے ہیں کہ لندن کے مسلمان حجاز کی حکومت کو فوراً رویتِ ہلال سے مطلع کرتے ہیں تو جب لندن میں شام کے چھ بجے ہوں گے، حجاز میں ۹ بجے رات کا وقت ہوگا اور پاکستان میں ۱۱ بجے رات، جاپان میں صبح کے ۴ بجے، جب وہ لوگ روزہ رکھ چکے ہوں گے اور آسٹریلیا میں ۱۰ بجے، جبکہ یہاں کے لوگوں کو روزہ رکھے ۶ گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔ جب یہ اعلان آسٹریلیا میں سنا جائے گا تو وہاں کا مسلمان کیا کرے گا؟ آیا روزہ توڑ دے اور اسی دن عید پڑھے یا دوسرے دن؟

— اہل حجاز سے دونوں صورتوں میں مطابقت ناممکن ہے۔ پہلی صورت تو واضح ہے کہ یہ لوگ ایک دن پہلے عید پڑھیں گے۔ دوسری صورت میں یہ لوگ اس وقت عید پڑھیں گے جب اہل حجاز عید کا دن گزار کر رات کا ایک حصہ سوچکے ہوں گے۔ تو پھر یہ کیسا اتحاد اور کیا وحدت ہوئی؟ سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ وحدت ممکن ہوتی تو پھر گھڑیوں کو آگے پیچھے کرنے اور بین الاقوامی تاریخی خط تجویز کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صاحب رسالہ مذکور نے اس مشکل کا حل پیش کرتے وقت صرف حجاز اور پاکستان ہی کو ملحوظ رکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ امریکہ یا جاپان یا آسٹریلیا کے وقت کا حجاز کے وقت سے مقابلہ کرتے تو اس مشکل کے حل میں مزید مشکل پیدا ہوتی تھی۔ لہذا انہوں نے اس طرف سے صرف نظر میں ہی عافیت سمجھی۔

یہ سب تجاویز "اتحاد بین المسلمین" کے نام پر پیش کی جاتی ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آیا اسلام نے تہواروں میں مذہبی تہواروں میں وحدت و اتحاد

اس قسم کی وحدت کو کچھ اہمیت بھی دی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر فی الواقعہ یہ کوئی اہم چیز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس اہم کام کی طرف توجہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسویں رمضان کا روزہ رکھا تھا، رویت ہلال کی اس پاس سے شہادت مل گئی تو آپ نے روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور بوجہ دیر عید دوسرے روز کی۔ اگر وحدتِ عید اتنی ہی اہم چیز تھی تو آپ عید کی نماز دیر سے بھی پڑھ سکتے تھے۔ عید کی نماز آخر نفل نماز ہے (اور عید الاضحیٰ تو حجاج کے پروگرام میں سرے سے شامل ہی نہیں) تو معمولی تاخیر کے لئے اتحاد بین المسلمین جیسے عظیم مقصد کا کیوں لحاظ نہ رکھا گیا؟

حضرت کریم والے واقعہ میں حضرت ابن عباسؓ کو جب مکمل شرعی شہادت کا ثبوت مل

گیا تو کیا آپ نے یا حضرت معاویہؓ نے وحدتِ عید کی کوشش فرمائی؟ وہ لوگ اسلامی روح کو ہم سے بدرجہا بہتر سمجھتے تھے اور بھلائی کے کاموں پر حریص بھی بہت زیادہ تھے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے وقت بھی موجود تھا۔

حضرت عمرؓ جیسے مفکر اور مدبر، جو مصالحِ عامہ کے بیشمار امور کے موجد سمجھے جاتے ہیں، مدینہ میں رہ کر لاکھوں میل پھیلی ہوئی سلطنت پر حسن و خوبی سے کنٹرول کیا۔ آپؓ اگر چاہتے تو کیا "اتحادِ بین المسلمین" کے اس ذریعہ پر عمل درآمد نہ کر سکتے تھے؟ بات بات پر مجلسِ شوریٰ بلا کر فوری فیصلہ صادر فرما دیا کرتے تھے مگر کبھی وحدتِ عید یا رمضان کا مسئلہ زیرِ بحث نہ آیا۔ اگر اس دور میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی تو آج اس مسئلہ پر اس قدر اصرار کیوں ہے؟

اسلام میں عیدین کی حیثیت عبادت اور شکرانہ کی نماز ادا کرنے کی ہے، جشن منانے کی نہیں ہے۔ اسلام نے ان دنوں میں عید کی نمائندگی علاوہ اور کوئی پروگرام پیش نہیں کیا۔ اور حجاج کرام کے لئے تو سرے سے نماز عید الاضحیٰ حج کے ارکان میں شامل ہی نہیں ہے۔

اتحادِ بین المسلمین کے لئے شریعتِ مطہرہ نے جن امور کی تاکید فرمائی ہے، ان میں فرقہ پرستی سے اجتناب، فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی، نظامِ زکوٰۃ کا قیام، حج کا اجتماع اور ایسے دوسرے بہت سے امور ہیں، ان پر تو آج کا مسلمان کچھ توجہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی، جن کی مذہبی دلچسپی کی انتہا ہی مذہبی تہوار منانے تک محدود ہے، عیدین وغیرہ میں وحدت پر زور دے رہا ہے اور یہ مذہب سے بیگانگت کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اہم امور سے قطع نظر کر لیتا ہے اور اپنا سارا زور غیر اہم امور پر صرف کرنے لگتا ہے۔



# اسلام اور موجودہ سائنسی نظریات

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ کائنات اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے تمام حوادث اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل اور قول میں تضاد ناممکن ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا کوئی قول حقیقت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ ۲۲۲ اور کسی بھی بات میں اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے۔

لہذا اگر کسی واقعہ یا نظریہ میں ہمیں قرآن کریم یا کسی صحیح حدیث کی رو سے تضاد **تعارض و تضاد کی وجوہ** یا تعارض نظر آ رہا ہو تو اس کی دو ہی وجوہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ قرآنی آیت یا صحیح حدیث کے الفاظ میں ایسی تاویل کی گنجائش موجود ہو جس کی اس سے پیشتر ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور جب اس سے متعلق کوئی واقعہ رونما ہو تو تب ہی ان الفاظ کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نظریہ بذاتِ خود تجرباتی دور سے گزر رہا ہو اور اپنے مشکوک ہونے کی بنا پر ابھی تک نظریہ کی حد سے آگے نہ بڑھ سکا ہو۔ یا جو کچھ بیان کیا جا رہا ہو اس کی بنیاد محض ظنون و قیاسات ہوں۔ جبکہ وحی یقینی علم مہیا کرتی ہے۔ اور انسان کی بھٹکتی ہوئی عقل کے مدتوں کے سفر کو قریب تر کر دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا  
بِعِلْمِهِ ذَلَّتْ يَا بَرِّمٌ تَأْوِيلُهُ -

بلکہ انہوں نے ہر اس بات کو جھٹلادیا جس کا وہ اس چیز کے حقیقی علم سے احاطہ نہ کر سکے حالانکہ اس کی حقیقت ابھی ان پر کھلی ہی نہیں تھی۔

(۱/۲۹)

اور یہ ہے بھی حقیقت کہ کسی چیز کے متعلق انسان کا علم خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے وہ محدود ہی ہوگا اور اس کے بعد بھی اس چیز کے متعلق مزید انکشافات ہوتے رہیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے اور

وہ اس چیز کا خالق ہے۔ جو کچھ وہ جانتا ہے دوسرا کوئی جان نہیں سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نہایت جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔ ان سامعین میں سے کسی نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا۔ ”کیا اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟“ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا۔ ”نہیں۔“ اللہ تعالیٰ کو موسیٰؑ کا یہ جواب پسند نہ آیا۔ لہذا انہیں حکم دیا کہ وہ ہمارے فلاں بندے (حضرت خضرؑ) کو جا کر ملیں۔

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے ایک ہمسفر اپنے ساتھ لیا اور بہت مشقت کے بعد حضرت خضرؑ کو ملنے میں کامیاب ہوئے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ان کے ساتھ سفر کا آغاز کیا۔ دورانِ سفر تین ایسے واقعات پیش آئے جو مصریٰ مخالفِ عقل تھے۔ لہذا حضرت موسیٰؑ نے فوراً ان پر اعتراضات کر دیئے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بعدہ حضرت خضرؑ نے ان واقعات کی تاویل سے مطلع کرنے کے بعد فرمایا: ”موسیٰ! میرا علم اور تمہارا علم دونوں مل کر اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے اس سمندر کے مقابلہ میں پانی کا ایک قطرہ۔“

یہ واقعہ قرآن کریم اور کتبِ احادیث میں تفصیل سے مذکور ہے اور اسے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ جب انسان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا کم ہے تو پھر کم از کم ایک مسلمان کو کیا حق ہے کہ وہ کتاب اللہ یا کسی صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنے یا دوسرے لوگوں کے علم اور نظریات پر انحصار کرے۔

**پہلی وجہ کی چند مثالیں** | اب ہم پہلے، پہلی صورت کی چند مثالیں پیش کریں گے پھر اس کے بعد سائنسی نظریات کی۔ کیونکہ سائنسی نظریات میں ان دونوں صورتوں کا امکان موجود ہوتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ تو یہ صدرہ تمام صحابہ کیلئے ایسا جانا نکاح تھا کہ بعض صحابہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ دوسروں کا کیا ذکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور مدبر صحابی کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے کہ ”جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔“

اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آتے ہی یہ آیت پڑھی :-

مَامُحَمَّدًا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ  
قَبْلِهِ الرَّسُلُ أَفَأَمِنَ مَمَاتٍ أَوْ قِتْلٍ لَّا تَقْلَبُكُمْ  
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ؟ (۳/۱۴۱)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی ہیں جن سے پہلے کئی رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اگر وہ فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے؟

صحابہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنائی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت



طاقتوں نے بل کر اسلامی ممالک کے وسط میں اسرائیل قائم کر کے مسلمانوں پر خطرناک وار کر دیا۔

عز فرمائیے آیت کے مندرجہ الفاظ نازل تو دور نبوی میں ہوئے تھے جنہیں مسلمان بردور میں پڑھتے رہے لیکن ان کے معانی کی طرف کسی نے کم ہی غور کیا ہوگا۔ پھر جب یہود کی سلطنت قائم ہوگئی تو یہ الفاظ بھی سامنے آگئے۔ یہ ہے دلہا یا تمہم تاویلہ کا مطلب۔

اسی طرح جب موجودہ دور میں انسان چاند پر پہنچ گیا۔ تو کئی لوگ اس سے سخت حیران و پریشان ہو گئے۔ اور اس حقیقت کا ہی انکار کرنے لگے وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان زمینی حدود سے آگے نہیں جاسکتا۔ ان کی وجہ استدلال یہ آیت تھی :-

يُبْعَثَرُ الْجِبْنَ وَالْإِنْسَانِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ (۳۳/۵۵)

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت اگر تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آراپانگل جاؤ تو نکل جاؤ۔ مگر زبردست قوت کے بغیر تم نکل نہیں سکتے۔

عز فرمائیے اس آیت میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو زمین کی حدود ہی تک محدود رہنے کی پابند بناتی ہو اور اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کم فہمی ہے۔ کیونکہ آیت بالا میں آسمانوں اور زمین کے اقطار کا ذکر ہے صرف زمین کا نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص چاند یا کسی دوسرے سیارے تک پہنچ جائے تو وہ اقطار السموات والارض سے باہر نہیں گیا۔ دوسرے اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ سلطان (قوت۔ زور۔ غلبہ) سے تم اقطار السموات والارض سے آگے بھی جاسکتے ہو۔ اسی دور میں علامہ اقبال نے یہ شعر کہا تھا

سبق بلا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گزروں

اندریں صورت یہ بات پوری طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جب کوئی ایسا واقعہ یا نظریہ درپیش آئے جو بظاہر اسلام کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو اسے فی الواقعہ اسلام کے خلاف نہ سمجھ لینا چاہیے بلکہ اس کی تاویل پر غور کرنا چاہیے یا تاویل کا انتظار کرنا چاہیے اور ایسی صورت حال کو اپنی کم علمی اور کم فہمی پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل میں کبھی تضاد واقع نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ فی الواقعہ اسلام کے خلاف ثابت ہو جائے تو دلائل کے ساتھ ایسے نظریہ کی پر زور تردید کرنا چاہیے۔

ان مثالوں کے بعد اب دوسری صورت کی وہ مثالیں پیش کرتے ہیں جو موجودہ سائنسی نظریات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کریں گے کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ان کی کیا حیثیت ہے۔

## موجودہ نظریات اور اسلامی نظریات کا تقابلی مطالعہ

۱۔ تخلیقِ آدم | سب سے پہلے انسان ہی کو لہجے جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ قرآن کی صراحت کے مطابق اسے اپنے ہاتھ سے بنایا اور پھر اس میں اپنی رُوح پھونکی۔ یاد رہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی دوسری مخلوق کے لئے استعمال نہیں فرمائے۔ لیکن اہل مغرب کی ستم ظریفی یہ ہے کہ انہوں نے انسان کو کبھی حیوانیت کی سطح سے بلند ہونے ہی نہیں دیا۔ ارسطو نے انسان کو حیوانِ ناطق کہا۔ ڈارون نے اسے بندر کی اولاد یا اس کی نسل سے قرار دیا۔ سگنڈ فرانڈ نے اسے محض شہوت کا پتلا سمجھا اور کسی دوسرے نے انسان کو دو ٹنگہ جانور قرار دیا۔ غور فرمائیے یہ ہیں وہ حضرات جن کی تحقیقات پر ایمان لانے کو ہم ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

ڈارون کا نظریہ ارتقاء انسانی یہ ہے کہ انسان جمادات، نباتات اور حیوانات سے ترقی کرتا کرتا عالمِ وجود میں آیا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق زندگی کا آغاز سمندر کے کنارے کائی سے ہوا۔ جبکہ قرآن کریم میں یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھنکھنائی مٹی سے بنایا۔ اس میں اپنی رُوح پھونکی۔ لیکن ڈارون صاحب انسان کو بندر یا سگور کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ یا انہی کی نسل سے شمار کرتے ہیں۔

مذہب سے بیزار اور منکرینِ خدا قسم کے لوگوں میں یہ نظریہ بے حد مقبول ہوا۔ حتیٰ کہ اہل مغرب کی تقلید میں ہمارے ہاں بھی کالجوں میں اس نظریہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تاہم اس نظریہ پر ویسے ہی مذہب سے بیزار اور مادہ پرست لوگوں کی طرف سے اس قدر اعتراضات وارد ہو چکے ہیں جنہوں نے اس نظریہ کے انچرچہ بخر تک کو ہلاک رکھ دیا ہے۔ ایسے اعتراضات کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اور میں یہ تفصیل اپنے ایک مضمون ”مسئلہ ارتقاء“ میں پیش کر چکا ہوں۔ جو متعدد رسائل میں چھپ چکا ہے۔ ۱۵

آغازِ کائنات کے متعلق سائنسی نظریہ | کائنات کے آغاز سے متعلق پہلے ہم عالمی معلومات و مختصر انسائیکلو پیڈیا۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ سے ایک اقتباس

پیش کرتے ہیں :-

”ماہرینِ فلکیات کے خیال میں اب سے کوئی ایک کھرب سال پہلے کائنات میں ستاروں، سورج اور دوسرے اجرامِ فلکی کا وجود نہ تھا۔ اس وقت کائنات صرف روشنی (نور) کا ایک بیکراں سمندر تھی۔

۱۵ نیز میری تصنیف ”آئینہ پرویزیت“ کے دوسرے حصہ میں بھی یہ مضمون شامل کر دیا گیا ہے۔

روشنی توانائی ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ یہ روشنی مادے کی ابتدائی شکل کی حیثیت سے ہائیڈروجن میں تبدیل ہوگئی۔“

”ہر مادی چیز کشش ثقل کے باعث دوسری مادی اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہی حال ہائیڈروجن کے ذروں کا تھا۔ ہر ذرہ دوسرے ذروں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس طرح تھوڑے سے ذرات نے متحد ہو کر ایک گولے کی شکل اختیار کر لی۔ اس گولے کی طاقت باقی ذرات سے بڑھ گئی اور اس کے نتیجے میں دوسرے ذرات اس گولے کی جانب کھینچنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ ساری ہائیڈروجن ایک مرکز پر جمع ہوگئی اور کائنات سمٹ کر ایک بہت بڑا گولہ بن گئی یہ گولہ اتنا بڑا تھا کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ گولے کے چاروں طرف ایک بیکراں خلا تھا۔ جب ہائیڈروجن کے ذرات گرتے اور ایک دوسرے سے ٹکراتے تو حرارت پیدا ہوتی۔ رفتہ رفتہ درجہ حرارت بڑھ گیا اور یہ گولہ گرم ہو کر دھکنے لگا۔ پھر اس کا رنگ چمکدار سفید ہو گیا۔ درجہ حرارت کچھ اور بڑھا تو یہ گولہ برداشت نہ کر سکا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور گولہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لاکھوں کروڑوں ٹکڑے فضا ئے بسیط میں اس طرح بکھر گئے جس طرح ایٹم بم کے ٹکڑے دھماکے کے بعد چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے کہکشاں بن گئے اور ہر کہکشاں آگے چل کر اربوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی۔ یہ اسی دھماکے کا اثر ہے کہ یہ کہکشاں آج بھی بجلی کی سی تیزی سے مرکز سے دُور ہٹ رہی ہیں اور مرکز کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کائنات برابر پھیل رہی ہے اور کہکشاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے اور یہ گردش جب سے شروع ہوئی ہے، اس وقت سے اب تک ساری کائنات محو گردش ہے اور اب تک یوں ہی گردش میں رہے گی؛ لہ

اس نظریہ پر تبصرہ | یہ طویل اقتباس ہم نے اس لئے پیش کیا ہے کہ آپ کو ان ماہر فلکیات اور سائنس دانوں کے طرز استدلال کی کیفیت کا علم ہو سکے۔ آپ درج نکات پر غور فرمائیے۔

۱۔ یہ چونکہ کسی ایک ماہر فلکیات کا نہیں بلکہ بہت سے ماہرین فلکیات کا خیال ہے۔ لہذا اس خیال میں لاگتہ خیال بذات خود غیر سائنٹیفک چیز ہے) کچھ دنن ضرور ہونا چاہیے۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ ”ایک کھرب سال پہلے صرف روشنی ہی تھی اور کچھ نہ تھا۔ اور روشنی چونکہ توانائی ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ لہذا یہ روشنی مادے کی ابتدائی شکل کی حیثیت سے ہائیڈروجن میں تبدیل ہوگئی۔“

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ مفروضہ صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو روشنی خود بخود ہائیڈروجن میں کیسے تبدیل ہوگئی اور کیوں تبدیل ہوگئی؟ روشنی آج بھی ہر جگہ موجود ہے۔ تھوڑی مقدار میں بھی اور کثیر مقدار میں بھی۔ لیکن وہ از خود کبھی ہائیڈروجن میں تبدیل نہیں ہوتی جب تک کہ اس پر کیمیادی عمل نہ کیا جائے۔ اس دور میں وہ خود کیسے تبدیل ہوگئی تھی؟ نیز کیا ایسی بات کو سائنٹیفک کہا جاسکتا ہے؟

۲۔ پھر مؤلف فرماتے ہیں کہ ”ہر مادی چیز کشش ثقل کے باعث دوسری اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے“ اس سے معلوم ہوا کہ :-

(۱) ہر مادی چیز میں کشش ثقل ہوتی ہے۔

(۲) اس کشش ثقل کے باعث ہر مادی چیز دوسری کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

مولف اس اصول کی بنیادی شق کو چھوڑ گئے جو یہ ہے کہ ہر بڑی چیز چھوٹی کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب یہ ہائیڈروجن کے ذرات سب ایک جیسے اور فضا میں آزادانہ تیر رہے تھے۔ یہ گولہ بن کیسے گیا؟ جو بالآخر اتنا بڑا ہو گیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ”اس گولہ میں حرارت پیدا ہوگئی جو بالآخر اتنی شدید ہوگئی جسے گولہ بڑا ہوا نہ کر سکا۔ اور پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے ضنائے بسیط میں اس طرح بکھر گئے جیسے ایٹم بم کے ٹکڑے دھماکے کے بعد پھیل جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے بکشتاں بن گئے“

اب دیکھئے بکشتاں کے ستاروں میں ایک خاص ترتیب اور نظم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ہم انہیں بکشتاں کہتے ہیں۔ ورنہ چاروں طرف بکھرے ہوئے ستاروں کو کوئی بھی بکشتاں نہیں کہتا۔ اور جو یہ ہائیڈروجن کا عظیم گولہ ایٹم بم کی طرح پھٹا تھا اور اس کے اجزاء چاروں طرف بکھر تو گئے ہوں گے جس طرح ایٹم بم کے اجزاء بکھر جاتے ہیں تو یہ از خود بکشتاں میں کیسے اور کیوں بنتے گئے؟ کیا یہ تصور سائنٹیفک ہے؟

(۴) پھر لکھتے ہیں :- ”اور یہ بکشتاں آگے چل کر اربوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی“

یعنی پہلے تو کشش ثقل کے باعث ہائیڈروجن کے ذرات متحد ہو کر گولہ بن گئے تھے۔ اب یہ بکشتاں کشش ہونے کے باوجود اربوں کھربوں ستاروں میں تقسیم ہوگئی۔ اور یہ تصور کشش والے اصول کی عین ضد ہے۔ حالانکہ موجودہ نظریہ کے مطابق ہر چیز میں کشش ثقل اور مرکز گریز قوت دونوں بیک وقت پائی جاتی ہیں۔ اور شدید قوت استعمال کئے بغیر انہیں جدا نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) پھر لکھتے ہیں کہ ”یہ اسی دھماکے کا اثر ہے کہ یہ بکشتاں میں بجلی کی سی تیزی سے مرکز سے دُور

ہٹ رہی ہیں اور مرکز کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کائنات برابر پھیل رہی ہے۔ اور کہکشاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے اور جب سے یہ گردش شروع ہوئی ہے۔ اس وقت سے اب تک ساری کائنات جو گردش ہے اور اب تک یونہی گردش میں رہے گی۔  
اس اقتباس میں آپ دو باتیں غیر سائنٹیفک کہہ گئے جو یہ ہیں :-

(۱) دھماکے کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے۔ جو دھماکے کے بعد اور اجزاء کے بکھرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور اب تک جو کہکشاؤں بجلی کی سی تیزی سے حرکت کر رہی ہیں۔ یہ محض اس دھماکے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ یقیناً کوئی اور قوت ہے۔ جس کا تصور کرنا بھی سائنس دان غیر سائنٹیفک سمجھتے ہیں۔

(۲) اگر مرکز کا پتہ چلانا انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان کہکشاؤں نے مرکز سے دُور ہٹ کر گردش شروع کر دی ہے۔ ممکن ہے وہ مرکز ہی کی طرف حرکت کر رہی ہوں۔ جب تک مرکز معلوم نہ ہو، دوری اور نزدیکی کا تصور ہی محال اور غیر سائنٹیفک ہے۔

**کائنات کی وسعت اور انجام** | پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ”کائنات کے آغاز اور اس کی وسعت کے متعلق اب تک کوئی ایسا نظریہ پیش نہیں کیا جاسکا جس پر سارے سائنس دان متفق ہوں۔ ایک گروہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ کائنات کا کوئی آغاز نہیں نہ کوئی انجام ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ یوں ہی رہے گی اور ایک گروہ اس کو متواتر تغیر پذیر ثابت کرتا ہے بیسویں صدی کے شروع میں آئن سٹائن نے ایک نیا نظریہ پیش کیا کہ کائنات کی کوئی شے ساکن نہیں اور تمام اجرام فلکی مستقل طور پر جو گردش ہیں۔ رہی اس کی وسعت کی بات تو اس سوال پر بھی سائنسدان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات محدود ہے اور کسی جگہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں ختم ہوتی ہے اس کے آگے کیا ہے؟ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کائنات لامحدود ہے وہ کہیں بھی ختم نہیں ہوتی۔ ہم جتنی بڑی دُور بین بنائیں گے، اتنے ہی زیادہ ستارے ہمیں نظر آتے چلے جائیں گے اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہوگا۔“ (ایضاً ص ۵۸۳)

اس پورے اقتباس کو دو بارہ، سہ بارہ پڑھ کر بتلائیے کہ اس میں کوئی ایسی بات بھی نظر آتی ہے جو یقینی طور پر کہی جاسکتی ہو اور وہ سائنٹیفک بھی ہو؟ اس کے مقابلہ میں دجی ہر ایک جز کو صراحت کے ساتھ پیش کر دیتی ہے۔ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بلاشبہ اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت پر ایمان لانا ایک غیر سائنٹیفک تصور ہے۔ لیکن اس ایمان کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ یقینی علم ہوتا



ہے۔ خیالات اور ظنون و شبہات نہیں ہوتے۔ جبکہ ہمارے ماہرین فلکیات اور سائنس دان اللہ کی ہستی کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ تصور مشاہدہ اور تجربہ میں نہیں آسکتا لہذا یہ غیر سائنٹیفک ہے۔ لیکن اس ایک غیر سائنٹیفک تصور کو چھوڑنے کے بعد خود بیسیوں غیر سائنٹیفک باتیں کئے جاتے ہیں جن کا نمونہ ہم نے ادھر پر پیش کر دیا ہے۔

اب ذرا نظام شمسی کے متعلق بھی سائنس دانوں کے نظریات درج ذیل اقباس میں ملاحظہ فرمائیے۔

**نظام شمسی کیسے وجود میں آیا؟** | اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ وہ کیسے وجود میں آیا؟ اس سوال پر بھی وہ ایک نظریے پر متفق نہیں ہو سکے۔ بعض ہیئت دانوں کا خیال ہے کہ یہ نظام بتدریج ارتقائی منازل سے گزرا اور بعض یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ وہ یکایک وجود میں آگیا۔ (حوالہ ایضاً)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نظام شمسی جو اس قدر مربوط اور منظم ہے، بغیر کسی ناظم اور منظم کے یکایک وجود میں کیسے آگیا۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جو کمال درجہ کی منظم اور مربوط ہو۔ اور اس کا بنانے والا کوئی بھی نہ ہو۔ اور وہ از خود ہی یکایک وجود میں آجائے؟ اس سے زیادہ بھی کوئی بات غیر سائنٹیفک ہو سکتی ہے۔

پھر جو لوگ ارتقائی نظریہ کے قائل ہیں ان کے بھی دو گروہ ہیں۔ انہیں پڑھ کر اور دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی دیوانے کا خواب ہو۔ مزید تفصیلات آپ خود مذکورہ کتاب سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہم ان سے اس لئے صرف نظر کر رہے ہیں کہ ان میں جو کچھ توجیہات بیان کی گئی ہیں سب اوہام و ظنون اور قابل اعتراض ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمارے نظام شمسی سورج سب سے پہلے یعنی آج سے ساڑھے چار ارب سال پہلے پیدا ہوا۔ پھر اس سے اس کے گرد گھومنے والے ستارے پیدا ہوئے۔ ہماری زمین بھی اسی سورج کا بچہ ہے اور چاند ہماری زمین کا بچہ ہے۔ اسی طرح دوسرے بھی کئی سیاروں کے بچے ہیں جو ان سے کٹ کٹ کر علیحدہ ہوتے رہے اور اب ان کے گرد گھوم رہے ہیں۔ یہ ہے موجودہ نظریہ کا ملخص۔

## تخلیق کائنات اور قرآن

اب ہم کائنات کے آغاز تخلیق اور انجام کا شرعی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ - (۱۶/۱۷) اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (ادوار) میں بنایا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس کی مزید تفصیل حدیث میں یوں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-

كَانَ اللَّهُ وَلَهُ يَكُنْ شَيْئًا غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ - (بخاری، کتاب ید الخلق)

(سب سے پہلے) اللہ کی ذات تھی اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا اور آسمانوں کو زمین کو پیدا کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اور اس سے کہا لکھو۔ قلم نے پوچھا۔ کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قیامت تک پیش آنے والے تمام حوادث کی مقداریں لکھ دے“

اور قرآن میں تین مختلف مقامات پر یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو چھ ایام (ادوار) میں پیدا کیا: (۲۵/۲۶، ۳۲/۳۸، ۵۰/۵۱) اس کی مزید تفصیل درج ذیل آیات میں ملاحظہ فرمائیے :-

قُلْ اِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِي مِّنْ فَوْقِهَا وَبُرُوكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا اَنْوَابَهَا فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ اَنْتِيَا طَوْهًا اَوْ كُرْهًا قَالَتَا اَنْتِنَا طَائِعَتَا فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمُوٰتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ذٰلِكَ السَّمَاءُ الَّتِي اَبْهَصَابِنَا وَحِطُّوا ذٰلِكَ تَعْدِيْدُ الْعَزِيْزِ

آپؐ کہہ دیجئے! کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا۔ اور تم اُورل کو اس کا مددگار بنا تے ہو۔ وہی تو سب جہان والوں کا پروردگار ہے۔ اور زمین کے اوپر پہاڑ پیدا کئے اور اس میں برکت رکھی اور چار دنوں میں اس میں اس کی (روئیدگی وغیر کی) قوتیں پیدا فرمائیں۔ اور اس پر رزق کے طالبوں کا حق مساوی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلندی (فضائے بسیط) کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھواں ہی دھواں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں اُوخواہ خوشی سے اُو یا مجبوراً اُو۔ ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں اس دھوئیں کو سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں

اس کا حکم نازل فرمایا اور آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے سجایا اور اسے محفوظ کیا۔ یہ ہیں نہایت جاننے والے اور زبردست اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کوشے۔

(۱۳/۹)

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا :-

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ  
كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ (۲۱/۳۰)

کیا کافروں نے دیکھا نہیں کہ آسمان اور زمین دونوں گڈ گڈ تھے تو ہم نے ان دونوں کو الگ کر دیا۔ اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا۔ پھر یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے؟

ان آیات و احادیث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :-

**نتیجہ** (۱) کائنات سے پیشتر صرف اللہ کی ذات موجود تھی۔ اور تمام مادی اشیاء میں سب سے پہلے

اللہ نے پانی کو پیدا فرمایا اور اسی پانی پر اس کا عرش تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اس کائنات کو بنانے اور

اسے قائم رکھنے کے لئے قواعد مقرر کئے اور اس کا پلان بنایا۔

(۳) وسیع فضا یا خلا میں دھواں ہی دھواں (گیسیں) تھیں۔ سب سے پہلے اللہ ان کی طرف متوجہ ہوا

اور ان گیسوں سے سات آسمانوں اور زمین کو الگ الگ کیا۔

(۴) آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ ان سب اشیاء کو چھ ادوار میں بنایا۔

(۵) زمین کو آسمانوں سے پہلے بنایا۔ اور زمین کی تخلیق میں دو ادوار صرف ہوئے۔ پھر اس زمین پر پہاڑ

بنائے اور اس میں روئیدگی کی قوتیں رکھیں۔ مناسب مقدار میں پانی پیدا کیا تو اس میں مزید دو

ادوار صرف ہوئے اور فضا میں جو گیسوں ابھی موجود تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے مزید دو ایام میں

سات آسمان بنا دیئے۔

(۶) سورج اور چاند کی پیدائش کے متعلق اگرچہ صراحتاً مذکور نہیں۔ تاہم دلالتاً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی

پیدائش سات آسمانوں کی پیدائش کے بعد اس دوران واقع ہوئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیات

سے ظاہر ہے :-

الْكَوْكَبَاتِ كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ

طَبَاتًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا ۝

وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔

اس آیت میں چاند اور سورج کا ذکر سات آسمانوں کی پیدائش کے بعد کیا ہے۔ اور قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ اس میں عموماً الفاظ کی تقدیم و تاخیر ترتیبِ زمانی پر دلالت کرتی ہے۔

## ہر دو نظریات کا تقابل

اب اگر ہم مذکورہ بالا نتائج کا موجودہ نظریات سے تقابل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۔ آغازِ کائنات | کائنات از خود وجود میں نہیں آئی۔ نہ اتفاقاً اور نہ ہی ارتقائی مراحل طے کر کے۔ بلکہ اس کو پیدا کرنے والی عظیم، حکیم، خیر اور غالب ہستی کائنات سے پہلے موجود تھی۔ جس نے ایک طے شدہ پلان کے مطابق کائنات کو وجود بخشا۔ کائنات میں موجود تمام اجرام اسی کے حکم اور ارادہ کے تحت چل رہے ہیں اور آئندہ جب تک وہ چاہے گا چلتے رہیں گے۔ نیز کائنات ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے چھ ادوار میں مکمل ہوئی ہے۔ دور کا اندازہ قرآن کی ایک آیت کے مطابق ۵۰ ہزار سال ہے تاہم یہ مدت کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ سماء اور سات آسمان | موجودہ نظریہ کے مطابق آسمان کوئی چیز نہیں بلکہ فقط مدّٰ نگاہ کا نام جیہہ سات آسمانوں کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار اور اس کے علاوہ احادیث میں بھی آیا ہے۔ لہذا پہلے لفظ ”سما“ کی تحقیق ضروری ہے۔

سما کا لفظ بلندی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ امامِ راغب اس کا معنی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو ہمارے سر پر سایہ لگن ہو۔ سما کی ضد ارض (یعنی زمین۔ پستی) ہے اور یہ لفظ اسمائے نسبتیہ سے ہے۔ یعنی ایک ہی چیز اپنے سے پست چیز کے مقابلہ میں سما ہے اور وہی چیز اپنے سے بلند چیز کے مقابلہ میں ارض ہے۔ پہلا آسمان بذاتِ خود دوسرے آسمان کے مقابلہ میں ارض ہے اور دوسرا تیسرے کے مقابلہ میں۔ پھر یہ بلندی یا راسی سمت میں فاصلہ یا دوری تھوڑی سی ہو تب بھی سما ہے، زیادہ ہو تب بھی سما (آسمان) ہے اور بہت ہی زیادہ ہو تب بھی سما ہی ہے مثلاً یہ ارشاد باری تعالیٰ :

”وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً“ (پہ) اور اس نے آسمان سے مینہ برسایا۔

یہاں سما سے مراد بادل ہیں جو سطحِ زمین سے عموماً ایک ڈیڑھ میل کی بلندی پر اڑتے پھرتے ہیں اور اس معمولی سی بلندی کے لئے بھی سما (آسمان) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جبکہ اس آیت میں :

”إِنَّا ذَيْتًا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ أَلْكَوْا كِبٍ“ (الصُّفَّت : ۶)

کہ ”بیشک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا“

اتنی زیادہ بلندی مُراد ہے معنی دُوری پر کہ ستارے چمکتے ہیں۔ وہ خواہ لاکھوں میلوں پر مشتمل ہو یا کروڑ ہا اور ارب ہا میلوں پر۔ درج ذیل آیت میں سماء (آسمان) کا لفظ بہت ہی زیادہ بلندی، اتنی بلندی جو سات آسمانوں کی بلندی سے بھی زیادہ ہو یعنی لا محدود بلندی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ“ (البقرة)

”پھر خدا تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیا۔“

لفظ ”سما“ کی طرح عربی لغت میں اور بھی کئی ایسے الفاظ ہیں جو مقدار میں کمی بیشی کے باوجود یکساں طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ انہی میں ایک لفظ یوم ہے جس کا ترجمہ ”دن“ کیا جاتا ہے۔ زمین پر یہ دن ۲۴ گھنٹے کا ہے۔ چاند پر تقریباً ایک ماہ کا دن ہے۔ عطارد (MERCURY) پر یہ دن ہمارے ۸۸ دنوں کے برابر ہے۔ قطب شمالی اور جنوبی پر تقریباً ایک سال کا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یوم الحساب ۵۰ ہزار برس (ہمارے موجودہ حساب سے) کا ہوگا اور اس کے لئے بھی یوم کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔ موجودہ ہیئت دان کسی آسمان کے قائل نہیں ہیں۔ ہم ان سے بصد احترام گزارش کریں گے کہ ان کی تمام تر تحقیقات کی رسائی ابھی پہلے آسمان یا آسمان دنیا تک بھی نہیں ہو سکی تو پھر وہ اس کی تردید کیونکر کر سکتے ہیں ؟ ان کی تحقیق خواہ کتنی طاقتور اور جدید قسم کی دوربینوں سے ہو خواہ وہ پلوٹونکی دُوری ہو یا الف قنطورس کی یا قلب عنقرب کی۔ یہ سب کچھ آسمان دنیا کی زینت بننے گا اور جو کچھ ابھی مزید تحقیق کے دائرہ میں آئے گا، وہ بھی آسمان دنیا تک ہی محدود ہوگا۔ مندرجہ ذیل دونوں آیات اسی دعویٰ کی تائید کر رہی ہیں:-

۱- وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ زَيَّنَّا لِلنَّظِيرِينَ“ (الحجر: ۱۶)

”اور ہم ہی نے آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجایا۔“

۲- إِنَّا ذَيْتًا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ أَلْكَوْا كِبٍ“ (الصُّفَّت : ۶)

”بیشک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا“

باقی چھ آسمان اس آسمان دنیا سے ماوراء ہیں۔ اور ان تک دسترس انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

ان تک رسائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قدرتِ کاملہ کی وجہ سے ہوئی اور وحی کے ذریعہ ہمیں سات  
آسمانوں کا علم حاصل ہوا ہے۔ آج کا ہیئت دان بھی جب کائنات کی وسعت کا خیال کر کے ورطہ حیرت  
میں پھنس جاتا ہے تو دبی زبان سے اسکے مُنہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے اس علم وحی کی تائید ہوتی ہے۔  
یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہماری زبان میں فلک اور سماء دونوں  
۳۔ فلک اور سماء

سماء کا مفہوم تو اوپر بیان ہو چکا۔ فلک سے مراد کسی بھی سیارہ کا وہ مدار (ORBIT) ہے جس پر  
وہ گردش کر رہا ہے۔ بموجب قول باری تعالیٰ:

”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ  
وَ كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُون“ (یس : ۴۰)

”یہ ناممکن ہے کہ سورج چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات سے پہلے دن آسکتا ہے۔“

تمام سیارے اپنے اپنے مدار پر (خلا میں) تیر رہے ہیں:

اور نظریہ بطلیموس کے مویدین نے ہر جگہ فلک کا لفظ استعمال کیا ہے نہ کہ سماء کا:

۴۔ آسمان کے بروج | آسمان کے بروج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

اور سیارے | ”وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ زَيَّنَّاهَا لِلنَّظِيرِينَ“ (الحجرات)

”اور ہم نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس آسمان کو دیکھنے والوں کیلئے سجایا۔“

اب اگر ایک عام قاری اس آیت میں بروج کے لفظ سے وہی بارہ بُرج مراد لیتا ہے جو قدیم

اہل ہیئت نے فلکِ ششم پر بنا رکھے ہیں، تو اس کی مرضی ہے۔ ورنہ آیت کا سیاق اس کی تائید  
نہیں کرتا کیونکہ ان بروجوں میں سے اکثر بروجوں کی اشکال کا زینت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

بھلا سرطان، بچھو، ترازو اور ڈول وغیرہ کیا خوبصورتی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر  
علماء نے یہاں بروج سے ستارے اور سیارے مراد لئے ہیں جو رات کے وقت آسمان کو  
زینت بخشتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے ہم ہر نمایاں طور پر ظاہر ہونے والی چیز کو بُرج  
کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ سورج کی حرکت کے متعلق ارشاد فرمایا:

۵۔ سورج اور اسکی حرکت | ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ

الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ (۳۸)

” اور سورج اپنے مقرر راستے پر چل رہا ہے۔ یہی غالب اور خوب جاننے والے کی قدرت کا کرشمہ ہے۔“

یہ آیت سورج کے متحرک ہونے پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے۔ فیثا غورث نے جو نظریہ پیش کیا۔ (یعنی دوسرا دور) اس میں سورج ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا تھا۔ تیسرے نظریہ (بطلیموس) نے اس کے برعکس زمین کو ساکن اور سورج کو متحرک قرار دیا اور موجودہ چوتھے نظریہ کے مطابق سورج ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا گیا۔ اور یہ احتمال ظاہر کیا گیا کہ ممکن ہے کہ ہمارا سورج اپنے پورے خاندان سمیت اپنے سے کسی بڑے سورج کے گرد گھوم رہا ہو۔ موجودہ بیسویں صدی کے آغاز میں آئن سٹائن نے یہ نظریہ پیش کیا۔ کہ کائنات میں کوئی جرم ایسا نہیں جو جو گردش نہ ہو اور وہ ساکن ہو۔ اس طرح یہ نظریہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق ہو گیا۔ یاد رہے کہ تجزئی یا جریان کے لفظ کا اطلاق صرف محوری گردش پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی حرکت پر ہوتا ہے جس میں کوئی جسم ایک جگہ سے حرکت کر کے دوسری جگہ پہنچ جائے۔

۴۔ اشکالِ قمر اور منازلِ قمر | اشکالِ قمر سے متعلق لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب کا رخ دوسری طرف موڑ دیا اور

اس کی وجوہ دو تھیں۔ ایک یہ کہ قرآن کا اصل موضوع انسان اور اس کی ہدایت ہے اور یہ سوال اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور دوسرے یہ کہ اس سوال کا جواب کچھ ایسا پیچیدہ سا ہے کہ عام انسانوں کے ذہن میں آنا مشکل تھا جبکہ سادگی اور آسانی قرآن کی نمایاں خصوصیت ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب اس طرف موڑ دیا جس کا تعلق عمل سے تھا۔ یعنی لوگوں کے معابدات اور حج کے ادقادات کی تعیین۔

البتہ ایک دوسری آیت میں دلالت اشکالِ قمر کا ذکر آ گیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے:-

” وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْوَةِ الْقَدِيمَةِ“ (یس: ۳۹)

” اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں تجویز کر دی ہیں تا آنکہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح

(خمیہ اور پتلا) ہو جاتا ہے۔“

آیت بالا کے الفاظ ”منازل“ سے چاند کے لئے ۲۸ منزلیں مقرر کرنے والے تو بہر حال مطمئن ہو ہی گئے ہونگے۔ لیکن بہت سے علماء کے نزدیک یہاں منازل سے مراد ۲۸ متعینہ منزلیں نہیں بلکہ اشکالِ قمر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آخر میں بلال (نئے یا پہلی رات کے چاند) کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ ایسی توجیہ ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

۱۔ چاند کی حرکت کا سوال تو اس میں کبھی کسی بھی دور میں اختلاف نہیں ہوا۔

۷۔ دوسرے اجرام کے مقابلہ میں زمین کی خصوصیات  
 زمین سے متعلق ہمیں کتاب و سنت سے درج ذیل  
 باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

(۱) موجودہ نظریہ کے مطابق زمین سورج ہی سے علیحدہ شدہ حصہ ہے۔ جبکہ قرآنی آیات کے مطابق کائنات کا آغاز ہی زمین کی تخلیق سے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو ادوار میں زمین کو پیدا فرمایا پھر دو دنوں میں سات آسمان پیدا فرمائے۔ پھر مزید دو ادوار میں زمین کو درست اور ہموار کر کے اس میں روئیدگی کی قوتیں پیدا کیں۔ یہ کل چھ ادوار ہوئے۔ انہیں چھ ادوار میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے درمیان تمام موجود اجرام کو پیدا فرمایا۔ البتہ ان اجرام اور ان کے مداروں میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔

(۲) پانی کی کل مقدار کا کثیر حصہ صرف اسی زمین پر موجود ہے جو زندگی کی روح رواں ہے۔ حتیٰ کہ زمین کے تقریباً تین چوتھائی حصہ کو پانی ہی گھیرے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اجرام فلکی میں سے زمین پر ہی پانی کی موجودگی کا ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی صرف زمین پر پائی جاتی ہے۔ اور دوسرے سیاروں پر زندگی کا پایا جانا مشکل ہے۔ اگرچہ کسی شے کے عدم ذکر سے اس چیز ہی کی نفی نہیں ہو جاتی، تاہم سعی بسیار کے باوجود آج تک کے سائنس دان اور ماہرین فلکیات اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زمین کے علاوہ اور کسی سیارہ میں انسانی زندگی کے آثار نہیں پائے گئے۔

(۳) یہ شرف زمین ہی کو حاصل ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کا مسکن اور مستقر ہے۔ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء کرام اور بالخصوص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی سیارہ پر تشریف لائے۔ اور بیشتر فرشتوں کا نزول، جو کہ تدبیرات امر ہیں اسی سیارہ پر ہوا ہے اور ہونا رہے گا۔

۸۔ زمین ساکن ہے یا متحرک؟  
 قرآن میں کوئی ایسی آیت فارغ نہیں ہوئی جس میں صراحتاً یہ مذکور ہو کہ زمین ساکن ہے یا متحرک۔ اور جو آیات دلائل مذکور ہیں۔

وہ دونوں طرح کی ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ  
 وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط كُلٌّ فِي فَلَكٍ  
 يَسْبَحُونَ ۝ (۳۶/۴)

یہ سورج کے بس کی بات نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے  
 اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے سب  
 ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

(۱) سورج خواہ کتنا عظیم الجثہ جرم ہے اور خواہ اس میں کشش ثقل کتنی زیادہ ہے وہ یہ نہیں کر سکتا



کہ اپنے مقابلہ میں چاند جیسے چھوٹے اور کم کشش ثقل رکھنے والے چاند کو اپنی طرف کھینچ لے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ وہ چاند کے فلک یا مدار (ORBIT) میں جا داخل ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ رات کے کسی وقت میں ہی سورج نکل آئے۔

(ii) سورج اور چاند دو چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد آیت کے آخر میں تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ بھی آیا ہے اور کل کا لفظ بھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اجرام فلکی اپنے اپنے مدار پر تیزی سے گھوم رہے ہیں اور چونکہ زمین بھی ایک جرم ہے لہذا اس کی بھی حرکت ثابت ہوگئی۔

(iii) آسمان یا فلک یا فلک الافلاک میں سے کوئی بھی چیز گردش نہیں کرتی جیسا کہ بطلمیوسی نظریہ ہے۔ بلکہ گردش صرف اجرام فلکی کرتے ہیں۔

اب اس کے برعکس درج ذیل آیت بھی ملاحظہ فرمائیے:-

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْتَ اور ہم نے زمین پر پہاڑ جمادیتے تاکہ وہ لوگوں کے بوجھ  
تَمِيْدًا بِيْهَمٍّ - (۲۱/۳۱) سے بچکولے نہ کھائے۔

اس آیت میں دو الفاظ قابل غور ہیں:- (۱) دسو اور (۲) مید

دسو یعنی کسی چیز کا جما ہوا اور گڑا ہوا ہونا، دسا السفینة یعنی جہاز کا لنگر انداز ہونا اور مَرَسِيٌّ یعنی بندر گاہ۔ راسی اس بڑی دیگ کو کہتے ہیں جو بڑی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ نصب کر دی گئی ہو۔ قرآن میں ایسی ہی بڑی نصب شدہ دیگوں کے لیے قَدْوِ مَرَسِيَّتٍ کے الفاظ آئے ہیں (۲۱/۳۱) اور راسیة کے معنی مضبوط اور مستحکم پہاڑ (منہجی الادب - منجد) اور دواسی، راسیہ کی جمع ہے یعنی سلسلہ ہائے کوہ اور یہ لفظ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے یعنی ایسے پہاڑوں کا سلسلہ جو دُور تک پھیلا ہوا ہو۔

اور مید بمعنی کسی چیز میں حرکت پیدا ہو کر اس حرکت کی وجہ سے جھکنا، بل جمل کر کسی بھی طرف جھک پڑنا (مقائیس اللغۃ) اور یعنی حرکت کرنا، ہلنا، کانپنا (منجد)

گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے زمین میں سلسلہ ہائے کوہ اس لئے بنائے ہیں کہ اسکی حرکت، ہلنا، جُلنا، ڈولنا، بچکولے کھانا، لرزنا، کانپنا یا کسی ایک طرف جھک پڑنا ختم ہو جائے۔

اس آیت سے دلائل تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ہر طرح کی حرکت کو بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ صراحت کچھ بھی مذکور نہیں۔ لہذا واضح طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ اہل مغرب ہی کی طرف سے حرکت زمین کے نظریہ کی مخالفت بھی شروع ہو چکی ہے جس کی تفصیل علامہ فرید وجدی

نے اپنے انسائیکلو پیڈیا دائرۃ معارف القرن العشرين (بیسویں صدی کا انسائیکلو پیڈیا) میں ارض (زمین) کے عنوان کے تحت دی ہے۔ یہ کتاب محکمہ اوقاف بادشاہی مسجد لاہور کی لائبریری میں موجود تھی۔ لیکن جب میں اس کتاب سے استفادہ کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کو دیمک کھا چکی ہے۔ اور ایسی دیمک خوردہ کتابوں کا ڈھیر گودام میں پھینک دیا گیا ہے۔ اور اس سے اب استفادہ کرنا ناممکن ہے لہذا میں اب فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رئیس العام ادارہ معوث الاسلامیہ والافتاء والدعوة والارشاد کی تصنیف ”جریان الشمس والقمر وسکون الارض“ ص ۶۲ کے حوالہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں انہوں نے علامہ محمد رفیع وجدی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۱۹۲۶ء میں فرانسیسی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام عربی زبان میں (الارض لاتد ورس) ہے۔ اور اس کا مؤلف ب۔ ریلوفیتش ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زمین ساکن ہے اور سورج اور چاند اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔

یہ نظریہ عقلی لحاظ سے ناممکن بھی نہیں۔ اگر کیے بعد دیگرے چار نظریے تبدیل ہو کر آسکتے ہیں تو ان کے بعد پانچواں حتیٰ کہ چھٹا اور ساتواں وغیرہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ انسانی مشاہدہ، تجربہ اور علم میں برآں تغیر اور وسعت پیدا ہو رہی ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام گھومنے والے سیاروں کے لئے کسی مرکز کا ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ یہ مرکز خواہ ہماری زمین ہو یا ہمارا سورج ہو یا اس سے بھی کوئی بڑا سورج ہو یا اللہ تعالیٰ کا عرش ہو۔ ورنہ ان بجلی کی سی تیزی سے گھومنے والے سیاروں کا آپس میں تصادم ناگزیر ہے۔ اور اس صورت کا ثنات کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔ اور دوسرے سیاروں کی نسبت زمین میں چند مزید خاصیتیں موجود ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ لہذا یہ بات بھی کچھ غیر معقول معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجرام سماویہ کا مرکز زمین ہی کو بنا دیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۹۔ انجام کائنات | انجام کائنات کے متعلق بھی سائنس دانوں اور ماہرین فلکیات کی آراء مختلف ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ کائنات ابد سے ایسی ہی ہے اور ابد الابد تک

ایسے ہی رہے گی۔ دوسرا گروہ اسے حادث اور تغیر پذیر قرار دیتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق کائنات ارتقائی منازل طے ہوتی ہوئی اس صورت کو پہنچی ہے جو ہم آج دیکھ رہے ہیں اور اس میں برآں توسیع ہوتی جا رہی ہے۔ جتنی بڑی دُور بینیں ہم تیار کرتے ہیں مزید سارے معلوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہذا یہ تاہنور ارتقائی مراحل میں ہے اور آئندہ بھی اس میں ترقی ہوتی رہے گی اور انجام کا کچھ علم نہیں جیسا کہ پہلے

ہم اس طرح کا اقتباس پیش کیجئے ہیں۔

اس کے برعکس شریعت ہمیں واضح طور پر یہ بتلاتی ہے۔ زمین و آسمان۔ چاند سورج اور دیگر سیارے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کچھ پھر اُوار میں مکمل ہو گیا البتہ لگے بڑوں اور انکی تعدد میں توسیع کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اور یہ کائنات فنا ہونے والی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی۔ نیز کائنات کے فنا ہونے کا آغاز سورج سے ہوگا۔ سورج کی گردش میں رجعت تہقمری شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ بخاری کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابوذر سے پوچھا: ”جانتے ہو سورج غروب ہونے کے بعد کہاں جاتا ہے؟“ حضرت ابوذر نے کہنے لگے: ”اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں“ تو آپؐ نے فرمایا: سورج غروب ہونے پر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے دن طلوع ہونے کا اذن مانگتا ہے۔ تو اسے اذن دیا جاتا ہے۔ پھر ایک دن ایسا آنے کا کہ اس سے کہا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے، ادھر ہی لوٹ جاؤ پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا پھر آپؐ نے وہی آیت پڑھی جس میں مُسْتَقِرًّا لَهَا آیا ہے“ لہ

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:-

- (۱) سورج اور اسی طرح دوسرے سیاروں کی گردش محض کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اجرام فلکی اور ان کے نظام پر اللہ حکیم و خیر کا زبردست کنٹرول ہے۔ کہ ان میں نہ تو تضادم و تزاؤم ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی مقررہ گردش میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور یہ سب اجرام اللہ کے حکم کے تحت حرکت کر رہے ہیں۔
- (۲) قیامت سے پہلے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس کے بعد یہ نظام بگڑ جائے گا۔

اس حدیث میں بھی سورج کے متحرک ہونے کا صراحتاً ذکر ہے۔ جبکہ آج کا مغرب زدہ طالب علم سورج کے طلوع و غروب ہونے اور عرش کے نیچے جا کر دوبارہ طلوع ہونے کی اجازت مانگنے کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ سورج تو اپنی جگہ پر قائم ہے اور زمین جو طلوع و غروب ہونا نظر آتا ہے تو یہ محض زمین کی محوری گردش کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ ایک سورج کی کیا بات کائنات کی ایک چیز عرش کے تیلے ہے۔ اور جن و انس کے سوا ہر چیز اس کے مال سجدہ ریز یا اللہ کی طرف سے سپرد کردہ خدمت

سراجم دینے پر لگی ہوئی ہے۔

سورج کی اس رجبت قہقہری کے بعد ستاروں کے درمیان باہمی کشش اور گردش کا سارا نظام مختل ہو جائے گا۔ زمین میں شدید زلزلے اور جھٹکے شروع ہو جائیں گے۔ ستارے بے نور ہو کر اکیلے گرنے لگ جائیں گے جیسے جھڑپڑے ہیں۔ سورج کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو کر بعد میں فضا میں منتشر ہو جائیں گے۔ سمندروں کا پانی شدت حرارت سے کھولنے لگے گا۔ تمام مخلوقات مر جائے گی اور کائنات فنا ہو جائے گی اور یہ سب کچھ کب ہوگا؟ اس کا جاننا انسان کے بس کا روگ نہیں۔ سائنس دان خواہ کتنے ہی اندازے لگائیں وہ سب کچھ ظنون اور ڈھکوسلے ہی ہوں گے۔ اس کا حقیقی علم اسی خالق کائنات کو ہے جس نے اسے پیدا کیا تھا۔

بلکہ وحی میں اس سے بہت مابعد کی بھی خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر سے ایک نئی کائنات پیدا فرمائے گا۔ جس کی زمین، جس کے سورج، جس کے چاند ستارے اور جس کے قوانین نظم و ضبط سب کچھ اس دنیا سے الگ ہوں گے۔ اور جس کے متعلق اندازے لگانا بھی کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ البتہ اس کی بہت سی تفصیلات قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔



# شمس و قمر اور ارکانِ اسلام

پہلے باب "وقت کی قدرتی پیمائش" میں مجملہً ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کے کون سے احکام سورج سے تعلق رکھتے ہیں اور کون سے چاند سے۔ اسی بات کو اس باب میں تفصیل سے پیش کیا جا رہا ہے۔

ارکانِ اسلام پانچ ہیں۔ پہلا رکن شہادتین کا اقرار ہے۔ اور اس کا تعلق خالصتہً دل سے ہے۔ اور یہ ایک قلبی عمل ہے جس کا سورج یا چاند سے یا کسی خاص وقت سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا رکن نماز ہے۔ فرض نمازیں پانچ ہیں۔ ان کے علاوہ نفل نمازیں بھی ہیں مثلاً تہجد، اشراق اور عیدین وغیرہ۔ ان سب کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے۔ البتہ عیدین میں اتنا تعلق چاند کا بھی ہے کہ عید الفطر یکم شوال کو ہوتی ہے اور عید الاضحیٰ دس ذی الحجہ کو۔ ان اوقات کا لینا چونکہ طویل ہے۔ لہذا انہیں آخر میں ذکر کیا جائے گا۔

تیسرا رکن زکوٰۃ ہے جس کا تعلق چاند سے ہے۔ کیونکہ یہ سال بعد ادا کرنا ہوتی ہے۔ اور جس معاملہ میں ایک ماہ سے زائد مدت درکار ہو تو اس کا شمار قمری حساب سے ہوتا ہے۔

البتہ فصل کی زکوٰۃ کا تعلق موسم سے یا بالفاظ دیگر سورج سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَأَتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهِ ﴿۱۴۰﴾ اور جس دن کھیتی کا ٹوٹو اس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو۔ اور ظاہر ہے کہ فصلوں اور پھلوں کے پکنے کا تعلق موسم سے ہوتا ہے اور موسم چاند سے نہیں بلکہ سورج سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوتھا رکن روزہ ہے۔ اس کا بھی تمام تر تعلق سورج سے ہے۔ خواہ یہ سحری کا وقت ہو

یا افطاری کا۔ اس کی تفصیل بھی نماز کے ضمن میں آرہی ہے۔

پانچواں رکن حج ہے۔ حج کے ایام اگرچہ چار پانچ ہیں (یعنی ایک ماہ سے کم ہیں) تاہم ان کا تعلق بالخصوص چاند سے ہے۔ اور اسی وجہ سے حج والے مہینہ کا نام ہی ذی الحجہ ہے۔ یہ دن ۸ ذی الحجہ سے لے کر ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ تک ہیں۔ اور ایک دن کی کمی بیشی کے متعلق حاجی کو اختیار دیا گیا ہے۔ البتہ حج کے دوران نقل و حرکت مثلاً ۸ ذی الحجہ کو کس وقت منیٰ جانا چاہیئے اور کب اور کس وقت عرفات کو روانہ ہونا چاہیئے۔ کب واپس مزدلفہ آنا چاہیئے اور کس وقت منیٰ آنا چاہیئے رمی الجمار قربانی وغیرہ وغیرہ ان سب افعال کا اور حج کے دوران سب نمازوں کا تعلق سورج سے ہے۔

علاوہ ازیں ایسے معاملات جن میں مدت ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد ہو تو اس کا شمار قمر سے متعلق ہوگا مثلاً آپ نے ایک ماہ کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدگی (رایلاء) اختیار کی تو آپ ۲۹ دن بعد واپس آگئے کیونکہ یہ مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔ اسی طرح ایامِ عدت، مدتِ رضاعت اور دیگر لین دین کے معاہدات کا تعلق بھی چاند سے ہوگا۔ جس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاٰهْلِةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ  
لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ - (۲/۱۸۹)

لوگ (اے محمد!) آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں اور حج کے اوقات معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں درج ذیل امور قابلِ غور ہیں -

۱- اہلہ بلال (یعنی نیا چاند) کی جمع ہے۔ حالانکہ چاند تو ایک ہی ہے نیا ہو یا پرانا، بڑا ہو یا چھوٹا۔ لہذا یہاں اہلہ سے مراد یقیناً اشکالِ قمر ہیں۔

۲- پوچھنے والے نے دراصل سوال یہ کیا تھا کہ چاند کیسے گھٹتا بڑھتا ہے؟ (یا اشکالِ قمر کیسے بنتی ہیں؟) اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب کا رخ ایسی بات کی طرف موڑ دیا جس کا تعلق عمل سے تھا۔ کیونکہ اصل سوال کا جواب عمل سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ نیز ایسا جواب چونکہ کچھ پیچیدہ سا تھا جو چاند، سورج کی حرکات اور چاند کے سورج سے روشنی حاصل کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا ایک عام انسان شاید یہ باتیں سمجھ بھی نہیں سکتا۔ ان دو وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جواب وہ دیا جس کا تعلق عمل سے تھا۔ یعنی لوگوں کے باہمی معاہدات کی مدت اور حج کے اوقات معلوم کرنا۔

۳- اور تیسری بات یہ کہ مدت معلوم کرنے کا اصل ذریعہ چاند ہے۔ فرض کیجئے آپ کسی

ایسے علاقہ میں چلے جاتے ہیں جہاں نہ شمسی تعویم رائج ہو اور نہ قمری۔ ایسے علاقہ میں سوائے سورج کا ایک ایک دن شمار کرتے رہنے کے محض سورج سے مدت کی تعیین ناممکن ہو جاتی ہے۔ البتہ چاند سے آسانی سے مدت کی تعیین کی جاسکتی ہے چاند سے مدت معلوم کرنے کا طریق ہی سادہ، فطری اور قدیمی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چاند ہی کو مدت معلوم کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے علاوہ درج ذیل آیت سے یہی نتیجہ نکلتا ہے:-

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَ  
الْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا  
عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابِ - (۱/۵)

دہی تو ہے جس نے سورج کو چمکنے والا اور چاند کو منور بنایا۔ اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور معاملات کا حساب رکھ سکو۔

## نمازوں کے اوقات

نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
رِكْتًا بَأْمَاقِهِمْ - (۲/۳۳)

نماز اس کے وقت کی پابندی کے ساتھ مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ فرض نمازوں کے اوقات ہیں کون کون سے؟ اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع حدیث درج ذیل ہے جسے احمد نسائی، ترمذی اور بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری نے کہا کہ اوقات کے بارے میں صحیح ترین چیز یہی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ اور جبرائیل نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھلنے لگا۔ پھر جبرائیل عصر کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے تو جبرائیل نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک شل تک ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل مغرب کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبرائیل نے مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل عشاء کے وقت آئے اور کہا، اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبرائیل نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ شفق غائب ہو چکا تھا۔ پھر جبرائیل فجر کے وقت آئے اور اس وقت نماز پڑھائی جب فجر طلوع ہوئی۔ پھر اس سے اگلے دن جبرائیل ظہر کے لئے آئے اور کہا، اٹھیے

اور نماز ادا کیجئے۔ پھر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر عصر کے وقت آئے اور کہا: اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دُگنے کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر مغرب کے لئے سورج غروب ہونے کے وقت ہی آئے۔ پھر عشاء کے لئے آپ کے پاس اس وقت آئے جب نصف رات گزر چکی تھی (یا حضرت جابر نے کہا: تہائی رات گزر چکی تھی) اس وقت جبریل نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر جبریل اس وقت آئے جب فجر خوب روشن ہو چکی تھی اور سفیدی پھیل چکی تھی۔ اس وقت جبریل نے نماز پڑھائی پھر کہا: ما بین ہذین الوقتین وقت۔ (ان دونوں اوقات کے درمیان سب نماز کا وقت ہے)۔ (فقہ السنۃ ج ۱ ص ۸۴ - ۸۵)

اس حدیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:-

- ۱۔ تمام نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج سے ہے۔
- ۲۔ ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لے کر کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہوتے تک ہے۔
- ۳۔ عصر کا وقت سایہ ایک مثل ہونے سے لے کر دو مثل یا دُگنا ہونے تک ہے۔
- ۴۔ مغرب کا وقت صرف سورج غروب ہونے پر ہے۔ گویا مغرب کا وقت تنگ اور محدود ہے اور یہ وقت زیادہ سے زیادہ شفق کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔
- ۵۔ عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے لے کر آدھی رات تک یا تہائی رات تک ہے۔
- ۶۔ نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج نکلنے سے پیشتر سفیدی پوری طرح پھیل جانے تک ہے۔

اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں چند اور امور کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مثلاً:-

- ۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔ اب اس ٹھنڈا کرنے کی حد کیا ہے؟ اس بات میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ اتنا بھی ٹھنڈا نہ کیا جائے کہ عصر کا وقت آجائے۔ یعنی کسی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔
- ۲۔ عشاء کی نماز آپ شفق ہو جانے کے بعد پڑھاتے۔ اگر لوگ جلد جمع ہو جاتے تو جلد پڑھا دیتے اور دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے۔ مگر آپ عشاء کی نماز دیر سے ادا کرنا



پسند فرماتے تھے یہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر فرمایا: اگر میری اُمت پر یہ بات شاق نہ ہوتی تو عشاء کی نماز کا اصل وقت یہی وقت ہے یہ

۳۔ صبح کی نماز آپ اس وقت پڑھاتے جبکہ نماز کے بعد بھی ابھی اندھیرا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں چادروں میں لپیٹی ہوئی جب نماز صبح سے فارغ ہو کر نکلتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسری کو پہچان نہ سکتی تھیں یہ

۴۔ اَدَل وقت نماز ادا کرنا افضل اور موجبِ رضا ہے الہی ہے۔

۵۔ امام نووی شارحِ مسلم کہتے ہیں کہ علماء نے نماز عصر کے اوقات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں :-

۱۔ وقتِ فضیلت یہ اول وقت ہے۔ یعنی جب سایہ ایک مثل کے برابر ہو جائے تو اس کے فوراً بعد۔

ب۔ اختیاری وقت۔ یہ اول وقت سے لے کر دو مثل سایہ ہونے تک ہے۔

ج۔ جواز کا وقت۔ یہ دو مثل سایہ ہونے سے لے کر سورج زرد ہونے تک ہے۔

د۔ مکروہ وقت۔ یہ سورج زرد ہونے سے لے کر غروبِ آفتاب شروع ہو جانے تک ہے۔

ه۔ جواز مع الکراہت۔ اگر کوئی شرعی مذر موجود ہو تو پھر کراہت کا وقت بھی کراہت کا وقت شمار نہ ہوگا بلکہ جواز کا شمار ہوگا یہ

**نتیجہ** آج کے دور میں گھڑیاں ایجاد اور اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ تقریباً ہر شخص کے پاس گھڑی موجود ہوتی ہے۔ لہذا ہم مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں نمازوں کے اوقات کی تعیین گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) صبح کی نماز کا آغاز طلوعِ فجر سے تقریباً بیس منٹ بعد کرنا افضل وقت ہے۔ یہ یاد رہے کہ طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک تقریباً ۱۲ گھنٹہ کا وقفہ ہوتا ہے۔

(۲) ظہر کی نماز سورج ڈھلنے سے تقریباً بیس منٹ بعد ادا کرنا افضل ہے۔ لیکن شدید

۱۔ بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المواقیب۔

۲۔ فقہ السنۃ ج ۱ ص ۸۶۔

گرمیوں میں ایک گھنٹہ سے لے کر ڈیڑھ گھنٹہ تک مزید تاخیر کرنا افضل ہے۔

(۳) عصر کی نماز سردیوں میں سورج غروب ہونے سے ۲ گھنٹے اور گرمیوں میں اڑھائی گھنٹے پہلے ادا کرنا افضل ہے۔

(۴) مغرب کی نماز میں بہت کم گنجائش ہے۔ اس کا آخری وقت سورج غروب ہونے کے بعد سے صرف نصف گھنٹہ تک ہے۔

(۵) عشاء کا وقت شفق غروب ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور غروب شفق کا وقت غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد تک ہوتا ہے۔ لہذا مغرب اور عشاء کی نمازیں کم از کم دو گھنٹہ کا وقفہ ہونا چاہیے۔ اگر مزید تاخیر کی جا سکے تو بہتر ہے۔

علاوہ ازیں دوسری نمازوں کے مسنون اوقات درج ذیل ہیں :-

(۱) جمعہ کا خطبہ زوال سے پہلے بھی شروع کیا جاسکتا ہے تاہم نماز زوال کے بعد ہی ہونا چاہیے۔

(۲) نماز عیدین کا مسنون وقت سورج کے نیزہ بھر بلند ہونے پر یعنی طلوع آفتاب سے تقریباً

نصف گھنٹہ بعد ہو جاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(۳) نماز اشراق چاشت کا وقت دھوپ پوری طرح چمک جانے پر یعنی سورج نکلنے کے قریباً

ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔

**روزے** | سحری کھانے کا وقت طلوع فجر تک ہے اور روزہ افطار کرنے کا وقت غروب شمس کے فوراً بعد ہے۔

**دائمی نقشہ اوقات** | نماز اور روزہ دو اہم ارکان کے اوقات کا تعلق چھ تک سورج سے ہے۔ اس لئے ہم یہاں پورے سال (یعنی ۳۶۵ دنوں) کے طلوع فجر، طلوع آفتاب، زوال اور غروب آفتاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ گویا یہ نقشہ دائمی ہے اور اس کی مدد سے ہر شخص ہر

وقت نمازوں کے اوقات اور سحری اور افطاری کے اوقات معلوم کر سکتا ہے۔

**روزہ جلد افطار کرنا اور سحری میں دیر کرنا** | ماہ رمضان میں مختلف اداروں کی طرف سے سحری اور افطاری کے جو نقشے طبع ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جن میں تین یا چار منٹ احتیاطاً مزید شامل کر لئے جاتے ہیں مثلاً اگر طلوع

بجر کا وقت ۵ بجکر بیس منٹ ہے تو اسے احتیاطاً ۵ بجکر ۱۴ یا ۱۷ منٹ لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر غروب آفتاب کا وقت ۴ بج کر ۵ منٹ ہو تو احتیاطاً ۴ بجکر آٹھ منٹ لکھ دیتے ہیں۔ یہ بات مناسب نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :-

لا یزال الناس بخیر ما عجلوا لوگ اس وقت تک اچھے رہیں گے جب تک روزہ الفطر لے۔ جلد افطار کرتے رہیں گے۔

پھر جس طرح روزہ جلد افطار کرنا افضل ہے اسی طرح سحری کھانے میں دیر کرنا افضل ہے لے سنی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عند العزورت اذان کے دوران بھی کھانے پینے کی اجازت دی ہے۔

اس نقشہ میں جو اوقات درج کئے گئے ہیں وہ لاہور (پاکستان) کے لئے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے شہروں میں ان اوقات میں چند منٹوں کی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ جب میں نے اس کمی بیشی سے متعلق مطبوعہ نقشے دیکھے تو ان میں کافی اختلاف تھا۔ لہذا میں نے اس کمی بیشی سے متعلق علم ہیئت کے اصول کی طرف رجوع کیا۔ وہ اصول یہ ہے کہ ایک درجہ طول بلد کے بعد ۴ منٹ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ لاہور کا درجہ طول بلد ۲۷° مشرق ہے۔ اب جو مقامات لاہور سے مغرب کی طرف ہوں گے وہاں سورج کا طلوع وغروب وغیرہ فی درجہ ۴ منٹ بعد ہوگا اور جو مقامات لاہور سے مشرق کی طرف ہوں گے وہاں ۴ منٹ فی درجہ پہلے ہوگا۔ اب اس اصول کے مطابق ہم پاکستان کے چند مشہور شہروں کا بیشتر حروف تہجی نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ بعد والے یا زیادہ وقت کے لئے ہم + کی علامت استعمال کریں گے اور پہلے والے یا کم وقت کے لئے - کی۔ یہ خیال رہے کہ لاہور پاکستان کی مشرقی سرحد کے بالکل قریب واقع ہے۔ لہذا بیشتر شہروں میں وقت جمع ہی ہوگا۔

نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت	نمبر شمار	نام شہر	طول بلد شرقی	وقت
۱	اسلام آباد	۲۳°	+ ۴ منٹ	۴	بہاول پور	۲۱°	+ ۱۱ منٹ
۲	ایبٹ آباد	۲۳°	+ ۳	۵	پسپنی (بندگاہ)	۲۳°	+ ۴۴
۳	بالاکوٹ	۲۳°	+ ۵	۶	پشاور	۲۱°	+ ۱۲

۱۷ بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب تعجیل الافطار۔

۱۸ بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب تاخیر السحور۔

نمبر شمار	نام شهر	طول بلد شرقی	وقت	نمبر شمار	نام شهر	طول بلد شرقی	وقت
۷	جہلم	۷۳ $\frac{۱}{۲}$	+ ۴ منٹ	۲۱	فیصل آباد	۷۳	+ ۴ منٹ
۸	حیدر آباد	۷۸ $\frac{۱}{۲}$	+ ۲۴	۲۲	قلات	۷۶ $\frac{۱}{۲}$	+ ۲۲
۹	خانپور	۷۱	+ ۱۴	۲۳	کراچی	۷۷	+ ۳۰
۱۰	خانیوال	۷۲	+ ۱۰	۲۴	کوئٹہ	۷۷	+ ۳۰
۱۱	ڈیرہ اسماعیل خان	۷۱	+ ۱۴	۲۵	کوہاٹ	۷۱ $\frac{۱}{۲}$	+ ۱۲
۱۲	ڈیرہ غازیخان	۷۱	+ ۱۴	۲۶	گجرات	۷۴	+ ۲
۱۳	روہڑی	۷۹	+ ۲۲	۲۷	گلگت	۷۴ $\frac{۱}{۲}$	مطابق
۱۴	ساہیوال	۷۳	+ ۶	۲۸	گوادری بندرگاہ	۷۲ $\frac{۱}{۲}$	+ ۵۰
۱۵	سبٹی	۷۸	+ ۲۶	۲۹	گوہرانوالہ	۷۴ $\frac{۱}{۲}$	+ ۱
۱۶	سرگودھا	۷۳	+ ۶	۳۰	لاڑکانہ	۷۸	+ ۲۶
۱۷	سکھر	۷۹	+ ۲۲	۳۱	نورالائی	۷۹	+ ۲۲
۱۸	سیالکوٹ	۷۴ $\frac{۳}{۴}$	- ۱	۳۲	منظف گرٹھ	۷۱ $\frac{۱}{۲}$	+ ۱۲
۱۹	شکارپور	۷۸ $\frac{۱}{۲}$	+ ۲۶	۳۳	منظف آباد کشمیر	۷۳ $\frac{۱}{۲}$	+ ۴
۲۰	شکر گرٹھ	۷۵	- ۱	۳۴	ملتان	۷۱ $\frac{۱}{۲}$	+ ۱۲

# دائمی نقشه اوقات نماز و سحری و افطاری

روز	جنوری			فروری			مارچ		
	طلوع فجر		زوال	طلوع فجر		زوال	طلوع فجر		زوال
	ساعت	دقیقه	ساعت	ساعت	دقیقه	ساعت	ساعت	دقیقه	ساعت
۱	۵	۳۶	۲	۵	۵۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲	۵	۳۶	۲	۵	۵۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۳	۵	۳۶	۲	۵	۵۵	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۴	۵	۳۶	۲	۵	۵۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۵	۵	۳۶	۲	۵	۵۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۶	۵	۳۶	۲	۵	۵۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۷	۵	۳۶	۲	۵	۵۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۸	۵	۳۶	۲	۵	۵۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۹	۵	۳۶	۲	۵	۵۱	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۰	۵	۳۶	۲	۵	۵۰	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۱	۵	۳۶	۲	۵	۴۹	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۲	۵	۳۶	۲	۵	۴۸	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۵	۳۶	۲	۵	۴۷	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۴	۵	۳۶	۲	۵	۴۶	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۵	۵	۳۶	۲	۵	۴۵	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۶	۵	۳۶	۲	۵	۴۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۷	۵	۳۶	۲	۵	۴۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۸	۵	۳۵	۲	۵	۴۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۹	۵	۳۵	۲	۵	۴۱	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۰	۵	۳۵	۲	۵	۴۰	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۱	۵	۳۵	۲	۵	۳۹	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۲	۵	۳۵	۲	۵	۳۸	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۳	۵	۳۵	۲	۵	۳۷	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۴	۵	۳۵	۲	۵	۳۶	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۵	۵	۳۵	۲	۵	۳۵	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۶	۵	۳۵	۲	۵	۳۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۷	۵	۳۵	۲	۵	۳۳	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۸	۵	۳۵	۲	۵	۳۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۲۹	۵	۳۵	۲	۵	۳۱	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۳۰	۵	۳۵	۲	۵	۳۰	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۳۱	۵	۳۵	۲	۵	۲۹	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲



# نقشه اوقات دائمی مسلسل

س		جولائی						اگست						ستمبر						
		مطلع		مغرب		زوال		مطلع		مغرب		زوال		مطلع		مغرب		زوال		
دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	درجہ	
۱	۲۲	۳	۱	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۳۶	۵	۱۹	۹	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۲۸	۲
۲	۲۳	۳	۱	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۳۶	۵	۱۹	۹	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۲۸	۲
۳	۲۳	۳	۲	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۳۶	۵	۲۰	۲	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۲۹	۲
۴	۲۳	۳	۲	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۳۸	۵	۲۱	۲	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۲۹	۲
۵	۲۳	۳	۳	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۳۹	۵	۲۲	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۰	۲
۶	۲۵	۳	۳	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۴۰	۵	۲۲	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۱	۲
۷	۲۶	۳	۳	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۴۱	۵	۲۳	۲	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۲	۲
۸	۲۷	۳	۳	۵	۶	۱۲	۱۱	۴	۴۲	۵	۲۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۲	۲
۹	۲۷	۳	۴	۵	۶	۱۲	۱۰	۴	۴۲	۵	۲۵	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۳	۲
۱۰	۲۸	۳	۴	۵	۶	۱۲	۱۰	۴	۴۳	۵	۲۵	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۳	۲
۱۱	۲۸	۳	۴	۵	۶	۱۲	۱۰	۴	۴۴	۵	۲۶	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۴	۲
۱۲	۲۹	۳	۴	۵	۶	۱۲	۱۰	۴	۴۴	۵	۲۶	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۴	۲
۱۳	۲۹	۳	۴	۵	۶	۱۲	۱۰	۴	۴۵	۵	۲۶	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۵	۲
۱۴	۳۰	۳	۴	۵	۶	۱۲	۹	۴	۴۵	۵	۲۸	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۵	۲
۱۵	۳۱	۳	۴	۵	۶	۱۲	۹	۴	۴۵	۵	۲۸	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۶	۲
۱۶	۳۲	۳	۴	۵	۶	۱۲	۹	۴	۴۶	۵	۲۹	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۶	۲
۱۷	۳۲	۳	۴	۵	۶	۱۲	۹	۴	۴۶	۵	۲۹	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۷	۲
۱۸	۳۳	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۶	۵	۳۰	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۷	۲
۱۹	۳۵	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۷	۵	۳۰	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۸	۲
۲۰	۳۵	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۷	۵	۳۱	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۸	۲
۲۱	۳۶	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۸	۵	۳۱	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۹	۲
۲۲	۳۶	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۸	۵	۳۲	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۳۹	۲
۲۳	۳۷	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۸	۵	۳۲	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۰	۲
۲۴	۳۷	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۹	۵	۳۲	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۰	۲
۲۵	۳۸	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۹	۵	۳۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۱	۲
۲۶	۳۸	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۴۹	۵	۳۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۱	۲
۲۷	۳۹	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۵۰	۵	۳۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۲	۲
۲۸	۳۹	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۵۰	۵	۳۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۲	۲
۲۹	۴۰	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۵۱	۵	۳۳	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۳	۲
۳۰	۴۰	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۵۱	۵	۳۴	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۳	۲
۳۱	۴۰	۳	۴	۵	۶	۱۲	۸	۴	۵۲	۵	۳۴	۳	۱۲	۰	۷	۱۲	۱۲	۳	۴۴	۲





## حصہ دوم

# ہجری اور عیسوی سنین میں دن معلوم کرنے اور ان کے درمیان مطابقت کے طریقے

### فہرست ابواب

- ۱۔ قمری تقویم اور ہجری تقویم
- ۲۔ ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے
- ۳۔ کثیر المقاصد ہجری تقویم دائمی
- ۴۔ شمسی تقویم اور عیسوی تقویم
- ۵۔ ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت کے طریقے

# قری تقویم اور، بھری تقویم

## قری تقویم کی خصوصیات

بھری تقویم کی بنیاد حقیقی قری تقویم پر ہے۔ لہذا، ہم پہلے قری تقویم کی خصوصیات بیان کریں گے پھر اس کے بعد صرف ایسی خصوصیات کا ذکر ہوگا جو صرف بھری تقویم سے ہی وابستہ ہیں۔

۱۔ سادہ اور فطری طریق | قری تقویم کا سارا دارومدار رویت ہلال پر ہے۔ لہذا یہ حساب ایک دیہاتی اور ان پڑھ بھی ایسے ہی کر سکتا ہے۔ جیسے ایک پڑھا لکھا مہذب شہری۔ اس طریق حساب میں نہ کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور نہ ہی رصدگاہوں میں تحقیقات کی۔ یہی وہ خوبی ہے جس کی بنا پر تمام مذاہب الہیہ میں اسی تقویم پر انحصار کیا گیا ہے۔

(۲) سال کے مہینوں کی تعداد | قری سال کے مہینوں کی تعداد مقرر ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی اس کے برعکس شمسی تقویم میں یہ کمی بیشی جاری رہی ہے۔ عیسوی تقویم پر، جو کہ شمسی تقویم پر مبنی ہے۔ ایسے دور بھی گزرے ہیں۔ جبکہ سال چودہ ماہ کا شمار کیا جاتا تھا۔ اور ایسے بھی جب سال ۱۰ ماہ کا تھا بلکہ اسی طرح بھری سمت میں کئی سال تیرہ ماہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن قری تقویم میں ایسی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کسی وقت یہ کمی بیشی کی بھی گئی تو اسے قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔

(۳) مہینے کے دنوں کی تعداد | قری سال کے مہینے کے دن انسان کی دستبرد سے پاک ہیں۔ اگر ساری دنیا کے انسان انیس دن کے مہینے کو اٹھائیس

دن کا بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح تیس دن کے مہینے کو اکتیس یا انتیس کا بھی بنایا جا سکتا۔ جب کہ شمسی سنین میں مہینے کے دنوں کی تعداد انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتی ہے۔ اور اس میں حسبِ خاطر یا ضرورت کمی بیشی کر لی جاتی ہے اور آئندہ بھی یہ امکان ہے، جیسا کہ نئے عالمی کیلنڈر کی تدوین میں ایسی تجویزیں پیش کی جا رہی ہیں۔

(۴) مہینے کے دنوں میں کم سے کم تفاوت

قرنی مہینوں کے دنوں میں صرف ایک دن کا تفاوت ہے جو مردِ جبّہ شمسی سنین کی نسبت سب سے کم ہے۔ عیسوی تقویم کے مہینوں میں، جو کہ شمسی تقویم پر مبنی ہے، چار دن تک تفاوت موجود ہے۔ فردی کا مہینہ اٹھالیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا۔ کچھ مہینے تیس دن اور دوسرے اکتیس دن کے ہوتے ہیں۔ یہی حال بکر می سمیت کا ہے کہ اس میں کچھ ماہ انتیس دن کے، کچھ تیس دن کے، کچھ اکتیس دن کے اور کچھ بیس دن کے بھی آتے ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں جب دن بڑے ہوتے ہیں تو بکر می مہینوں کے ایام بڑھ کر بیس تک پہنچ جاتے ہیں اور موسم سرما میں جب دن چھوٹے ہوتے ہیں مہینوں کے ایام سکڑ کر انتیس تک آ جاتے ہیں۔ تقریباً یہی حال دوسرے مردِ جبّہ شمسی سنین کا ہے۔

ہجری تقویم اور سن ہجری کی ابتداء

ہجری تقویم قرنی ماہ و سال پر مبنی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سال سے شمار ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے خاص نسبت رکھتی ہے۔ اس سن کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی "الفاروق" میں یوں رقم طراز ہیں۔

"۲۱ھ میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی جس پر صرف شعبان کا لفظ تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیونکر معلوم ہو کہ گذشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟

اسی وقت مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور ہجری تقویم کے مختلف پہلو زیر بحث آئے جن میں سے ایک بنیادی پہلو یہ بھی تھا کہ کون سے واقعہ سے سنہ کا آغاز ہو حضرت علیؓ نے ہجرت نبوی کی راتے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ ربیع الاول کو ہجرت فرمائی تھی چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے، لہذا دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر شروع سال سے سنہ قائم کیا گیا۔"

سن ہجری کی ابتداء کے متعلق قاضی سلیمان منصور پوری صاحب "رحمۃ العالمین" علامہ

شبلی نعمانی سے کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

اسلام میں سن، ہجری حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں جاری ہوا۔ جمعرات ۳۰ جمادی الثانی ۱۷ھ مطابق ۹/۱۲ جولائی ۶۳۸ کو حضرت علیؓ کے مشورہ سے سن ہجری کا شمار واقعہ ہجرت سے کیا گیا اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے محرم کو حسب دستور پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔

مزید تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ہجرت سے سنین کے شمار کی ابتداء اس سے بھی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ اور یہی بات قرین قیاس معلوم ہوئی ہے، کیونکہ عرب میں قمری تقویم کا رواج تو پہلے سے ہی موجود تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہجرت کا واقعہ سب سے اہم واقعہ تھا۔ لہذا اس واقعہ سے سنین کے شمار کا دستور چل نکلا تھا، البتہ عہد فاروقی تک سرکاری مراسلات میں صحیح اور مکمل تاریخ کا اندراج لازمی نہ سمجھا جاتا تھا، جسے ایک طرح کی دفتری خامی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس خامی کا علاج حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس شوریٰ بلا کر کر دیا تھا۔

## سن ہجری کی خصوصیات

اگر ہم سن ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھیں تو یہ سن بہت سی باتوں میں ممتاز نظر آتا ہے، مثلاً :

(۱) ترمیمات سے متبرا | سن ہجری کی بنیاد قمری تقویم پر ہے اور قمری تقویم انسانی اختراعات سے بے نیاز اور بلند ہے۔ قمری تقویم میں اگر کبھی بیہند کاری کی بھی گئی۔ تو اسے عام مقبولیت حاصل نہ ہو سکی اور سن ہجری کے آغاز سے آج تک اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے، کیونکہ اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ لہذا اس سن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شروع سے آج تک اپنی مجوزہ صورت پر چلا آتا ہے۔ دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی میں بھی یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔

لے ابن عساکر "تاریخ" جلد ۱: "رسالة التاريخ" للسیوطی بحوالہ "تقویم تاریخ"۔

(۲) قدامت بلحاظ صحت و استدلال

اگرچہ بعض دوسرے سنین سنِ ہجری سے پہلے کے معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان سب کی باقاعدہ تدوین سنِ ہجری کی تدوین سے بہت بعد ہوئی ہے، مثلاً :

(الف) یکم محرم ۱۵۳۳ء کو جولین کیلنڈر ۵۳۳۳ء تھا، مگر حقیقت میں یہ سن اپنے موجودہ طریق پر سن۔ ہجری سے ۹۸۹ سال بعد وضع ہوا ہے۔ یہی سن آخر میں سنِ عیسوی میں تبدیل ہوا ہے۔ جس میں ۱۵۸۲ء تک متعدد بار ترامیم ہوتی رہی ہیں۔ جن کی تفصیل ”ہجری اور عیسوی سنین میں مطابقت“ کے باب میں دی گئی ہے۔

(ب) بکری سمت یکم محرم الحرام ۱۵۳۳ء کو ۲۴ سادون ۶۴۹ بکری تھا جو بظاہر ۶۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہندو اور یورپین مورخین کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سب سے پہلے ۸۹۸ بکری میں یہ سن بکری سمت کے نام سے مشہور ہوا۔ اس طرح بلحاظ تدوین یہ سن سنِ ہجری سے ۲۲۰ سال بعد مدون ہوا۔

(ج) سن سکندری سنِ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے۔ مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے، کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں کے حساب سے جاری رہا ہے۔ اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

تقریباً یہی صورتِ حال دوسرے سنین کی ہے۔ جنہیں طوالت کے پیشِ نظر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

۳ مساوات اور ہمہ گیری

اسلام دینِ فطرت ہے، لہذا مصالح عامہ پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادا کرتے بدلتے موسم میں آیا کریں۔ لہذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا۔ اگر اسلام کبیسہ کے طریقے کو گوارا کر لیتا۔ (یعنی شمسی تقویم کو قبول کر لیتا، تو رمضان کا مہینہ (ماہِ صیام) کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم گرم اور دن بڑے ہوتے ہیں، ہمیشہ تنگی اور سختی میں پڑ جاتے۔ اور باقی نصف دنیا کے مسلمان، جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے ہیں، ہمیشہ کے لئے آسانی میں رہتے۔ روزے کے علاوہ سفر حج کا بھی یہی حال ہے، لہذا مساوات اور جہانگیری کا تقاضا یہی تھا کہ ماہِ دسال کا حساب قمری تقویم پر مبنی ہو اور اسے کبیسہ جیسی انسانی اختراعات سے پاک رکھا جائے۔

(۴) دنیوی اغراض کے بجائے روحانی بنیادیں | نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں سے دنیا بھر کے مروج سنین کی ابتداء پر

کئی سن کسی بڑے آدمی یا بادشاہ کی پیدائش، وفات یا تاج پوشی سے شروع ہوئے۔ یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثہ، مثلاً زلزلہ، سیلاب یا طوفان کی تاریخ سے۔ صرف سن جبری کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا آغاز دین اسلام کی سر بلندی کی خاطر مسلمانوں کے اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے کے دلدوز واقعہ سے ہوا ہے۔ اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنا ایک بہت بڑی قربانی ہے اور ایسے اوقات میں ہر شخص کا دل بھرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے وقت مکہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے مکہ! تو کتنا پاکیزہ اور مجھے پیارا لگتا ہے! اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں نہ رہتا۔" (ترمذی)

ظاہر ہے کہ ترک وطن پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہو سکتا ہے جب وہ انتہائی مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیش نظر ہو مسلمانوں کے لئے یہ عظیم مقصد دین اسلام کی سر بلندی تھا۔ ہجرت کے واقعہ کو سنہ ہجری کی بنیاد قرار دینے کا مقصد ہی یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کو ہر نئے سال کے آغاز پر یہ پیغام یاد رہے کہ انہیں اسلام کی سر بلندی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔ سن کے اجراء میں مقصد کا یہ تقدس اور پاکیزگی ہجری سن کو دوسرے تمام سنین سے ممتاز کر دیتی ہے۔

(۵) رسم و رواج کی حوصلہ شکنی | کسی ملک یا علاقے کے رسم و رواج موسم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میلے پھیلے، تفریحی سفر، گرمیوں کی چھٹیاں، موسم

بہار کی تقریبات، مختلف قسم کے محاصل اور نذرانوں کی وصولیوں کے اوقات وغیرہ سب امور موسم سے وابستہ ہوتے ہیں۔ موسموں کا تعلق شمسی سال سے ہے۔ لہذا جوں جوں مذہب سے لگاؤ کم ہوتا جاتا ہے اور بیگانگت بڑھتی جاتی ہے۔ شمسی سال کے ساتھ لگاؤ بڑھتا جاتا ہے۔ اسی بنا پر بہت سے لوگوں نے شمسی سال کو اپنایا یا قری سال میں بیونڈ کاری کر کے اسے شمسی سال کے مطابق ڈھال لیا۔

انتہا یہ ہے کہ آج کل مزاروں کے مجاور اور منتظمین نے بھی زمانہ جاہلیت کے پردہ ہتوں کی طرح عرسوں کی تاریخیں بھی شمسی سال، خواہ بکری ہو یا عیسوی۔ کے مطابق کر رکھی ہیں۔ عرسوں کا جواز یا عدم جواز بجائے خود ایک الگ مسئلہ ہے۔ سردست ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایسی

تقریبات میں سے بھی جو خالص دینی یا مذہبی سمجھی جاتی ہیں۔ ہجری تقویم کو خارج کر دیا گیا ہے۔ علامہ کہ یہ بات اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ اسلام رسم و رواج کو، اگر وہ جائز بھی ہوں تو ثانوی حیثیت دیتا ہے۔ اس کا اولین مقصد احکامات و عباداتِ الہی اور شعائر اللہ کی صحیح طور پر اور معینہ وقت پر تعمیل ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے قمری تقویم کو اختیار کیا جو اس کی روح کے عین مطابق ہے۔

(۶) ہفتے کا آغاز جمعہ کے مبارک دن سے | اسلامی تقویم میں ہفتہ کا پہلا دن جمعہ قرار دیا گیا ہے۔ یکم محرم ۱ھ کو بھی جمعہ تھا۔ جمعہ

کو اجتماعی طور پر اللہ کی عبادت کرنے اور ذکر کرنے کا دن قرار دیا گیا ہے۔ گویا اس دن باقاعدہ تعطیل منانے پر پابندی نہیں۔ تاہم جمعہ کے دن نہانے دھونے، کپڑے بدلنے اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے تیاری کے خاص اہتمام پر زور دیا گیا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد کاروبار کرنے یا کوئی دوسرا کسب کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظِ دیگر اس تقویم میں ہفتے کی ابتداء، اللہ کی یاد سے ہوتی ہے جب کہ عیسوی تقویم میں اتوار کا دن، جو عیسائیوں کی طہارت اور عبادت کا دن ہے ہفتے کا آخری دن ہے۔ یعنی چھ دن کام کرنے کے بعد جب انسان تھکا ماندہ ہو تو اللہ کی عبادت کی طرف بھی دھیان کر لے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مجوزہ عالمی کیلنڈر میں برس سال اور اس کی ہر ماہی اتوار سے شروع کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(۷) نجوم پرستی سے احتراز | ہجری تقویم میں ہفتے کے ایام کے ناموں میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ان ناموں کو نہ تو کسی مخصوص سیارے سے منسوب کیا گیا ہے اور نہ کسی دیوی، دیوتا سے۔ عیسوی اور کبریٰ تقویم میں ہفتے کے دنوں کے نام دیوتاؤں کی دیوتاؤں کی فرمانروائی کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہجری تقویم میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ ہیں :-

یوم الجمعہ	یوم السبت	یوم الاحد	یوم الاثنين
جمعہ	ہفتہ	پہلا دن (اتوار)	دوسرا دن (سہوار)
یوم الثلاثاء	یوم الأربعاء	یوم الخميس	
تیسرا دن (منگل)	چوتھا دن (بدھ)	پانچواں دن (جمعرات)	

اسی طرح ہجری تقویم میں مہینوں کے ناموں سے دیوتا پرستی یا شخصیت پرستی کا شائبہ تک نہیں

پایا جاتا۔ جب کہ انگریزی مہینوں کے پہلے چھ نام تو دیوی دیوتاؤں سے منسوب ہیں۔ اور کچھ مشہور اشخاص سے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

## قری تقویم سے متعلق چند اہم معلومات

چاند ایک ثانوی سیارچہ ہے جو ہماری زمین ۰ جو اس کا مرکزی سیارہ ہے کے گرد گھومتا ہے۔ موجودہ نظریہ نیپٹ کے مطابق چاند کی گردشیں تین قسم کی ہیں۔ (۱) اپنے محور کے گرد، (۲) زمین کے گرد اور (۳) زمین کی معیت میں سورج کے گرد۔

چاند اگر صرف زمین کے گرد گھومتا تو اپنی رفتار کی نسبت سے یہ گردش ہر ۲۷ دن میں طے کر لیتا، مگر زمین بھی چونکہ سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ لہذا اس کا یہ چکر تقریباً ہر ۲۹ دن میں پورا ہوتا ہے اور یہی مدت قمری مہینہ کہلاتی ہے اور ان دونوں گردشوں کے نتیجے میں اشکال قمر بنتی ہیں۔ چونکہ اس کی محوری گردش بھی اتنے ہی عرصے میں ختم ہوتی ہے۔ لہذا اس گردش کا ہماری زمین پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ چاند کا صرف ایک ہی رخ ہمیشہ ہمارے سامنے رہتا ہے۔

سیاروں کے مدار پورے گول نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض قوانین حرکت کے ماتحت بیضوی شکل اختیار کرتے ہیں۔ جب کوئی سیارہ گردش کرتے کرتے اپنے مرکزی سیارے یا ستارے کے قریب ہوتا ہے تو اس کی رفتار نسبتاً تیز ہو جاتی ہے اور جب دور ہوتا ہے تو یہ رفتار قدرے سست ہو جاتی ہے۔ چاند چونکہ زمین سے اور زمین سورج سے وابستہ ہے لہذا اس دوہری گردش اور رفتار کی کمی بیشی کا ہی یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ قمری مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا۔

قری ماہ کی اوسط مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۳۳ سیکنڈ قرار دی گئی ہے۔ یہ اوسط مدت ہے، ورنہ فی الواقع یہ مدت کسی ماہ پانچ گھنٹے تک بڑھ جاتی ہے۔ اور کسی ماہ اتنی ہی کم بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قمری سال کی مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ قرار دی گئی ہے۔ یہ بھی حقیقتاً اوسط مدت ہے۔ قمری سال بھی کبھی چند گھنٹے بڑھ



جاتا ہے اور کبھی چند گھنٹے کم ہو جاتا ہے۔ تاہم اس کمی بیشی کے باوجود بھی یہ حساب قائم رہتا ہے کہ کوئی قمری مہینہ نہ تو انیس دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تیس دن سے بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح قمری سال نہ کبھی ۳۵۴ دن سے کم ہو سکتا ہے اور نہ ہی ۳۵۵ دن سے زیادہ۔ قمری سال کی مدت تو ۳۵ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ قرار دی گئی ہے لیکن حساب کرتے وقت ۳۴ سیکنڈ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ۳۵ سال میں قمری تقویم میں ایک دن کا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ اضافہ کس سال اور کس ماہ میں ہوگا۔ اور کون کرے گا؟ اس کے لئے ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ چاند خود بخود اپنے حساب سے یہ اضافہ کر لے گا۔

## دورِ صغیر اور دورِ کبیر

اگر قمری سال کی مقررہ اوسط مدت سے ۳۴ سیکنڈ کو حذف کر دیا جائے تو یہ مدت ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ رہتی ہے۔ اس مدت کو اگر کسور میں تبدیل کیا جائے تو سال کے  $\frac{11}{30}$  دن بنتے ہیں۔ اور اگر اس کسر کو ۳۰ سے ضرب دی جائے تو کسر ختم ہو جاتی ہے اور جواب  $(\frac{11}{30} \times 30 = 37)$  منکل دن آتا ہے۔ لہذا اس ۳۰ سال کی مدت کو دورِ صغیر قرار دیا گیا ہے۔ بالفاظِ دیگر قمری تقویم میں تیس سالوں کے ۱۰۴۳۱ دن ہوتے ہیں جن میں سے گیارہ سال ۳۵۵ دن کے ہیں۔ ۳۵۵ دن والے سالوں کو ہم اپنی سہولتِ تحریر کی خاطر لیپ کے سال کہیں گے۔ ورنہ یہ کوئی اختراعی اضافہ نہیں ہے۔ ان تیس سالوں میں مندرجہ ذیل سال ۳۵۵ دن کے یا لیپ والے ہوتے ہیں: ۲-۵-۷-۱۰-۱۳-۱۶-۱۸-۲۱-۲۴-۲۶۔ یہ سال ۳۵۵ دن کے کیوں ہوتے ہیں اور باقی انیس سال ۳۵۴ دن کے کیوں؟ اس سوال کا مفصل جواب تو آپ کو ”ہجری تقویم دائمی“ کے باب میں ملے گا۔ مختصر جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ چاند کی چال کے حساب سے ہوتا ہے۔

لے قاضی سلیمان منصور پوری نے ”رحمۃ اللعالمین“ جلد دوم میں لیپ کے سال مندرجہ ذیل قرار دیئے ہیں: ۲-۵-۷-۱۰-۱۱-۱۳-۱۶-۱۹-۲۱-۲۴-۲۶-۳۰۔ لیکن نہ تو ہمارے حساب نے اس کی تائید کی اور نہ ہی ”تقویم تاریخی“ از عبدالقدوس ہاشمی اس کی تائید کرتی ہے۔

ہمارے ہاں جو تقاویم تقابلی متداول ہیں ان میں قمری مہینوں کے دنوں کے حساب کے لئے یہ طریق اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر سال ۳۵۴ دن کا ہے تو پہلا مہینہ محرم کا تیس دن کا شمار کر لیا جاتا ہے دوسرا انتیس دن کا، تیسرا پھر تیس دن کا، چوتھا پھر انتیس دن کا علیٰ ہذا العیاس آخر ذوالحجہ تک یہ سلسلہ چلتا ہے اور ۳۵۴ دن پورے کر لئے جاتے ہیں اور اگر سال ۳۵۵ دن کا ہو تو آخری ماہ ذی الحجہ کے بھی انتیس کی بجائے تیس دن شمار کر لئے جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ طریق مشاہدہ اور حقیقت دونوں کے خلاف ہے، کیونکہ اس طریق حساب میں کوئی خاص مہینہ ہمیشہ کے لئے مخصوص دنوں کا شمار کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً رمضان کا مہینہ ہمیشہ تیس دن کا ہوگا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہوتا۔ رمضان کا مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے کبھی تیس دن کا۔ اسی طرح دوسرے تمام مہینوں کی بھی یہی صورت ہے۔ یہ طریق کار کسی متعین تاریخ کا دن معلوم کرنے یا کسی متعین ہجری تاریخ کو عیسوی تاریخ میں تبدیل کرنے یا اس کے برعکس عیسوی تاریخ سے ہجری تاریخ معلوم کرنے میں کام تو دیتا ہے۔ حالانکہ ایسے موقع پر بھی بعض اوقات اسی وجہ سے ایک دن کا فرق پڑ جاتا ہے جو آگے چل کر درست ہو جاتا ہے۔

تیس سالہ دور یا دورِ صغیر کو متعین کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے کسی مخصوص سال میں مہینوں کے دن اسی ترتیب اور اسی تعداد میں آتے ہیں۔ جتنے اور جیسے تیس سال پیشتر آئے تھے یا تیس سال بعد میں آئیں گے۔ گویا قمری تقویم میں تیس سال بعد تاریخ اپنے آپ کو دوہرا شروع کر دیتی ہے۔ مثلاً ۴۹۶ھ میں مہینوں کے ایام یوں تھے۔

۳۰	صفر	۳۰	محرم
۳۰	ربیع الثانی	۲۹	ربیع الاول
۳۰	جمادی الثانی	۲۹	جمادی الاول
۳۰	شعبان	۲۹	رجب
۳۰	شوال	۲۹	رمضان
۳۰	ذی الحجہ	۲۹	ذی القعدہ

یاد رہے کہ یہ سال ۳۵۵ دن کا یعنی لیپ کا سال ہے۔

تو ۴۹۶ھ سے پہلے ہر تیسواں سال مثلاً ۴۶۶ھ، ۴۳۶ھ، ۴۰۶ھ، ۳۷۶ھ، ۳۴۶ھ، ۳۱۶ھ، ۲۸۶ھ

۱۶۶ھ وغیرہ سب ۳۵۵ دن کے ہوں گے۔ اور ان کے مہینوں کی تعداد اتنی اور اسی ترتیب سے آئے گی۔ اسی طرح ۴۹۶ھ کے بعد ہر تیسویں سال مثلاً ۵۲۶ھ، ۵۵۶ھ، ۵۸۶ھ وغیرہ سب کا یہی حساب ہوگا۔ یعنی کسی بھی دورِ صغیر کے سولہویں سال کی یہی کیفیت ہوگی۔ (۴۹۶ ÷ ۳۰ = ۱۶ اور باقی ۱۶)

**دورِ کبیر کا فائدہ** سات دورِ صغیر یا ۲۱۰ سالوں کا ایک دورِ کبیر ہوتا ہے۔ دورِ کبیر کی تعیین کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں مہینوں کی تاریخوں کے علاوہ ہفتے کے ایام بھی پہلے ہی جیسے آتے ہیں۔ مثلاً ۸ محرم الحرام ۶۳۱ھ کو اگر جمعہ تھا اور یہ مہینہ تیس یوم کا تھا۔ تو اس سے پیشتر ۲۱۰ سال یعنی ۸ محرم الحرام ۲۲۱ھ یا ۲۱۱ھ یا ۲۰۱ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔ اور یہ ماہ تیس دنوں کا ہوگا۔ اسی طرح ۸۲۱ھ یا ۸۱۱ھ اور ۱۲۶۱ھ وغیرہ کو بھی جمعہ ہی ہوگا۔ اور یہ ماہ تیس دن کا ہوگا۔ اور ان تمام سنین کے مہینوں کے دن، ترتیب، ہفتے کے ایام کے نام سب آپس میں مطابق ہو جائیں گے۔

۱۲ دورِ کبیر یعنی  $۲۱۰ \times ۱۲ = ۲۵۲۰$  سال گزرنے پر اس حساب میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ یہ وہ مدت ہے جو حساب کرتے وقت سیکنڈوں کی صورت میں چھوڑ دی گئی تھی۔ یہ مدت ایک دورِ کبیر کے بعد ۲ گھنٹے اور ۱۲ دورِ کبیر کے بعد ایک دن بن جائے گی۔

# بحری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریقے

## ۱۔ اصولی طریق

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قمری تقویم میں ہفتے کا پہلا دن جمعہ ہوتا ہے اور آخری دن جمعرات۔ اگر مجموعہ ایام کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ایک باقی بچے تو جمعہ ہوگا۔ دو بچیں تو ہفتہ ہوگا۔ ادرتین بچیں تو اتوار۔ علیٰ ہذا القیاس اگر صفر بچے تو جمعرات کا دن ہوگا۔ مندرجہ بالا تصریح کے بعد اب ہم کسی معینہ بحری تاریخ کا دن معلوم کرنے کے نکات پیش کرتے ہیں :-

- (۱) ہر دورِ کبیرہ دورِ صغیر یا ۴۳۱۔۴۱ دن کا ہوتا ہے اور سات پر تقسیم کرنے سے ۱۰۴۳۱ ہفتے بن جاتے ہیں اور باقی صفر بچتا ہے، لہذا ہر دورِ کبیرہ کے لئے صفر کا ہندسہ لیا جائے گا۔
- (۲) دورِ صغیر ۱۰۴۳۱ دن کا ہوتا ہے۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۱۵۱۸ ہفتے بنتے ہیں۔ اور پانچ باقی بچتے ہیں، لہذا ہر دورِ صغیر کے لئے پانچ کا ہندسہ لیا جائے گا۔
- (۳) ہر عام سال کے ۳۵۴ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۰ ہفتے بنتے ہیں۔ اور چار باقی بچتے ہیں۔ لہذا ہر پورے اور عام سال کے لئے ۴ کا ہندسہ لیا جائے گا اور لیپ کے سالوں کے لئے جو ۳۵۵ دن کے ہوتے ہیں ایک کا ہندسہ مزید جمع کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ لیپ کے سال یہ ہیں۔

۲ - ۵ - ۷ - ۱۰ - ۱۳ - ۱۶ - ۱۸ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۹

(۴) رواں سال کے مہینوں کی گنتی معینہ تاریخ تک اس ترتیب سے کیجئے، محرم کے لئے ۳۰ کے بجائے ۲ (کیونکہ ۳۰ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۲ باقی بچتا ہے)، صفر کے لئے ۲۹





ہر ۱۲۰ سال کے لئے ایک دن کم کیا جائیگا۔ باغافذ دیگر ۶ کا ہندسہ لیا جائیگا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پہلا دور کبیر ۴۴ سال کا تھا۔ شاید ہجری کے آغاز سے پہلے کے ۵۶ قری سال بھی اس میں شمار ہو جاتے ہیں۔

سالِ رواں کے باقی دنوں کی گنتی بحساب سابق طریق ہیئت ہی شمار کی جائے گی۔

گو مشابہاتی طریق میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے گا۔

۱- پہلا دور کبیر ۴۴ سال کے لئے = منفی ایک دن = - ۱

۲- آئندہ ہر دور کبیر کے لئے (۱۲۰ سال کے لئے) = " " " = - ۱

۳- بعد میں ہر دورِ صغیر (۸ سال) کے لئے = ۰ = صفر دن

۴- عام سالوں کے دن بحساب ۴ دن فی سال  
+ لیپ کے سال کا ۱ دن فی لیپ سال

۵- سالِ رواں کے مہینوں اور دنوں کا حساب بحساب سابق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

تا آخر اس کی تفصیل یہ ہے :-

۱۸۵ھ کو بدھ ہوگا	یکم محرم الحرام	۱۸۴ھ تک	۱۲۰ سال	۴۵ھ سے
۳۰۵ھ منگل	" "	۳۰۴ھ تک	۱۲۰ سال	۱۸۵ھ سے
۴۲۵ھ سوموار	" "	۴۲۴ھ	" "	۳۰۵ھ سے
۵۴۵ھ اتوار	" "	۵۴۴ھ	" "	۴۲۵ھ سے
۶۶۵ھ ہفتہ	" "	۶۶۴ھ	" "	۵۴۵ھ سے
۷۸۵ھ جمعہ	" "	۷۸۴ھ	" "	۶۶۵ھ سے
۹۰۵ھ جمعرات	" "	۹۰۴ھ	" "	۷۸۵ھ سے
۱۰۲۵ھ بدھ	" "	۱۰۲۴ھ	" "	۹۰۵ھ سے
۱۱۴۵ھ منگل	" "	۱۱۴۴ھ	" "	۱۰۲۵ھ سے
۱۲۶۵ھ سوموار	" "	۱۲۶۴ھ	" "	۱۱۴۵ھ سے
۱۳۸۵ھ اتوار	" "	۱۳۸۴ھ	" "	۱۲۶۵ھ سے
۱۴۰۵ھ ہفتہ	" "	۱۴۰۴ھ	" "	۱۳۸۵ھ سے
۱۵۳۵ھ جمعہ	" "	۱۵۳۴ھ	" "	۱۴۰۵ھ سے
۱۶۵۵ھ جمعرات	" "	۱۶۵۴ھ	" "	۱۵۳۵ھ سے

اب ہم پہلے دی ہوئی تینوں مثالوں کی مشابہتی طریق سے حل پختہ کر لیتے ہیں۔  
 مثال ۱ :- یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۷ھ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) پہلا دورِ کبیر ۴۴ سال = ۱ - دن  
 (ii) اگلے ۵ دورِ کبیر (۱۲۰ × ۵) = ۶۰۰ سال = ۵ - دن  
 (iii) اگلے ۴ دورِ صغیر (۸ × ۴) = ۳۲ سال = صفر دن  
 (iv) ۴ سال (۴ × ۴) + ایپتلا سال = ۱۷ یا ۳ دن  
 (v) محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ = ۱ ۱ ۲ ۱ ۲ دن  
 ۷ یا صفر دن

چونکہ پانچواں سال بھی لیپ کا ہے لہذا ایک دن کا مزید اضافہ ہوگا۔  
 یعنی کل دن = ۱۱ - ۱ = ۱۰ = ۳ + ۷ = ۱۰ دن  
 لہذا جمعہ سے شروع کر کے مطلوبہ دن منگل ہوگا۔

مثال ۲ :- ۱۵ رمضان ۱۲۳۷ھ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) پہلے ۴۴ سال = ۱ - دن  
 (ii) اگلے ۹ دورِ کبیر (۱۲۰ × ۹) = ۱۰۸۰ سال = ۹ - یا ۲ - دن  
 (iii) اگلے ۱۲ دورِ صغیر (۸ × ۱۲) = ۹۶ سال = صفر دن  
 (iv) اگلے ۴ سال = ۴ × ۴ = ۱۶ سال = ۲ + ۲ لیپ والے دن  
 ۵ دن = ۲۴ =

(v) ۱۵ رمضان تک  
 محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ  
 ۱۳ یا ۴ = { ۲ ۱ ۲ ۱ ۲  
 جمادی الآخرہ، رجب، شعبان، رمضان  
 ۱ یا ۱۵ ۱ ۲ ۱

کل دن = ۱۱ - ۳ = ۸ = ۵ + ۳ = ۸ دن  
 لہذا مطلوبہ دن جمعہ ہوگا۔



مشال ۳ :- ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن ہوگا ؟

حل :- (i) پہلے ۴۴ سال = ۱ دن

(ii) لگے ۱۱ دور کبیر (۱۲۰ × ۱۱) = ۱۳۲۰ اسل = ۱۱ - = ۴ دن

(iii) اگلے ۸ سال = صفر دن

(iv) " ۵ سال = ۵ × ۴ = ۲۰ + ۲ = ۲۲ = ۱ دن

(v) ۱۳۹۴  
 (۷) ۲۳ جمادی الآخرہ تک  
 محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر  
 ۱ ۲ ۱ ۲  
 جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ  
 ۲ یا ۲۳ ۲

کل دن = ۱۱ - ۵ = ۶

جمعہ سے شروع کرنے سے مطلوبہ دن بدھ وار ہوگا۔

### وجہ مطابقت

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ مشاہداتی طریق اور اصولی طریق آپس میں کیسے مطابق ہو جاتے ہیں۔

اس وضاحت کے لئے درج ذیل اشارات پر غور فرمائیے۔

یکم محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو جمعہ تھا۔ لہذا اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۱۳۹۸ھ کو جمعہ ہوگا۔ اور مشاہداتی طریق سے :-

پہلے ۴۴ سال کے لئے = ۱ دن

" ۱۲۰ سال کے لئے = ۱ دن

لگے ۲۳ سال (۳ دور صغیر) کے لئے = صفر دن

باقی ۲ سال (۲۱۰ تک) = ۲ × ۴ = ۸ + ۱ = ۹ دن

کل دن = ۹ دن = ۲ دن

یہ منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو جمعہ ہی ہوگا۔

اسی طرح اصولی طریق کے مطابق یکم محرم ۱۳۹۸ھ کو جمعہ ہے تو مشاہداتی

طریق سے :-

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۲۴۰ سال (۲ دورِ کبیر) کے لئے = ۲

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) کے لئے = صفر

باقی ۴ سال (۲۴۰ تک) =  $۴ \times ۴ = ۱۶$  + ۱ دن لیپ

۱۷ دن = ۳ دن

گو منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم الحرام ۱۲۱ھ کو جمعہ ہی ہو گا۔ علیٰ ہذا التیاس

بطریق اُصولی یکم محرم الحرام ۱۲۱ھ کو جمعہ ہے تو مشابہتی طریق سے :-

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۴۸۰ سال (۴ دورِ کبیر) = ۴

اگلے ۸۰ سال (۱۰ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی ۶ سال (۶۴۰ تک) =  $۴ \times ۶ = ۲۴$  + ۲ لیپ کے دن

۲۶ دن = ۵ دن

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے۔ لہذا یکم محرم ۱۲۱ھ کو جمعہ ہو گا۔ اب یکم

محرم ۱۲۱ھ کو بھی اُصولی طریق سے جمعہ ہے۔ اُس کا حساب یوں ہو گا۔

پہلے ۶۴ سال کے لئے = ۱ دن

اگلے ۱۰۸۰ سال (۹ دورِ کبیر) = ۹ یا ۲

اگلے ۱۱۲ سال (۱۴ دورِ صغیر) = صفر دن

باقی چار سال (۶۴۰ تک) =  $۴ \times ۴ = ۱۶$  + الیپ کا دن

۱۷ یا ۳ دن =

یہاں بھی منفی اور جمع کے دن برابر ہو گئے لہذا یکم محرم ۱۲۱ھ کو جمعہ ہی ہو گا۔

## ۳۔ بذریعہ یک صغریٰ ہجری کیلنڈر

مندرجہ ذیل نقشہ سے کسی بھی ہجری تاریخ کا دن بطریق ذیل معلوم کیا جاسکتا ہے :-

(۱) مطلوبہ سال کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت کو چھوڑیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ باقی کو

- پھر ۳۰ یعنی دو مہینے پر تقسیم کریں۔ حاصل قیمت بھی یاد رکھیں اور باقی بھی۔  
 (۲) حاصل قیمت کو ۵ سے ضرب دیں۔ پھر اس میں ماہ رواں کی معینہ تاریخ کو چھوڑ کر باقی دن جمع کریں۔ پھر حاصل جمع کو ۷ پر تقسیم کر کے باقی لے لیں۔  
 (۳) اب جتنے سال باقی بچے تھے، اس عدد کے سامنے اور ماہ مطلوبہ کے نیچے کا دن نقشہ دیکھ کر معلوم کریں۔  
 (۴) ۷ سے حاصل شدہ باقی اس معلومہ دن سے آگے شمار کر لیں۔ تو یہی مطلوبہ دن ہوگا۔

سال	مہرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الاخر	رجب	شہان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۱	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۲)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ
۳	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ
۴	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۵)	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۶	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
(۷)	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ
۸	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۹	جمعہ	ہفتہ	اتوار	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۱۰)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ
۱۱	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ
۱۲	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۱۳)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۱۴	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
۱۵	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	جمعہ
(۱۶)	اتوار	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۱۷	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۱۸)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ
۱۹	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	بدھ
۲۰	جمعرات	جمعہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۲۱)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۲۲	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل
۲۳	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	جمعہ
(۲۴)	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ
۲۵	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر
(۲۶)	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ
۲۷	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل
۲۸	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار
(۲۹)	پیر	بدھ	جمعرات	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	اتوار	پیر	بدھ	جمعرات
۳۰	ہفتہ	اتوار	منگل	بدھ	جمعہ	ہفتہ	پیر	منگل	جمعرات	جمعہ	اتوار	پیر

اب ہم اس نقشہ کی مدد سے وہی پہلی تین مثالوں کو حل کریں گے۔ تاکہ ساتھ کے ساتھ پڑتال بھی ہو سکے۔

مثال ۷ :- یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۳۶ھ کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۷۰ کو ۲۱۰ پر تقسیم کیا تو (۳ × ۲۱۰) = ۶۳۰ اور باقی رہے ۷۰ یا ۲۱۰ سے اب  
 نہیں کوئی غرض نہیں۔ اب ۷۰ کو ۳۰ پر تقسیم کیا تو ۲ حاصل قسمت اور باقی ۱۱ ہے۔ ان  
 دونوں سے غرض ہے۔

(ii) حاصل قسمت ۲ کو ۵ سے ضرب دی تو ۱۰ ہوئے بعینہ ماہ کی بعینہ تاریخ یکم ہے۔ یہ یکم بھی  
 چھوڑ دی تو ۱۰ ہی رہے۔ اس کو ۷ پر تقسیم کیا تو باقی بچے = ۳

(iii) اب ۷ والی باقی ۱۱ کے سامنے اور جمادی الاولیٰ کے نیچے اس نقشہ میں ہفتہ کا دن لکھا  
 ہوا ہے۔

(iv) اب اس ہفتہ کے آگے ۷ والی باقی یعنی ۳ دن شمار کیجئے تو جواب آئے گا منگل  
 بس یہی مطلوبہ دن ہے اور درست ہے۔

مثال ۸ :- ۱۵ رمضان ۱۲۳۷ھ کو کون سا دن تھا؟

اب ہم عمل کو مختصر کر کے محض اشارات سے کام لیں گے :-

$$(i) \frac{1237}{210} = (5 \times 210) + 197 = \frac{197}{30} + (4 \times 30) + 17 = \text{حاصل قسمت } 17 \text{ باقی}$$

$$(ii) 5 \times 4 = 30 + \text{رمضان کے } 13 \text{ دن} = \frac{42}{2} = 21 \text{ باقی}$$

(iii) نقشہ میں ۱۷ کے آگے اور رمضان کے نیچے بدھ ہے۔

(iv) اب بدھ سے آگے ۲ مزید دن شمار کیجئے۔ مطلوبہ دن = جمعہ جواب

مثال ۹ :- ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن تھا؟

$$(i) \frac{1398}{210} = (4 \times 210) + 138 = \frac{138}{30} + (4 \times 30) = 18 + (2 \times 30) = 18$$

$$(ii) 5 \times 4 = 20 + 22 \text{ جمادی الثانی کے دن} = \frac{42}{2} = 21$$

(iii) نقشہ میں ۱۸ کے سامنے اور جمادی الثانی نیچے بدھ ہے۔

(iv) بدھ + ۰ = بدھ جواب

## ۴۔ بذریعہ اعداد جمل

یہ طریقہ کوئی حسابی طریقہ معلوم نہیں ہوتا یا کم از کم ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ طریقہ سعودی عرب

کے ایک رسالہ تقویم الاوقات میں طبع ہوا تھا جس کو جعفر شاہ صاحب پھلواری نے اپنی کتاب

اجتہادی مسائل کے صحت پر درج کیا ہے۔ یہ طریقہ ہر عربی مہینے کی پہلی تاریخ کو دن معلوم کرنے کے لئے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر پہلی تاریخ کا دن معلوم ہو جائے تو آگے بھی معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب کو خود بھی اعتراف ہے کہ اس طریقہ میں سقم ہیں۔ اور ہم نے بھی اس طریقہ کو کوئی معتبر طریقہ نہیں پایا۔ ہم نے سابقہ مثالوں سے بھی اور اس کے علاوہ بھی اس کا تجربہ کیا۔ بسا اوقات ایک دن کی تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے۔ تاہم کسی وقت جواب درست بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ اجتہادی مسائل میں دی ہوئی مثال درست ہے۔ بہر حال وہ طریقہ یہ ہے :-

(i) ہجری سال کو ۸ پر تقسیم کر کے باقی نکالئے۔

(ii) اس باقی کو ۱ ۵ ج س د ب و د میں دیکھئے کہ اس عدد کا حرف بحساب حمل کیا جائے

۱ ۵ ۳ ۷ ۲ ۲ ۴ ۶

(iii) مطلوبہ مہینے کا عدد س ب ج ۵ د ل ب د ۵ س ل ج میں سے معلوم کیجئے

۷ ۲ ۳ ۵ ۴ ۱ ۲ ۵ ۳ ۱ ۷

(iv) ii اور (iii) کے معلومہ اعداد کو جمع کر کے اس میں ماہ رواں کی تاریخ جمع کر کے ۷ پر تقسیم کیجئے۔

(v) جو باقی بچے اس کا شمار یکشنبہ (اتوار یا یوم الاحد) سے کیجئے۔ یہی مطلوبہ دن ہوگا۔

اب ہم سابقہ تین مثالوں کے ذریعہ ہی اس طریقہ کی پڑتال کریں گے :-

مثال ۷ :- یکم جمادی الاول ۱۲۷۷ھ کو کون سا دن تھا ؟

حل :- (i)  $\frac{۱۷۷۷}{۸} = ۲۲۲ - ۵$  باقی حاصل قیمت یا باقی = ۵

(ii) پانچواں حرف (ii) میں د ہے۔ د کے عدد = ۴

(iii) جمادی الاول پانچواں مہینہ ہے (iii) میں پانچواں حرف بھی د ہی ہے۔ د کے عدد = ۴

(iv)  $۱ + ۴ + ۴ = ۹ = \frac{۹}{۲} = ۴$  باقی ۲

(v) یکشنبہ سے شروع کرنے سے جواب دو شنبہ یا سوموار آتا ہے جبکہ اصل جواب منگل ہے۔

مثال ۸ :- ۱۵ رمضان ۱۲۷۷ھ کو کون سا دن تھا ؟

حل :- (i)  $\frac{۱۲۷۷}{۷} = ۱۸۲ - ۷$  باقی ۷

(ii) ساتواں حرف (ii) میں واو، و = ۶

(iii) رمضان نواں ماہ (iii) میں نواں حرف ۷، ۷ = ۵

(iv)  $\frac{۲۶}{۵} = ۵ + ۱ = ۶$

(۷) یکشنبہ سے شروع کر کے پینشنبہ یا جمعرات حالانکہ اصل دن جمعہ ہے۔

مثال ۳ :- ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ کو کون سا دن تھا؟

$$\text{حل :- (i) } \frac{1398}{8} = 174 - 4$$

(ii) پھٹا حرف (ii) میں ب ، ب = ۲

(iii) پھٹا مہینہ (iii) میں پھٹا حرف ل ، ل = ۱

$$(iv) 5 = \frac{24}{2} = 23 + 1 + 2$$

(۷) یوم الاحد سے شروع کر کے یہ جمعرات بنتا ہے حالانکہ اصل جواب بدھ ہے۔

## کثیر المقاصد بھری تقویم دائمی

اس سے پیشتر ایک صغی بھری کیلنڈر پیش کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ اس سے کسی بھی عربی مہینے کا دن معلوم کیا جا سکتا ہے مگر اس میں کچھ ضرب تقسیم کا عمل آجاتا ہے لہذا اس کے بعد اب ایک تفصیلی، سہل تر اور مفید تر کیلنڈر پیش کیا جا رہا ہے جس سے کسی عربی مہینے کی پہلی تاریخ کا دن معلوم کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ اس کے اور بھی چند فوائد ہیں لہذا اس کیلنڈر کا اندراج ضروری معلوم ہوا۔

یہ تو پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ قمری سال کی اوسط مدت  $365 - 364 - 354 - 353$  دن کی ہے۔ اس مدت کو اگر ۱۲ پر تقسیم کریں تو ایک قمری مہینے کی اوسط مدت  $30 - 29 - 28$  دن بنتی ہے۔ حساب کرتے وقت سیکنڈوں کا حساب چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اڑھائی ہزار سال کے بعد ایک دن کا فرق ظاہر کرے گا۔

اب دیکھئے کہ مثلاً محرم سالہ کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے اور ۴۴ منٹ ہے۔ اس کا تیسواں دن چونکہ نصف دن یا ۱۲ گھنٹے سے ۴۴ منٹ بڑا ہے۔ لہذا ہم اسے پورا دن شمار کر کے محرم کو ۳۰ دن کا شمار کریں گے اور دو ماہ کی مجموعی مدت (۴۴ - ۳۳ - ۲۹)  $2 \times 29 = 58$  دن بنے گی۔ یہاں ساتھواں دن صرف ایک گھنٹہ اور ۲۸ منٹ گزرا ہے۔ لہذا ہم صفر کو (۵۹ - ۳۰) = ۲۹ دن کا شمار کریں گے۔ اب اگر اوسط مدت کو یعنی  $30 - 29 - 28$  دن گھنٹے سے ضرب دیں تو محرم، صفر اور ربیع الاول کی مجموعی مدت (۴۴ - ۱۲ - ۲۹)  $3 \times 29 = 87$  دن بنتی ہے۔ یہاں ۸۹ دن چونکہ نصف دن یا ۱۲ گھنٹے سے بڑا ہے تو اسے ہم پورا دن شمار کریں گے۔ اس طرح محرم کے ۳۰ دن، صفر کے ۲۹ اور ربیع الاول کے ۳۰ دن ہمارے علم میں آگئے۔ اس تقویم میں اسی طریق سے ایک دو ر صغیر کے پورے مہینوں یعنی  $30 \times 12 = 360$  مہینوں کے دنوں کی تعداد نکالی گئی ہے۔

کیونکہ قمری تقویم کا خاصہ یہ ہے کہ جس ترتیب سے پہلے دور کے مہینوں کے دن آئیں گے۔ مابعد میں جتنے بھی دورِ صغیر آئیں گے ان کے مہینوں کے ایام کی تعداد یہی رہے گی۔

**ضروری نوٹ ۱۔** یہ مغالطہ نہ رہے کہ بعض مقامات مثلاً ۱۷ ویں مہینے میں صرف ۲۸ منٹ زائد کو پورا دن شمار کیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ۱۴ ویں ماہ میں ۳۳ منٹ گھنٹے کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ ۲۸ منٹ اصل میں ۲۳ گھنٹے ۲۸ منٹ ہیں۔ اس لئے اس کو پورا دن شمار کیا گیا ہے۔

قمری تقویم کا مروجہ اور سہل طریقہ کا یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ محرم کے ۳۰ دن شمار کر لئے، صفر کے ۲۹ پھر ربیع الاول کے ۳۰ اور ربیع الآخر کے ۲۹ اسی طرح آخر میں ذی الحجہ ۲۹ دن کا آجاتا ہے۔ اور قمری سال کے ۳۵۴ دن پورے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر سال لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا ہو تو آخری ماہ ذی الحجہ کو بھی ۳۰ دن کا ہی شمار کر کے ۳۵۵ دن پورے کر لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ تقویم تاریخی کے مؤلف عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے بھی اپنی تقویم میں یہی طریق اختیار کیا ہے۔ اس طرح اگرچہ بعض مقامات پر ایک دن کی کمی بیشی ہو جاتی ہے تاہم وہ آگے چل کر دور ہو جاتی ہے اور حساب پھر منطبق ہو جاتا ہے کیونکہ فرق تو صرف مہینہ کے ایام میں واقع ہوتا ہے۔ سال کے دن تو برابر ہی ہوتے ہیں۔

البتہ اس طریقہ کار میں ایک دو خامیاں ایسی ہیں جن کا کوئی حل نہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اس میں کسی بھی معینہ مہینہ مثلاً رمضان کے دن ہر سال ۲۹ ہی آتے ہیں۔ کیونکہ یہ نواں اور طاق مہینہ ہے۔ اور یہ بات حقیقت اور شاہدہ کے خلاف ہے۔

اور دوسری خامی اس طریقہ کار میں یہ ہے کہ اس میں اکثر مقامات پر ۳۰، ۳۰، ۳۰ دن کے تین ماہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دورِ صغیر کا دوسرا سال لیپ کا سال ہے جس میں گیا رحواں اور بارہواں دونوں مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے شمار کئے جاتے ہیں پھر تیسرے سال کا پہلا مہینہ محرم بھی ۳۰ دن کا آجاتا ہے۔ اگرچہ جبری تقویم میں اکٹھے تین ماہ کا ۳۰، ۳۰ دن کا ہونا ناممکنات سے نہیں تاہم اپنی تین ماہ کا ۳۰، ۳۰ دن کا ہونا حقیقت اور شاہدہ دونوں کے خلاف ہے جبکہ اس طریقہ کار میں ہر لیپ کے سال کے آخر میں بھی صورت پیش آتی ہے۔

یک دورِ صغیر کے ۳۴۰ ماہ کو اوسط مدت سے ضرب دینے کے بجائے چوڑے عمل کو اختیار کرنے کی ایک وجہ

کثیر المقاصد تقویم تیار کرنے کی وجوہ

تو یہی تھی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ایک دورِ صغیر کے پورے مہینوں کے ایام کی صحیح صحیح تعداد کا علم ہو جائے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس بات میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ایک دورِ صغیر کے ۳۰ سالوں میں سے ۱۹ سال عام یعنی ۳۵۴ دن کے اور ۱۱ سال لیپ کے یعنی ۳۵۵



دن کے ہوتے ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ لیپ کے سال ہیں کون کون سے؟ قاضی سلمان صاحب منصور پوری نے یہ سال بتلائے ہیں :- ۲، ۵، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۷، ۲۸ اور ۳۰۔ جبکہ عبدالقدوس ہاشمی مؤلف تقویم تاریخی کے نزدیک وہ سال یہ ہیں :- ۲، ۵، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۷ اور ۲۹۔

گویا ان گیارہ سالوں میں سے ۲، ۵، ۱۳، ۱۴، ۲۱ اور ۲۳ چھ سالوں کے لیپ ہونے میں تو دونوں کا اتفاق تھا مگر باقی پانچ سالوں میں اختلاف تھا۔ چنانچہ اس ضربی عمل سے لیپ کے سال وہی معلوم ہوئے جو تقویم تاریخی میں درج ہیں۔ سال کے خانہ میں سال کا ہندسہ لکھتے وقت ہم نے لیپ کے سالوں کے گرد تو سین لگا دیئے ہیں مثلاً (۲)، (۵)، (۷) وغیرہ۔

**نتیجہ** | اس تقویم پر سرسری نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :-  
(۱) ہر عام سال میں ۲۹ ماہ ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اور ۶ ماہ تیس دن کے۔

(۲) لیپ کے سال میں ۲۹ دن کے ۵ اور ۳۰ دن کے ۷ ماہ ہوتے ہیں۔ ہر لیپ کے سال کا پہلا اور آخری مہینہ عموماً ۳۰ دنوں کے ہوتے ہیں۔ کبھی بھی سال میں ۲۹ دن کے مہینے ۵ سے کم اور ۳۰ کے ۷ سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔

(۳) اس تیار کردہ تقویم کی رو سے ۲۹ دن کے دو ماہ اکٹھے نہیں آسکتے۔ حالانکہ کبھی کبھار ۲۹ دن کے دو ماہ اکٹھے آ بھی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ تقویم ماہ کی اوسط مدت سے تیار کی گئی ہے جو کہ ۳۳ - ۱۲ - ۲۹ ہے۔ جبکہ دو قرونوں (نئے چاندوں) کے درمیان اس اوسط مدت سے پانچ چھ گھنٹے کمی بھی ہو سکتی ہے اور بیشی بھی۔

(۴) اسی طرح اس تقویم کی رو سے ۳۰ دن کے تین ماہ اکٹھے نہیں آسکتے جبکہ کبھی مذکورہ بالا وجہ کی رو سے آ بھی جاتے ہیں۔ تاہم ۲۹ دن کے اکٹھے ۳ ماہ اور ۳۰ دن کے اکٹھے ۴ ماہ کبھی نہیں آتے۔

اور لیپ کا سال تو اس وقت تک لیپ کا سال بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس میں ۳۰ دنوں کے دو ماہ اکٹھے نہ آجائیں۔ لیپ کے علاوہ مندرجہ ذیل سالوں میں بھی ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں :- ۳، ۴، ۹، ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۲، ۲۵، ۲۸۔ گویا ۳۰ سالوں میں سے اکیس سال ایسے ہیں جن میں ۳۰ دن کے دو ماہ اکٹھے آئے ہیں۔

(۵) لیپ کے سال میں تین باتیں لازمی ہیں (۱) اس میں ۳۰ دن کے ماہ سات ہو لگا (ii) دن کے دو ماہ اکٹھے آئیں (iii) اور پہلا اور آخری ماہ ۳۰ دن کا ہو۔



- (i)  $۴۰ + (۳ \text{ دورِ کبیر}) + ۴۳۰ = ۴۰۱$
- (ii) اب گیا رھویں سال کے جمادی الاولیٰ کے سامنے اور تیسرے دورِ صغیر کے نیچے دن دیکھ لیجئے۔
- جواب مشکل

مثال ۳ :- ۱۵ رمضان ۱۲۴۷ھ کو کون سا دن تھا؟

- حل :- (i)  $۱۰۵۰ + ۱۸۰ + ۱۴ = ۱۲۴۴$  یعنی ۵ دورِ کبیر اور ساتویں دورِ صغیر کا ۱۴واں دن۔
- (ii) ۱۴ویں سال کے رمضان کے سامنے اور ساتویں دورِ صغیر کے سامنے جمعہ کا دن درج ہے اور یہ یکم رمضان کا دن ہے۔
- (iii) اگر یکم کو جمعہ ہو تو ۱۵ کو بھی جمعہ ہی ہوگا۔



جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔

سال نمبر	مہینہ	ابتداء			منٹ گھنٹے دن			مجموعہ
		کل	روز	دورے	کل	روز	دورے	
۴	محرم	۳۷	۸	۱۵	۱۰۹۲	۲۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	صفر	۳۸	۵۲	۳	۱۱۲۲	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الاول	۳۹	۳۶	۱۶	۱۱۵۱	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الثانی	۴۰	۲۰	۵	۱۱۸۱	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الاول	۴۱	۲	۱۸	۱۲۱۰	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الآخر	۴۲	۴۸	۶	۱۲۳۰	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رجب	۴۳	۲۲	۱۹	۱۲۶۹	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شعبان	۴۴	۱۶	۸	۱۲۹۹	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رمضان	۴۵	-	۲۱	۱۳۲۸	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شوال	۴۶	۲۳	۹	۱۳۵۸	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذیقعدہ	۴۷	۲۸	۲۲	۱۳۸۷	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذی الحجہ	۴۸	۱۲	۱۱	۱۴۱۷	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
۵	محرم	۴۹	۵۶	۲۳	۱۴۳۹	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	صفر	۵۰	۳۰	۱۲	۱۴۶۹	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الاول	۵۱	۲۳	۱	۱۵۰۶	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الثانی	۵۲	۸	۱۳	۱۵۳۵	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الاول	۵۳	۵۲	۲	۱۵۶۵	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الآخر	۵۴	۳۶	۱۵	۱۵۹۴	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رجب	۵۵	۲۰	۲	۱۶۲۳	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شعبان	۵۶	۲	۱۷	۱۶۵۳	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رمضان	۵۷	۲۸	۵	۱۶۸۳	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شوال	۵۸	۳۲	۱۸	۱۷۱۲	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذیقعدہ	۵۹	۱۶	۷	۱۷۴۲	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذی الحجہ	۶۰	-	۲۰	۱۷۷۱	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
۶	محرم	۶۱	۳۳	۸	۱۸۰۱	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	صفر	۶۲	۲۸	۲۱	۱۸۳۰	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الاول	۶۳	۱۲	۱۰	۱۸۶۰	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ربیع الثانی	۶۴	۵۶	۲۲	۱۸۸۹	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الاول	۶۵	۲۰	۱۱	۱۹۱۹	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	جمادی الآخر	۶۶	۲۳	-	۱۹۴۹	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رجب	۶۷	۸	۱۳	۱۹۷۸	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شعبان	۶۸	۵۲	۱	۲۰۰۸	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	رمضان	۶۹	۳۶	۱۳	۲۰۳۷	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	شوال	۷۰	۲۰	۳	۲۰۶۷	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذیقعدہ	۷۱	۲	۱۶	۲۰۹۶	۳۰	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	
	ذی الحجہ	۷۲	۲۸	۲	۲۱۲۶	۲۹	بھرات منگل اتوار جمعہ بدھ سووار ہفتہ	

جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔

سال نمبر	مہینہ	ابتداء دورے			منٹ گھنٹے دن			مجموعہ دن					
		کل ماہ	ہفتہ	دن	کل ماہ	ہفتہ	دن						
۸	محرم	۴۳	۳۲	۱۷	۲۱۵۵	۲۰	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	
	صفر	۴۳	۱۶	۶	۲۱۸۵	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	
	ربیع الاول	۴۵	۰	۱۹	۲۲۱۳	۳۰	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	
	ربیع الثانی	۴۶	۳۳	۷	۲۲۳۳	۲۹	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	
	جمادی الاول	۴۷	۲۸	۲۰	۲۲۷۳	۳۰	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	
	جمادی الآخر	۴۸	۱۲	۹	۲۳۰۲	۲۹	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	
	رجب	۴۹	۵۶	۲۱	۲۳۳۲	۳۰	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	
	شعبان	۸۰	۳۰	۱۰	۲۳۶۲	۲۹	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	
	رمضان	۸۱	۲۳	۲۳	۲۳۹۲	۳۰	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ
	شوال	۸۲	۸	۱۲	۲۳۲۱	۳۰	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ
	ذیقعدہ	۸۳	۵۲	۰	۲۳۵۱	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	
	ذی الحجہ	۸۳	۳۶	۱۳	۲۳۸۰	۳۰	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	
۹	محرم	۸۵	۲۰	۲	۲۵۱۰	۲۵	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ
	صفر	۸۶	۳	۱۵	۲۵۳۹	۳۰	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	
	ربیع الاول	۸۷	۳۸	۳	۲۵۶۹	۲۹	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	
	ربیع الثانی	۸۸	۳۲	۱۶	۲۵۹۸	۳۰	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	
	جمادی الاول	۸۹	۱۶	۵	۲۶۲۸	۲۹	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	
	جمادی الآخر	۹۰	۰	۱۸	۲۶۵۷	۳۰	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ
	رجب	۹۱	۳۳	۶	۲۶۸۷	۲۹	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ
	شعبان	۹۲	۲۸	۱۹	۲۷۱۶	۳۰	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	
	رمضان	۹۳	۱۲	۸	۲۷۳۶	۲۹	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار
	شوال	۹۳	۵۶	۲۰	۲۷۷۵	۳۰	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	
	ذیقعدہ	۹۵	۴۰	۹	۲۸۰۵	۲۹	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	
	ذی الحجہ	۹۶	۲۳	۲۲	۲۸۳۲	۳۰	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ
۱۰	محرم	۹۷	۸	۱۱	۲۸۶۳	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار
	صفر	۹۸	۵۲	۲۳	۲۸۹۳	۳۰	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار
	ربیع الاول	۹۹	۳۶	۱۲	۲۹۲۳	۳۰	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ
	ربیع الثانی	۱۰۰	۲۰	۱	۲۹۵۲	۲۹	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ
	جمادی الاول	۱۰۱	۳	۱۳	۲۹۸۲	۳۰	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	
	جمادی الآخر	۱۰۲	۲۸	۲	۳۰۱۲	۲۹	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار
	رجب	۱۰۳	۳۲	۱۵	۳۰۳۱	۳۰	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	
	شعبان	۱۰۳	۱۶	۳	۳۰۷۱	۲۹	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	
	رمضان	۱۰۵	۰	۱۷	۳۱۰۰	۳۰	بدھ	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ
	شوال	۱۰۶	۳۳	۵	۳۱۳۰	۲۹	جمعہ	بدھ	سوار ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	
	ذیقعدہ	۱۰۷	۲۸	۱۸	۳۱۵۹	۳۰	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ	سوار
	ذی الحجہ	۱۰۸	۱۲	۷	۳۱۸۹	۲۹	سوار	ہفتہ	جمرات	مشکل	اتوار	جمعہ	بدھ











جس دن سے مہینہ شروع ہوگا۔

سلاخ	دور	مہینہ	ابتدائی دور سے		منٹ گنتے دن		موردہ	تاریخ
			کل ماہ	رہت گنتے دن	کل ماہ	رہت گنتے دن		
۲۱	محرم	۲۵۳	۲۲	۵	۴۶۱	۲۹	ہفتہ	بھرات منگل
۲۲	صفر	۲۵۴	۱۶	۱۸	۴۵۰	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۳	ربیع الاول	۲۵۵	-	۴	۴۵۳	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۴	ربیع الثانی	۲۵۶	۲۳	۱۹	۴۵۵	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۵	جمادی الاول	۲۵۷	۲۸	۸	۴۵۸	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۶	جمادی الآخر	۲۵۸	۱۲	۲۱	۴۶۱۸	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۷	رجب	۲۵۹	۵۶	۹	۴۶۳۸	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۸	شعبان	۲۶۰	۴۰	۲۰	۴۶۴۴	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۲۹	رمضان	۲۶۱	۲۲	۱۱	۴۶۰۷	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۰	شوال	۲۶۲	۸	-	۴۶۳۷	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۱	ذیقعدہ	۲۶۳	۵۲	۱۲	۴۶۶۶	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۲	ذی الحجہ	۲۶۴	۳۶	۱	۴۶۶۶	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۳	محرم	۲۶۵	۲۰	۱۳	۴۸۲۵	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۴	صفر	۲۶۶	۱۳	۲	۴۸۵۵	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۵	ربیع الاول	۲۶۷	۲۸	۱۵	۴۸۸۳	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۶	ربیع الثانی	۲۶۸	۳۲	۳	۴۹۱۳	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۷	جمادی الاول	۲۶۹	۱۶	۱۴	۴۹۴۲	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۸	جمادی الآخر	۲۷۰	-	۶	۴۹۷۲	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۳۹	رجب	۲۷۱	۲۳	۱۸	۵۰۰۲	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۰	شعبان	۲۷۲	۲۸	۷	۵۰۳۲	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۱	رمضان	۲۷۳	۱۲	۲۰	۵۰۶۱	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۲	شوال	۲۷۴	۵۶	۸	۵۰۹۱	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۳	ذیقعدہ	۲۷۵	۳۰	۲۱	۵۱۲۰	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۴	ذی الحجہ	۲۷۶	۲۳	۱۰	۵۱۵۰	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۵	محرم	۲۷۷	۸	۲۳	۵۱۷۹	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۶	صفر	۲۷۸	۵۲	۱۱	۵۲۰۹	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۷	ربیع الاول	۲۷۹	۳۶	۰	۵۲۳۹	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۸	ربیع الثانی	۲۸۰	۲۰	۱۳	۵۲۶۸	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۴۹	جمادی الاول	۲۸۱	۳	۲	۵۲۹۸	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۰	جمادی الآخر	۲۸۲	۲۸	۱۳	۵۳۲۷	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۱	رجب	۲۸۳	۳۲	۳	۵۳۵۷	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۲	شعبان	۲۸۴	۱۶	۱۶	۵۳۸۶	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۳	رمضان	۲۸۵	-	۵	۵۴۱۶	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۴	شوال	۲۸۶	۳۳	۱۷	۵۴۴۵	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۵	ذیقعدہ	۲۸۷	۲۸	۶	۵۴۷۵	۲۹	بھرات منگل	بھرات منگل
۵۶	ذی الحجہ	۲۸۸	۱۲	۱۹	۵۵۰۴	۳۰	بھرات منگل	بھرات منگل

دور صغير		ابتداء		منشأ		موجود		جس دن سے مینہ شروع ہوگا	
سال	مہینہ	کل آہ	روزے	کل آہ	روزے	کل آہ	روزے	میشا	میشا
۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۸۸۳	۱۸۸۴	۱۸۸۵	۱۸۸۶	۱۸۸۷	۱۸۸۸	۱۸۸۹	۱۸۹۰
۲۸۹	۲۸۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۹۰	۲۹۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۹۱	۲۹۱	۹	۲۳	۹	۲۳	۹	۲۳	۹	۲۳
۲۹۲	۲۹۲	۲۲	۸	۲۲	۸	۲۲	۸	۲۲	۸
۲۹۳	۲۹۳	۱۰	۵۲	۱۰	۵۲	۱۰	۵۲	۱۰	۵۲
۲۹۴	۲۹۴	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶
۲۹۵	۲۹۵	۱۲	۲۰	۱۲	۲۰	۱۲	۲۰	۱۲	۲۰
۲۹۶	۲۹۶	۱	۳	۱	۳	۱	۳	۱	۳
۲۹۷	۲۹۷	۱۹	۲۸	۱۹	۲۸	۱۹	۲۸	۱۹	۲۸
۲۹۸	۲۹۸	۲	۳۲	۲	۳۲	۲	۳۲	۲	۳۲
۲۹۹	۲۹۹	۱۵	۱۶	۱۵	۱۶	۱۵	۱۶	۱۵	۱۶
۳۰۰	۳۰۰	۲	۰	۲	۰	۲	۰	۲	۰
۳۰۱	۳۰۱	۱۶	۳۰	۱۶	۳۰	۱۶	۳۰	۱۶	۳۰
۳۰۲	۳۰۲	۵	۲۸	۵	۲۸	۵	۲۸	۵	۲۸
۳۰۳	۳۰۳	۱۸	۱۲	۱۸	۱۲	۱۸	۱۲	۱۸	۱۲
۳۰۴	۳۰۴	۶	۵۶	۶	۵۶	۶	۵۶	۶	۵۶
۳۰۵	۳۰۵	۱۹	۳۰	۱۹	۳۰	۱۹	۳۰	۱۹	۳۰
۳۰۶	۳۰۶	۸	۲۳	۸	۲۳	۸	۲۳	۸	۲۳
۳۰۷	۳۰۷	۲۱	۸	۲۱	۸	۲۱	۸	۲۱	۸
۳۰۸	۳۰۸	۹	۵۲	۹	۵۲	۹	۵۲	۹	۵۲
۳۰۹	۳۰۹	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶	۲۲	۲۶
۳۱۰	۳۱۰	۱۱	۲۰	۱۱	۲۰	۱۱	۲۰	۱۱	۲۰
۳۱۱	۳۱۱	۰	۲	۰	۲	۰	۲	۰	۲
۳۱۲	۳۱۲	۱۲	۲۸	۱۲	۲۸	۱۲	۲۸	۱۲	۲۸
۳۱۳	۳۱۳	۱	۳۲	۱	۳۲	۱	۳۲	۱	۳۲
۳۱۴	۳۱۴	۱۴	۱۶	۱۴	۱۶	۱۴	۱۶	۱۴	۱۶
۳۱۵	۳۱۵	۳	۰	۳	۰	۳	۰	۳	۰
۳۱۶	۳۱۶	۱۵	۳۳	۱۵	۳۳	۱۵	۳۳	۱۵	۳۳
۳۱۷	۳۱۷	۳	۲۸	۳	۲۸	۳	۲۸	۳	۲۸
۳۱۸	۳۱۸	۱۷	۱۲	۱۷	۱۲	۱۷	۱۲	۱۷	۱۲
۳۱۹	۳۱۹	۵	۵۶	۵	۵۶	۵	۵۶	۵	۵۶
۳۲۰	۳۲۰	۱۸	۳۰	۱۸	۳۰	۱۸	۳۰	۱۸	۳۰
۳۲۱	۳۲۱	۷	۲۳	۷	۲۳	۷	۲۳	۷	۲۳
۳۲۲	۳۲۲	۲۰	۸	۲۰	۸	۲۰	۸	۲۰	۸
۳۲۳	۳۲۳	۲۸	۵۲	۲۸	۵۲	۲۸	۵۲	۲۸	۵۲
۳۲۴	۳۲۴	۲۱	۳۶	۲۱	۳۶	۲۱	۳۶	۲۱	۳۶



# شمسی تقویم اور عیسوی تقویم

موجودہ دور میں دنیا کے اکثر ممالک میں عیسوی تقویم رائج ہے جو شمسی تقویم پر مبنی ہے جب سے یورپین اقوام برسر اقتدار آئی ہیں اس وقت سے عیسوی تقویم ہی بین الاقوامی تقویم کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ جبکہ اکثر ممالک میں اپنی اپنی شمسی تقاویم بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں مثلاً ہندوستان میں بکری سمت اس وقت خالص شمسی تقویم ہے۔ افغانستان میں شمسی بھجری تقویم بھی چل رہی ہے اور قری بھجری بھی۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی تقریباً ایک درجن تقاویم شمسی مختلف ممالک میں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ موجودہ نظریہ ہیئت کے مطابق سورج ایک جگہ پر قائم ہے۔ البتہ اپنے محور کے گرد مزور گردش کرتا ہے اور اس کی یہ محوری گردش ۷ منٹ - ۹ گھنٹے - ۲۵ دن میں پوری ہوتی ہے۔ اور ہماری زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ زمین کی گردش بھی دو قسم کی ہے۔ ایک اپنے محور کے گرد دوسری سورج کے گرد۔ محوری گردش میں ۲۴ گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور اس گردش سے ہمارے دن رات پیدا ہوتے ہیں بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ زمین کو اپنے محور کے گرد گھومنے میں متنازعہ نہ رکا ہے اس عرصہ کو ہم نے ۲۴ گھنٹوں میں، پھر ہر گھنٹہ کو ۶۰ منٹوں میں، پھر ہر منٹ کو ۶۰ سیکنڈ میں تقسیم کر رکھا ہے۔ خط استوا پر زمین کا محیط تقریباً پچیس ہزار میل ہے۔ اگر زمین ۲۴ گھنٹوں اپنی محوری گردش پوری کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین اپنے محور کے گرد تقریباً ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق سے مغرب کی طرف گھوم رہی ہے۔ اس سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی ہوائی جہاز کسی ایک مقام سے ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طلوع آفتاب کے وقت

لے تفصیل کے لئے رحمتہ العالمین ص ۲ کا آٹھواں باب از قاضی سلمان منصور پوری اور عالمی معلومات

از ناہد انجم مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔

مشرق سے مغرب کی طرف پرواز کرتا ہے۔ توجیب تک جہاز اس رفتار سے اڑتا رہے گا طلوع آفتاب کا وقت ہی رہے گا۔ خواہ کتنے ہی گھنٹے گزر جائیں۔

زمین کی دوسری گردش سورج کے گرد ہے۔ سورج سے زمین کا فاصلہ ۹ کروڑ ۳ لاکھ میل ہے۔ لہذا زمین اپنے مدار پر ہر ۱۸ میل فی سیکنڈ یا ۶۶۶۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر لگا رہی ہے۔ یہ مدار بھی دوسرے سیاروں کے مدارات کی طرح بالکل گول نہیں بلکہ بیضوی ہے۔ اسی گردش سے زمین پر موسم پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر موسم کی فصل کے پکنے کے وقت کا انسان کو صحیح علم ہوتا ہے۔ موسم گرما میں دنوں کا بڑا اور راتوں کا چھوٹا ہونا اور موسم سرما میں اس سے برعکس نتائج سب اسی گردش کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس دوری گردش کی صحیح مدت، جو آج کے سائنسی دور کی دقیق تحقیق کے مطابق معلوم کی گئی ہے وہ ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے۔ اور یہی مدت شمسی سال کہلاتی ہے۔

**شمسی تقویم کی تاریخ** | شمسی تقویم میں ماسوائے دن کی مدت کے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو انسانی دست برد سے آزاد رہی ہو۔ اور دن کا تعلق تو شمسی اور قمری تقویم میں مشترک ہے لہذا یہ بھی کوئی قابل ذکر خوبی نہیں رہتی۔ انسان زمانہ قدیم سے جو کچھ شمسی سال کے متعلق زیادہ سے زیادہ سمجھ سکا وہ یہ تھا کہ شمسی سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور زمانہ قبل مسیح کے شمسی کیلنڈر اسی حساب سے چلتے رہے ہیں۔ شمسی سال میں نہ تو مہینوں کے دنوں کی تعداد معین ہے اور نہ سال کے مہینوں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں چیزوں میں بارہا تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہونے کا امکان ہے۔ شمسی تقویم میں مہینوں کے دنوں میں چار دن تک کا تفاوت تو آج بھی موجود ہے۔ خواہ یہ تقویم عیسوی ہو یا بکرمی یا کوئی اور۔ البتہ یہ اتفاق کی بات ہے کہ آج کے دور میں اکثر شمسی تقاویم ۱۲ مہینوں پر اتفاق رکھتی ہیں۔ اگرچہ آئندہ دور میں یہ بات بھی پوری ہوتی نظر نہیں آرہی۔

شمسی تقویم میں مہینے کے دنوں کی تعداد اور سال کے مہینوں کی تعداد انسان کی خود ساختہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں ہر صورت ممکن ہے۔ مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ سال ۱۰ ماہ کا ہونا چاہیے تو اس کی آسان صورت یہ بھی ہے کہ آپ ۵ ماہ ۳۶ دن کے شمار کر لیجئے باقی ۵ ماہ ۲۷ دنوں کے۔ اس طرح سال کے ۳۶۵ دن پورے ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ اپنے سال کو ۱۲ ماہ کا بنانا چاہیں تو ۳ ماہ ۲۶ دنوں کے اور چودہواں ماہ ۲۷ دن کا بنا لیجئے تو ۳۶۵ دن

پورے ہو جائیں گے اسی طرح اگر ۲۵ ماہ ۲۵ دن کے ساتواں دن کا اور باقی ۷ ماہ ستائیس دن کے مقرر کر لیجئے تو بھی ۳۶۵ دن پورے ہو جائیں گے۔ اس طرح ہم کسی وقت بھی حسب ضرورت یا خواہش مہینوں اور دنوں کی تعداد میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ قمری تقویم میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شمسی تقویم پر ایسے کئی دور گزرے ہیں جب کہ سال ۱۰ ماہ ۱۰ ۱/۲ ماہ ۱۲ ماہ اور ۱۳ ماہ کا رہا ہے اور دنوں کی تعداد بھی مہینوں کی تعداد کی نسبت سے کم و بیش کر لی جاتی تھی۔

## عیسوی تقویم کی داستان

موجودہ عیسوی سنہ ابتداء رومن کیلنڈر کہلایا۔ ۷۵۳ ق م میں جب رومیوں نے اپنے مشہور شہر ”روم“ کی بنیاد رکھی تو اس روز سے اپنے کیلنڈر کا آغاز کیا ان کا سال ۳۰۴ دن کا ہوتا تھا اور سال دس مہینوں پر مشتمل تھا اور مارچ ان کا پہلا مہینہ تھا۔ عیسوی تقویم میں یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ رہا ہے کہ عیسوی سال کو کس ماہ سے شروع کیا جائے۔ کہیں یہ سال مارچ سے شروع ہوا تو کہیں ستمبر سے، کہیں ایپر سے شروع ہوا تو کہیں کرسمس سے۔ آخر ۱۷۵۲ء میں انگلستان نے اس سال کا آغاز جنوری سے کیا تو اب یورپ و امریکہ میں اس سال کا آغاز اس مہینے سے ہی تسلیم کر لیا گیا ہے۔

رومنوں کے سال کے دس ماہ کا ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آخری چار مہینوں ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر کے معنی ہی ساتواں، آٹھواں، نواں اور دسواں ماہ ہے جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ بعد ازاں رومنوں نے جنوری اور فروری کے دو ماہ کا اضافہ کر کے سال کے بارہ ماہ بنائے لیکن اس وقت بھی ان کا سال ۳۵۵ دن کا تھا۔ یعنی قمری سال کے تقریباً برابر تھا۔ مہینے بھی قمری سال جتنے ہی بنا لئے گئے۔ سات سو سال بعد شہنشاہ جولیس (م۔ ۴۴ ق۔ م۔ جس کے نام سے جولائی کے مہینہ کی نسبت قائم کی گئی ہے) نے محسوس کیا کہ اس کیلنڈر میں کافی گڑ بڑ پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مصری ماہر فلکیات کی مدد سے اس کیلنڈر میں اصلاح کر دی۔ سال کے ۳۶۵ دن مقرر کئے گئے اور ہر چوتھے سال فروری کے مہینہ میں ایک دن کا اضافہ کر دیا گیا جسے لیپ کا سال کہا گیا۔ اب یہی کیلنڈر جولیس کی نسبت کی بنا پر رومن کے بجائے جولین کیلنڈر کہلانے لگا۔ جولیس سیرز کی پیدائش کا مہینہ بھی یہی ہے اور اسی کے حکم سے سال کا آغاز جنوری سے کیا گیا تھا اور یہ اصلاحات سلسلہ ق م میں کی گئیں۔

جولیس سیرز کے بعد اس کے متبئی اور ولیعہد آگسٹس (۴۳ ق م تا ۱۴ء) نے اپنے عہد میں عیسوی کیلنڈر میں ترمیم کی۔ عیسوی سال کا آٹھواں مہینہ اگست اسی کے نام سے منسوب ہے۔



یہ ترمیم ستمبر میں ہوئی تھی۔ پھر ۷۹۹ء میں اور اس کے بعد ۱۴۷۷ عیسوی میں اور بالآخر ۱۵۸۲ء میں پوپ گریگوری کے حکم سے اس کیلنڈر میں ترمیم کر کے دس دن کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے تحت ۴ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات کا دن تھا تو اس سے دوسرے دن یعنی جمعہ کو ۵ بجائے ۱۵ اکتوبر شمار کی گئی۔ گریگوری کی یہ ترمیم تمام ممالک نے یک لخت قبول نہیں کی۔ بلکہ بتدریج یہ ترمیم مقبول ہو سکی۔ سب سے آخر میں انگلستان نے ۱۷۵۲ء میں اسے قبول کیا۔ تو اب اسے دس دن کے بجائے گیارہ دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ ۲ ستمبر ۱۷۵۲ء بروز بدھ مطابق ۳ ذیقعد ۱۱۶۵ھ کے بعد اگلے دن یعنی ۴ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ بروز جمعرات کو ۳ ستمبر کے بجائے ۱۲ ستمبر قرار دیا گیا۔ اب یہی کیلنڈر گریگوری کی نسبت سے گریگورین یا جارجین کیلنڈر کہلاتا ہے۔

اس کیلنڈر میں جن ترمیم کا اوپر ذکر کیا گیا وہ ایسی ہیں جو صفحہ تاریخ میں ثبت ہو چکی ہیں۔ ورنہ حقیقتاً کتنی بار ترمیم ہوئیں یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ اس تقویم میں سے کبھی ۸ دن کم کئے گئے کبھی دس دن اور کبھی بیس دن نکالے گئے کبھی چودہ مہینوں کا سال شمار ہوا اور کبھی ساڑھے دس ماہ کا۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ سز عیسوی حضرت مسیح کی پیدائش سے شروع کیا گیا تھا۔ مگر زمانہ حال کے محققین نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت اس سے چار سال پہلے کی ہے۔ دنوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ قدیم حساب کے مطابق یکم جنوری ۱۱۶۵ھ کو ہفتہ کا دن قرار دیا گیا تھا۔ یعنی سوموار کا دن ۳ جنوری ۱۱۶۵ھ کو تھا۔ مگر جدید حساب کی رو سے یکم جنوری ۱۱۶۵ھ کو سوموار قرار دیا گیا ہے۔

ان سب باتوں کا حل یہ نکالا گیا کہ ۱۵۸۲ء کی ترمیم کے بعد جو صورت سال کی بنی اس کو حقیقی مان کر ماقبل کی تاریخوں کو اسی حساب سے مرتب کر لیا گیا۔ مثلاً جس سال نومبر پر سال ختم کیا گیا تھا یا جس سال جولائی پر سال ختم ہوا تھا ان سب کو جنوری سے دسمبر تک بارہ مہینوں کا سال شمار کر لیا گیا ہے۔

عیسوی تقویم میں پیموند کاری  
ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے  
۳۸ منٹ اور ۴۶ ثانیہ سیکنڈ ہے۔ اب ان کسور کو کامل دنوں  
یا لیب کا سلسلہ  
میں تبدیل کرنے کے لئے لیب کا لاقنہ ہی سلسلہ چل نکلا ہے جو ۴۰۰ سال تک بھی صحیح طور پر پورا

لے تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی۔ مقدمہ نمبر

۱۱۶۵ھ اس سے بھی زیادہ صحیح ترین حساب کے مطابق ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۳۸ منٹ اور ۴۶ ثانیہ سیکنڈ۔

نہیں ہوتا۔ عام سال تو ۳۶۵ دن کا ہی شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ سال لیپ کا ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ ۳۶ سیکنڈ کو اگر درخور اعتنا نہ بھی سمجھا جائے تو چار سالوں میں  $\frac{۳۶}{۲۹}$  یا  $\frac{۲۹}{۵}$  گھنٹے  $\times ۳ = \frac{۱}{۵}$  گھنٹے کے بجائے ۲۳ گھنٹے کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ گویا چار سال میں  $\frac{۱}{۵}$  گھنٹے کا اضافہ ہو گیا۔ اس اضافہ کو ختم کرنے کے لئے یہ تجویز ہوا کہ ہر عام صدی جس کا اصل ہندسہ ۴ پر تقسیم نہ ہوتا ہو اسے عام سال ہی قرار دے کر ۳۶۵ دن کا سمجھا جائے اس طرح  $\frac{۱}{۵} \times ۲۳ = \frac{۲۳}{۵}$  گھنٹے کے بجائے ۲۳ گھنٹے کم ہو گئے۔ گھنٹے خواہ مخواہ ہی مزید کم ہو گئے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ طے ہوا کہ جس صدی کا اصل ہندسہ ۴ پر تقسیم ہو جاتا ہے وہ لیپ کا سال سمجھا جائے۔ اس طرح کسی حد تک یہ حساب پورا ہو جاتا ہے مگر مکمل پھر بھی نہیں ہوتا۔ اب اندازہ کیا جا رہا ہے کہ ہر ۳۰۰۰ سال بعد ایک دن مزید کم کرنا پڑے گا۔

**نیا عالمی کیلنڈر** اتنی ترمیمات اور منتوں اور اصلاحات کے بعد بھی گریگورین کیلنڈر پر — جو کہ آج کل تقریباً تمام دنیا میں رائج ہو چکا ہے۔ عدم اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کیلنڈر پر ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس کے مہینوں کے آیام میں بہت زیادہ یعنی چار دن تک کا تفاوت موجود ہے۔ جس سے ملازمین کی تنخواہوں اور دوسرے حسابات میں کئی طرح کی الجھنیں پیش آتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کیلنڈر میں کوئی بھی ماہ و سال کسی خاص دن سے شروع نہیں ہوتا۔ لہذا ایک نیا عالمی کیلنڈر (WORLD CALENDER) زیر تجویز ہے جس کے اہم نکات یہ ہیں :-

- (۱) یہ سال ۱۲ ماہ کا ہوگا اور اسے ۴ سہ ماہیوں میں تقسیم کیا جائے گا۔
- (۲) ہر سہ ماہی کا پہلا دن اتوار اور پہلا مہینہ ۳۱ دن کا ہوگا۔ باقی دو مہینے ۳۰، ۳۰ دن کے ہوں گے۔ گویا ایک سہ ماہی کے دن  $۳۱ + ۳۰ + ۳۰ = ۹۱$  ہوں گے۔ یہ ہندسہ ۷ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ لہذا اگلی سہ ماہی کا پہلا دن لازماً اتوار ہی ہوگا۔
- (۳) چار سہ ماہیوں کی مدت  $۹۱ \times ۴ = ۳۶۴$  دن بنتی ہے۔ لہذا ۳۰ دسمبر بروز ہفتہ اور اگلے سال کی یکم جنوری بروز اتوار کے درمیان ایک دن (۳۶۵ یا ۵ دن) یوم تعطیل قرار دیا جائے گا۔ اس دن کا نہ کوئی نام ہوگا اور نہ ہی کوئی تاریخ ہوگی۔ گویا یہ بالکل فالتو دن ہوگا۔

۱۵ انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز زیر عنوان کیلنڈر۔

(۴) ہر لیپ کا سال خواہ عام سال ہو یا لیپ والی صدی ہو ۳۶۶ دن کا ہوگا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس سال ۳۰ جون بروز ہفتہ اور یکم جولائی بروز اتوار کے درمیان حسب طریق بالا بلا نام اور تاریخ ایک دن کا اضافہ کیا جائے گا اور یہ بھی یوم تعطیل ہوگا، یعنی لیپ کے سال میں دو اضافی دن ہوں گے۔

اس مجوزہ کیلنڈر میں درج ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں:-

(۱) مہینوں کے ایام میں تفاوت کم ہو جائے گا، یعنی صرف ایک دن کا فرق رہ جائے گا۔

(۲) ہر سال اور ہر سالہی اتوار کو شروع ہوا کرے گی۔

(۳) ہر ماہ کے ایام کا ۲۶ دن ہی رہیں گے کیونکہ ۳۱ دن والے مہینوں میں پانچ اتوار آتے

ہیں اور باقی مہینوں میں چار۔

**تبصرہ** | مندرجہ بالا نیا کیلنڈر انقلابِ فرانس کے بعد فرانس میں مزید غور و فکر کے لئے پیش کیا گیا مگر مقبول نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۹ء میں روس میں بھی ایک نئے کیلنڈر کی تجویز پیش ہوئی۔ اس

کیلنڈر میں ہر ماہ ۳۰ دن کا جس میں ۶ ہفتے تجویز کئے گئے اور ہر ہفتہ ۵ دن کا تھا۔ یہ کیلنڈر بھی مقبول نہیں ہو سکا۔ ماہرین نے ان کیلنڈروں کو کیوں پسند نہ فرمایا یہ تو ہمیں معلوم نہیں البتہ ہماری نظر میں ان کی خوبیاں تو کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں۔ لیکن خرابیوں میں مزید اضافہ کا امکان ہے مثلاً

(i) موجودہ کیلنڈر میں جولائی کا سلسلہ ۳۰ سال تک پھیلتا چلا گیا ہے وہ بدستور قائم

رہے گا اور ۳۰ ہزار سال کے بعد جو فرق موجودہ کیلنڈر میں ہے وہ اس میں موجود رہے گا۔

(ii) کسی دن کو کوئی نام اور تاریخ نہ دینا معمولاتِ زندگی کے کئی شعبوں میں گڑبڑ پیدا

کر سکتا ہے۔

(iii) اسلامی ممالک میں اس کیلنڈر کی حیثیت بہت حد تک کم ہو جائے گی۔ ان کے جب

کے دن کو مصنوعی طریقوں سے آگے پیچھے کر لینے کو گوارا نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قرآن کی رو سے یہ ناجائز ہے۔

(iv) کسی معینہ عیسوی تاریخ کو دن معلوم کرنے کا جو طریقہ رائج ہے اس میں مزید الجھن

پیدا ہو جائے گی۔ لہذا ہمارے خیال کے مطابق اس کیلنڈر کو عام قبولیت حاصل نہ

ہو سکے گی۔

## سن عیسوی کی کسی معینہ تاریخ کو دن معلوم کرنے کی طریقہ

عیسوی تقویم کے مبادیات کے ایام، اور سال کے آغاز کا مہینہ جو مقرر کئے گئے ہیں وہ

یہ ہیں :-

جون	مئی	اپریل	مارچ	فروری	جنوری
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۲۸	۳۱
دسمبر	نومبر	اکتوبر	ستمبر	اگست	جولائی
۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۱

(۲) ہر سال جو ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ لیپ کا سال کہلائے گا۔ اس سال ماہ فروری کے ۲۸ کے بجائے ۲۹ دن ہوں گے اور یہ سال ۳۶۵ دن کی بجائے ۳۶۶ دن کا شمار ہوگا۔ مثلاً ۱۳۵۲ء یا ۳۶۶ء دن کے ہوں گے۔

(۳) ہر وہ صدی جس کا ہندسہ ۴ پر تقسیم نہیں ہوتا عام صدی کہلائے گی اور اس کے دن عام سال کی طرح ۳۶۵ دن ہوں گے، مثلاً ۱۳۰۰ یا ۱۸۰۰ میں ۱۳ اور ۱۸ کے ہندسے چونکہ ۴ پر تقسیم نہیں ہوتے لہذا یہ سال ۳۶۵ دن کے ہوں گے۔

(۴) جس صدی کا ہندسہ ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ لیپ کی صدی ہوگی۔ مثلاً ۸۰۰ء یا ۱۲۰۰ء ایسی صدی کے دن ۳۶۶ ہوں گے۔

اس طریقہ کار سے :

$$۳۶۵ = \text{(الف) ایک سال کے دن}$$

$$۱۳۶۱ = ۱ + (۴ \times ۳۶۵) = \text{(ب) ۴ سال کے دن}$$

$$۳۶۵۲۴ = ۱ - (۲۵ \times ۱۳۶۱) = \text{(ج) ۱۰۰ سال کے دن}$$

$$۱۳۶۰۹۷ = ۱ + (۴ \times ۳۶۵۲۴) = \text{(د) ۴۰۰ سال کے دن}$$

### دن معلوم کرنے کا طریقہ

موجودہ عیسوی کیلنڈر میں بنتے کا پہلا دن سوموار اور آخری دن اتوار قرار دیا گیا ہے۔ نیز

یہ کہ یکم جنوری سلسلہ کو سوموار کا دن تھا۔ گویا یکم جنوری سلسلہ جفتے کا پہلا دن تھا۔ لہذا ہم کسی مہینہ تاریخ کو دن معلوم کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات اختیار کریں گے۔

(۱) ہر چار سو سال کے دن ۱۴۶۰۹۷ ہوتے ہیں اور یہ عدد ۷ پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور ۲۰۸۷۱ مکمل ہفتے بن جاتے ہیں، گویا ہر ۲۰۰ سال کا آخری دن اتوار ہوگا اور ۲۰۰ سال کے لئے صفر کا ہندسہ لیں گے۔

(۲) ہر عام صدی کے ۳۶۵۲۴ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۲۱۷ ہفتے بنتے ہیں اور ۵ دن پنج جاتے ہیں۔ لہذا ہر عام صدی کے لئے ہم ۵ کا ہندسہ لیں گے۔  
(۳) ہر عام سال کے ۳۶۵ دن ہوتے ہیں۔ ۷ پر تقسیم کرنے سے ۵۲ ہفتے بنتے ہیں۔ اور ایک دن بچتا ہے۔ لہذا ہر سال کے لئے ایک کا ہندسہ لیا جائے گا اور ہر لیپ کے سال کے لئے ایک کا ہندسہ مزید جمع کیا جائے گا۔

(۴) اس کے بعد رواں سال کے گزشتہ مہینوں کے دنوں کا شمار اس طریق سے ہوگا۔ جنوری کے لئے ۳ دن (۳۱ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی بچتا ہے)، فروری عام سال ۲۰، لیپ کا سال ۱ دن، مارچ ۳ دن، اپریل ۲ دن، علی ہذا القیاس مطلوبہ دن تک شمار کیا جائے گا۔

(۵) بعد ازاں ان سب مدات سے بچے ہوئے دنوں کو جمع کر کے پھر ۷ پر تقسیم کیا جائے۔ اگر ایک بچے تو سوموار، ۲ بچیں تو منگل، علی ہذا القیاس اگر ۳ بچے تو اتوار کا دن ہوگا۔ اب مندرجہ بالا طریق کی رو سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

مثال ۱ :- ۱۶ فروری ۱۳۸۲ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (۱) یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہر ۲۰۰ سال کے لئے ۰ دن شمار ہوگا۔

لہذا ۱۲۰۰ سال کے لئے = ۰ دن

(۲) اب صرف ایک صدی (تیرھویں) باقی رہتی ہے۔ اور

ہر عام صدی کے لئے ۵ دن شمار کرنے ہیں۔ ۱۰۰ سال کے لئے = ۵ دن

(۳) ۸۱ گزشتہ سالوں کے لئے

ایک دن فی سال کے حساب سے = ۸۱ دن

اور درمیانی لیپ کے سال کے حساب سے = ۲۰ کل ۱۰۱ دن



کل دن = ۱۲ دن

(۷) یا ۵ دن باقی - لہذا مطلوبہ تاریخ کو جمعہ کا دن ہوگا۔

نوٹ :- شمسی تقویم میں ۲۸ سال کا دورِ صغیر شمار کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ۲۸ سال بعد پہلے سے دن آجاتے ہیں۔ مثلاً یکم مارچ ۶۱۲ کو اگر اتوار ہے تو یکم مارچ ۶۴۰، ۶۶۸، ۶۹۶ کو بھی اتوار ہی ہوگا اور تمام مہینوں کی تاریخوں کے وہی دن آئیں گے جو پہلے آئے تھے۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہرانا شروع کر دیتی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ ایک صدی کے اندر اندر ہی چل سکتا ہے، کیونکہ صدی کے بعد پھر ایک دن کم ہو جاتا ہے۔ لہذا اس دورِ صغیر کی تعیین نہ تو کسی معینہ عیسوی تاریخ کا دن نکالنے میں مدد ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی جبری تقویم کو عیسوی یا عیسوی کو جبری کے مطابق کرنے میں کام آسکتی ہے۔ دن معلوم کرنے کے لیے اگر اسے استعمال کریں تو یہ طریق ایک درجہ اور لمبا ہو جاتا ہے۔ لہذا اس طریق کار کو عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

## ۲۔ بذریعہ دائمی عیسوی کیلنڈر

سامنے کا نقشہ دراصل سابقہ طریقہ کی ہی مختصر ترین صورت ہے۔

اس نقشہ کی مدد سے کسی بھی عیسوی تاریخ کا دن معلوم کیا جاسکتا ہے جس کے اقدامات درج ذیل ہیں :-

- (i) سب سے پہلے صدیوں کے اوپر کا موٹا ہندسہ لیجئے۔
  - (ii) پھر سالِ رواں پھوڑ کر باقی ہندسہ سالوں کے نقشہ میں دیکھ کر اس کے دائیں طرف کا موٹا ہندسہ لے لیجئے۔
  - (iii) پھر ماہِ رواں کو پھوڑ کر مہینوں کے نیچے کھلے ہوئے ہندسوں کو جمع کر لیجئے۔ اگر سالِ رواں لیپ کا سال ہے تو ذوری کا ایک لیا جائے گا ورنہ کچھ نہیں۔
  - (iv) اب (i) اور (ii) اور (iii) کو جمع کر کے اس میں معینہ تاریخ بھی جمع کر دیجئے۔
  - (v) حاصل جمع کو ۷ پر تقسیم کیجئے۔ اگر ایک بچہ تو سو موار، دو بچے تو منگل علیٰ ہذا القیاس اگر صفر بچے تو اتوار کا دن ہوگا۔
- اب ہم اس طریقہ سے پہلی ہی تین مثالوں کو حل کریں گے تاکہ ساتھ کے ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔

۵	۴	۳	۲	۱	صدیق
۱	۲	۳	۴	۵	
۶	۷	۸	۹	۱۰	
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	
۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	سال
۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	
۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	
۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	
۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	
۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	
۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	
۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	
۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	
۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	
۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	
۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	
۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	
۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	
۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	
۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰	
۱۰۱	۱۰۲	۱۰۳	۱۰۴	۱۰۵	
۱۰۶	۱۰۷	۱۰۸	۱۰۹	۱۱۰	
۱۱۱	۱۱۲	۱۱۳	۱۱۴	۱۱۵	
۱۱۶	۱۱۷	۱۱۸	۱۱۹	۱۲۰	
۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۴	۱۲۵	
۱۲۶	۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	
۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	
۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	
۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	
۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	
۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	
۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	
۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	
۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	
۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	
۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	
۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	
۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	
۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	
۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	
۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	
۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	
۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	
۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	
۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	
۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	
۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	
۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	
۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	
۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	
۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	
۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	
۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	
۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	
۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	
۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	
۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	
۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	
۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	
۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	

مثال ۱ :- ۱۶ فروری ۱۳۸۲ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۱۳ (صدیوں) کے اوپر موٹا بندہ

(ii) ۸۱ (سال) کے دائیں طرف موٹا بندہ

(iii) جنوری کے نیچے کا بندہ

(iv)  $5 + 3 + 3 + 14$  (معیضہ تاریخ)

(v) ۲۷ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے ۶ پچھتے ہیں لہذا

معیضہ دن = ہفتہ جو اب درست ہے۔

مثال ۲ :- ۲۳ ستمبر ۱۹۷۶ء کو کون سا دن تھا؟

حل :- (i) ۱۹ کے اوپر کا موٹا بندہ

(ii) ۷۵ کے دائیں طرف کا موٹا بندہ

(iii) اگست تک ہینوں کے نیچے کے بندوں کی گنتی

جنوری فروری مارچ اپریل مئی جون جولائی اگست

۳ ۳ ۲ ۳ ۲ ۳ ۱ ۳

(iv)  $1 + 2 + 20 + 23$

(v) ۴ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے باقی ۳

سووار سے شروع کرنے سے مطلوبہ دن = جمعرات

جواب درست ہے۔

مثال ۳ :- ۲۳ اپریل ۲۱۷۵ء کو کون سا دن ہوگا؟

(i) ۲۱ کے اوپر

(ii) ۷۷ کے دائیں طرف

(iii) مارچ تک گنتی =  $3 + 0 + 3$

(iv)  $5 + 5 + 4 + 22$

(v) ۲۰ کو ۷ پر تقسیم کرنے سے باقی ۵

لہذا مطلوبہ دن = جمعہ جو اب درست ہے۔



# بحری اور عیسوی سنین میں مطابقت کے طریقے

آج کل دُنیا کے بیشتر ممالک میں عیسوی تقویم ہی رائج ہے۔ لیکن اسلامی تاریخ میں عموماً ہجری سنین اور تاریخیں ہی ملتی ہیں۔ کسی تحقیقی کام کے لئے مصنف یا مورخ کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی ہجری تاریخ کے مطابق عیسوی تاریخ کا اور عیسوی تاریخ کے سامنے ہجری تاریخ کا صحیح تعین کر سکے۔ اس غرض کے لئے اگرچہ بازار میں کچھ تقابلی تقاویم بھی دست یاب ہیں۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسے طریقے معلوم کر سکیں جن سے ہجری اور عیسوی سنین اور ان کی تاریخوں کو مطابق کیا جاسکے۔ پچھلے ابواب میں ہم ہجری اور عیسوی تقویم کے متعلق ابتدائی معلومات درج کر چکے ہیں۔ اب ہم ان سنین میں مطابقت کے طریقے درج کرتے ہیں۔

## ۱۔ دنوں کی گنتی کے طریقے سے

یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ :

(۱) شمسی ایک سال	=	۳۶۵ دن
اور ۴ سال	=	۱۴۶۱ دن
اور ۱۰۰ سال	=	۳۶۵۲۴ دن
اور ۴۰۰ سال	=	۱۴۶۰۹۶ دن کے ہوتے ہیں۔

گویا شمسی سالوں میں ۴۰۰ سال تک لیپ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے

(۲) اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ

قرری ایک سال عام	=	۳۵۴ دن
اور ۳۰ سال	=	۱۰۶۳۱ دن کے ہوتے ہیں۔

نیز ۳۰ سالوں میں سال نمبر ۲، ۵، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۶، ۲۹ لیپ کے ہوتے ہیں گویا قری سالوں میں لیپ کا سلسلہ ۳۰ سال میں ختم ہو جاتا ہے۔  
 (۳) سنین کی تبدیلی کے سلسلے میں تیسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ مکرم الحرم سلسلہ کو ۱۶ جولائی ۶۲۲ء تھا۔ اب اگر ۱۶ جولائی ۶۲۲ء تک مندرجہ بالا طریق سے دنوں کا شمار کیا جائے تو ۲۲۷۰۱۱ دن حاصل ہوتے ہیں۔

۱۳۶۰۹۷ =	پہلے ۳۰۰ سال کے دن
(۲ × ۳۶۵۲۲) ۷۳۰۴۸ =	اگلے ۲۰۰ سال کے دن
لیپ ۵ + (۲۱ × ۳۶۵) ۷۷۷۰ =	اگلے ۲۱ سال کے دن
۱۹۳ =	۱۵ جولائی تک دن
—————	
۲۲۷۰۱۱ =	کل

لیکن قاضی سلیمان صاحب منصور پوری، صاحب ”رحمۃ للعالمین“ نے جلد دوم میں پوری تحقیق کے بعد یہ دن ۲۲۷۰۱۳ شمار کیے ہیں اور دور جدید کے حساب سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جس کی تفصیل ہم تیسرے حصہ میں درج کر رہے ہیں۔

### (الف) ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کرنا

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں کسی ہجری تاریخ کو عیسوی میں بدلنے کے لئے درج ذیل اقدامات کیجئے۔

طریقہ :- (۱) رواں سال کو چھوڑ کر باقی سالوں کو ۳۰ پر تقسیم کر کے کل دورِ صغیر اور باقی سال معلوم کیجئے۔

(ii) دورِ صغیر کی تعداد کو ۱۰۶۳۱ سے ضرب دے کر دن معلوم کیجئے۔

(iii) باقی سالوں کو ۳۵۴ سے ضرب دے کر ان میں لیپ کے دنوں کا اضافہ کر لیجئے۔

(iv) اب رواں سال کے محرم سے معینہ تاریخ تک دن شمار کر لیجئے۔

(v) (ii)، (iii) اور (iv) سب کو جمع کر لیجئے۔ یہ ہجری کل دن ہیں۔

(vi) اب ان میں ۲۲۷۰۱۳ دن جمع کر لیجئے تو یہ عیسوی دن بن جائیں گے۔

(vii) اس کل میزان کو ۳۶۵ پر تقسیم کیجئے اور حاصل قسمت کے لیپ کے سال معلوم کیجئے جو کہ ہر ۳۰۰ سال میں ۹۷ دن ہوتے ہیں اور ایک صدی میں ۲۴ - بعد میں ہر چوتھا سال لیپ کا۔

(viii) یہ لیپ کے دن باقی میں سے تفریق کر دیجئے کیونکہ یہ دن بھی حاصل قسمت والے سالوں میں شمار ہو چکے ہیں۔

(ix) اب جو باقی بچے یہ رواں سال کے دن ہیں۔ انہیں جنوری سے شمار کر کے مطلوبہ تاریخ معلوم کریجئے۔ حاصل قسمت والے سال آپ پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔ اس سے اگلا سال ہی مطلوبہ سنبہ ہوگا۔

اب ہم چند مثالوں کے ذریعے اس طریق سے سوال حل کرتے ہیں۔

مثال ۷ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ کو کون سی عیسوی تاریخ تھی ؟

حل :- (i)  $1081 \div 30 = 36 \times 30 + 1$  یعنی ۳۶ دورِ صغیر۔ باقی ایک سال۔

(ii) ۳۶ دورِ صغیر یا ۱۰۸۰ سالوں کے دن  $= 36 \times 10431 = 382416$  دن

(iii) ایک سال کے دن  $= 354$

(iv) رواں سال کے دن

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - جمادی الاول - جمادی الآخر

۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۲

۱۷۰ =

(v) کل ہجری دن  $= 382416$

(vi) کل عیسوی دن  $= 382416 + 170 = 382586$

(vii) شمسی سالوں میں تبدیل کرنے کے لئے دنوں کے سال بنائیے :

سال (۱۷۷۱) ۳۶۵ ) ۳۸۲۵۸۶

۳۶۵

۳۲۵۲

۲۱۹۰

۲۶۲۵

۲۵۵۵

۳۳۹ دن باقی

۳۶۵

(iii) ۱۴۷۱ سالوں میں لیپ کے دن :

$$۱۴۰۰ سالوں میں = ۹۷ \times ۴ = ۳۸۸ \text{ اور } ۷۱ سالوں میں ۱۷ = \text{کل } ۴۰۵ \text{ دن}$$

یا ایک سال ۴۰ دن تفریق کرنے سے باقی ۱۴۷۰ سال ۲۹۹ دن

(ix) اور ۲۹۹ دن =

جنوری ، فروری ، مارچ ، اپریل ، مئی ، جون ، جولائی ، اگست ، ستمبر ، اکتوبر

$$۳۱ + ۲۸ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۱ + ۲۴$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۴ اکتوبر ۱۴۷۱ جواب

مثال ۷ : یکم رجب ۱۳۴۶ کو کون سی عیسوی تاریخ تھی ؟

حل :- (i)  $۱۳۴۵ = (۴۴ \times ۳۰) + ۲۵$  (یعنی ۴۴ دورِ صغیر حاصل ہوئے)

$$(ii) ۱۳۲۰ قمری سالوں کے دن = ۴۴ \times ۱۰۴۳۱ = ۴۶۷۷۴۴$$

$$(iii) ۲۵ سال کے دن = ۲۵ \times ۳۵۴ = ۸۸۵۰$$

$$۹ + \text{دن لیپ کے جو } ۲۵ \text{ سال میں آئے} = ۸۸۵۹$$

(iv) یکم رجب تک دن =

$$۱۷۸ = \begin{cases} \text{محرم - صفر - ربيع الاول - ربيع الثاني} \\ ۳۰ \quad ۲۹ \quad ۳۰ \quad ۲۹ \\ \text{جمادی الاول - جمادی الثاني - رجب} \\ ۳۰ \quad ۲۹ \quad ۱ \end{cases}$$

$$(v) \text{ کل ہجری دن} = ۴۷۷۸۰۱$$

$$(vi) \text{ کل عیسوی دن} = ۴۷۷۸۰۱ + ۲۲۷۰۱۴ = ۷۰۴۵۱۵$$

(vii) شمسی سالوں میں تبدیل کرنے کے لئے ۳۶۵ پر تقسیم کیجئے۔

$$\begin{array}{r} ۳۶۵ \overline{) ۷۰۴۵۱۵} \quad (۱۹۲۸ \\ \underline{۳۶۵} \\ ۳۳۸۸ \\ \underline{۳۲۸۵} \\ ۱۰۳۱ \\ \underline{۷۳۰} \\ ۳۰۱۵ \\ \underline{۲۹۲۰} \\ ۹۵ \end{array}$$

$$\text{دن} \quad \text{سال}$$

$$95 = 1928 -$$

(viii) لیپ کے دن ۱۶۰۰ سال میں  $94 \times 3 = 282$

لیپ کے دن ۳۰۰ سال میں  $22 \times 3 = 66$

لیپ کے دن ۲۷ سال میں  $4 =$

کیونکہ ۲۸ واں سال رواں سال ہے جس میں کمی ہو جائے گی۔

۴۶۶ دن یا ایک سال ۱۰۱ دن کم کرنا ہیں۔

$$1928 - 95$$

$$1 - 101$$

$$1924 \quad 359$$

(ix) دن = جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون

۳۰ ۳۱ ۳۰ ۳۱ ۲۸ ۳۱

جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر

۲۵ ۳۰ ۳۱ ۳۰ ۳۱ ۳۱

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب

(ب) عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی

کسی عیسوی تاریخ کو ہجری میں بدلنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کیجئے۔ یہ اقدامات پہلے سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔

طریقہ :- (i) ہر ۱۰۰ سال کے لئے ۱۳۶۰۹۷ سے ضرب دیجئے یعنی لیپ کی صدیوں کے دن معلوم کیجئے۔

(ii) عام صدیوں کو ۴۵۲۴ سے ضرب دیجئے۔

(iii) عام سالوں کو ۳۶۵ سے ضرب دیجئے اور ان میں لیپ کے دنوں کا اضافہ کر لیجئے۔

(iv) اب رواں سال کے دن جنوری سے معینہ تاریخ تک شمار کر لیجئے۔

(۷) مندرجہ بالا چاروں اقدامات سے حاصل شدہ اعداد کو جمع کر لیجئے۔ یہ کل عیسوی دن ہیں۔  
 (۷i) اب ان دنوں سے ۲۲۷۰۱۴ دن تفریق کر دیجئے تو یہ ہجری دن رہ جائیں گے جن کی تاریخ مطلوب ہے۔

(۷ii) حاصل تفریق کو ۳۵۴ سے تقسیم کر کے باقی نکال لیجئے۔

(۷iii) حاصل قیمت کے لیپ کے سال اس طرح بنائیں۔ حاصل قیمت کو ۳۰ پر تقسیم کر کے دو صغیر بنائیں اور ہر دو صغیر کے لئے ۱۱ دن لے لیں اور باقی سالوں کے حسب قاعدہ لیپ کے دن گن لیں۔ یہ کل دن باقی دنوں سے نکال دیں۔

(ix) اب جو باقی بچے اسے یکم محرم سے شمار کر کے مطلوبہ تاریخ معلوم کر لیجئے۔ سال پہلے معلوم ہو چکے ہیں۔ یہی مطلوبہ تاریخ ہے۔

اب ہم مندرجہ بالا دونوں مثالوں کے جوابات کو ہجری تاریخ میں تبدیل کریں گے تاکہ اس طریقے کے تمام پہلو خوب ذہن نشین ہو جائیں اور ساتھ ہی ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔ پھر اس کے بعد دوسری مثالیں حل کریں گے۔

مثال ۷۔ :- ۲۴ اکتوبر ۱۶۷۱ کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

$$\text{حل :- (i) } ۱۶۰۰ \text{ سالوں کے دن} = ۴ \times ۱۴۰۰۹۷ = ۵۸۴۳۸۸ =$$

(ii) عام صدی کوئی نہیں۔

$$(iii) ۷۰ \text{ سالوں کے دن} = ۷۰ \times ۳۶۵ + ۱۷ \text{ لیپ کے دن} = ۲۵۵۶۷ =$$

$$(iv) \text{ رواں سال } ۲۴ \text{ اکتوبر تک} = ۲۹۹ =$$

$$(v) \text{ کل عیسوی دن} = ۶۱۰۲۵۴ =$$

$$۲۲۷۰۱۴$$

$$(vi) \text{ کل ہجری دن } ۶۱۲۵۴ - ۲۲۷۰۱۴ = ۳۸۵۵۳۰ =$$

(vii) ہجری سالوں میں تبدیل کرنے کے لئے

$$۳۵۴ \overline{) ۳۸۵۵۳۰} \cdot (۱۰۸۲$$

$$۳۵۴$$

$$۲۹۲۴$$

$$۲۸۳۲$$

$$\begin{array}{r} \text{سال} \quad \text{دن} \\ ۱۰۸۲ - ۲۱۲ = \frac{۹۲۰}{۲۱۲} \\ \quad \quad \quad ۷۰۸ \end{array}$$

(viii) یسپ کے دن ہر دورِ صغیر کے لئے ۱۱ دن

دن سال  
۲۱۲ ۱۰۸۲

$$۲ + ۲۰ \times ۳۴ = ۱۰۸۲$$

$$۱ - ۳۲ = \text{ایک سال } ۳۲ \text{ دن} = ۳۹۴ = ۱۱ \times ۳۴ = ۳۷۴$$

(باقی ۲ سال میں کوئی یسپ نہیں آئے گا کیونکہ

$$۱۰۸۱ - ۱۰۸۰ = \text{باقی دوسرا سال رواں ہے}$$

$$= ۱۰۸۰ \text{ دن (ix)}$$

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاول - جمادی الثانی

$$۲۲ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

لہذا مطلوبہ تاریخ ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ ہونگی جو اب جو کہ درست ہے۔

مثال ۲ :- ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

$$۵۸۲۳۸۸ = ۴ \times ۱۴۶۰۹۷ = \text{(i) } ۱۴۰۰ \text{ سال کے دن}$$

$$۱۰۹۵۷۲ = ۳ \times ۳۶۵۲۴ = \text{(ii) } ۳۰۰ \text{ سال کے دن}$$

$$۹۴۹۴ = \text{(iii) } ۲۴ \text{ سال (} ۲۴ \times ۳۶۵ + ۴ \text{ یسپ) =}$$

$$۳۵۹ = \text{(iv) } ۲۵ \text{ دسمبر تک رواں سال کے دن}$$

$$۷۰۳۸۱۵ = \text{(v) کل عیسوی دن}$$

$$۲۲۷۰۱۴ =$$

$$۴۷۸۰۱ = \text{(vi) کل ہجری دن یا باقی دن}$$

$$\text{(vii) } ۴۷۸۰۱ - ۲۲۷۰۱۴ = \text{دونوں کے قری سال}$$

$$۳۵۴ \overline{) ۴۷۸۰۱} (۱۰۳۴$$

$$۳۵۴$$

$$\underline{۱۲۲۸}$$

$$۱۰۶۲$$

$$\underline{۱۴۶۰}$$

$$\underline{۱۴۱۴}$$

$$۲۴۳۱$$

$$\underline{۲۱۲۳}$$

$$۳۱۷$$

سال  
۱۰۳۴

دن  
۳۱۷ =

$$(viii) \text{ لیپ کے دن } ۲۶ + ۴۴ \times ۳۰ = ۱۳۴۶$$

$$۴۴ \text{ دورِ صغیر میں } ۱۱ \times ۴۴ = ۴۸۴ \text{ دن}$$

$$۲۵ \text{ سال میں } ۹ = \text{ دن}$$

$$\text{کل دن } ۴۹۳ = \text{یا ایک سال } ۱۳۹ \text{ دن}$$

$$۱۳۴۶ - ۱۳۷$$

$$۱ - ۱۳۹$$

$$\text{بقیادت } = ۱۷۸ - ۱۳۴۵ \text{ سال}$$

$$(ix) \text{ دن } ۱۷۸ =$$

محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاول - جمادی الثانی - رجب

$$۱ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = یکم رجب ۱۳۴۵ھ جواب جو کہ درست ہے۔

اب نئی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

مثال ۳۔ ۲۰ مئی ۱۷۷۶ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی؟

$$(i) ۱۷۰۰ \text{ سال کے دن } = ۴ \times ۱۴۶۰۹۷ = ۵۸۴۳۸۸$$

$$(ii) ۱۰۰ \text{ سال کے دن } = ۳۶۵۲۴$$

$$(iii) ۷۵ \text{ سال } = (۱۸ + ۷۵ \times ۳۶۵) = ۲۷۳۹۳$$

$$(iv) ۲۰ \text{ مئی تک رواں سال کے دن}$$

$$۱۴۱ = ۲۰ + ۳۰ + ۳۱ + ۲۹ + ۳۱$$

$$۴۴۸۴۴۶ = \text{کل عیسوی دن} \quad (v)$$

$$۲۲۷۰۱۴$$

$$۴۲۱۴۳۲ = (vi) \text{ کل قابل تبدیلی ہجری دن یا باقی دن}$$

$$۳۵۴) ۴۲۱۴۳۲ ( ۱۱۹۰ = (vii) ۴۲۱۴۳۲ \text{ دنوں کے قری سال}$$

$$۳۵۴$$

$$۴۷۴$$

$$۳۵۴$$

$$۳۲۰۴$$

$$۳۱۸۶$$

$$۱۷۲$$



$$(ii) 19 + (39 \times 20) = 1189 \text{ سال}$$

$$39 \text{ دورِ صغیر میں لیپ کے دن} = 11 \times 39 = 429$$

$$19 \text{ سال میں لیپ کے دن} = 4 =$$

$$\text{کل دن} = 429 + 4 = 433 \text{ یا ایک سال } 82 \text{ دن}$$

$$\begin{array}{r} \text{سال} \\ 1190 \end{array} - \begin{array}{r} \text{دن} \\ 142 \end{array} =$$

$$1 - 82 =$$

$$1189 - 90 = \text{باقی دن}$$

$$(ix) 90 \text{ دن} = \text{محرم} - \text{صفر} - \text{ربیع الاول} - \text{ربیع الثانی}$$

$$1 + 30 + 29 + 30$$

$$\text{لہذا مطلوبہ تاریخ} = \text{یکم ربیع الثانی } 1190 \text{ ہجری}$$

مثال ۷ :- ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی؟

$$(i) 1400 \text{ سال کے دن} = 582388 \text{ دن}$$

$$(ii) 300 \text{ سال کے دن} = 3 \times 34523 = 103569$$

$$(iii) 48 \text{ سال کے دن} = (19 \text{ لیپ} + 29 \times 48) = 28289$$

$$(iv) 10 \text{ فروری تک} = 10 + 31 = 41$$

$$(v) \text{کل عیسوی دن} = 28289 + 41 = 28330$$

$$224012$$

$$(vi) \text{کل ہجری دن} = 224012 - 28330 = 195682$$

$$(vii) 195682 \text{ دنوں کے قریب سال} = 1399 \text{ (} 1399 \times 354 = 495246 \text{)}$$

$$\begin{array}{r} 354 \\ 1399 \\ \hline 495246 \\ 1399 \\ \hline 496645 \\ 1042 \\ \hline 497687 \\ 354 \\ \hline 498041 \\ 3184 \\ \hline 498359 \\ 230 \\ \hline 498589 \end{array}$$

$$(viii) 1399 \text{ لیپ کے دن} = 1399 + (30 \times 34) =$$



مثال ۷ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

حل :- (i) ہجری دن ۱۰۵۰ سال کے دن = ۳۷۲۰۸۵ =

۱۰۶۳۱ = " " ۳۰

۳۵۴ = " " ۱

۱۷۰ = ۲۲ جمادی الثانی تک دن

۳۸۳۲۴۰ = کل ہجری دن

۲۲۷۰۱۴ = (ii) جمع دن سابقہ

۶۱۰۲۵۴ = کل عیسوی دن

۵۸۴۳۸۸ = (iii) ۱۴۰۰ سالوں کے دن

۲۵۸۶۶ = باقی دن

۲۴۸۳۷ = ۶۸ سالوں کے دن

۱۰۲۹ = باقی

۷۳۰ = ۲ سالوں کے دن

۲۹۹ = باقی

(iv) یکم جنوری ۱۹۷۱ء سے ۲۹۹ دن شمار کرنے کے بعد جواب = ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء

مثال ۸ :- یکم رجب ۱۳۲۶ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

حل :- (i) ہجری دن ۱۲۶۰ سال = ۴۴۶۵۰۲ =

۲۱۲۶۲ = ۶۰ سال

۸۸۵۹ = ۲۵

۱۷۸ = یکم رجب تک

۴۷۶۸۰۱ = کل ہجری دن

۲۲۷۰۱۴ = جمع دن سابقہ

۷۰۳۸۱۵ = کل عیسوی دن

۵۸۴۳۸۸ = ۱۴۰۰ سال کے دن

۱۱۹۴۲۷ = باقی دن

۱۱۹۴۲۷ =	باقی دن
۱۰۹۵۷۲ =	۳۰۰ سالوں کے دن
۹۹۸۵۵ =	باقی دن
۸۷۶۶ =	۲۴ کے دن
۱۰۸۹ =	باقی دن
۷۳۰ =	۲ کے دن
۳۵۹ =	باقی دن

یکم جنوری ۱۹۲۷ء ۳۵۹ دن پورے کرنے پر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب  
مثال ۳ :- ۲۰ مئی ۱۷۷۶ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

۵۸۴۳۸۸ =	حل :- (ا) عیسوی دن ۱۷۰۰ سال
۳۶۵۲۲ =	۱۰۰
۲۶۲۹۸ =	۷۲
۱۰۹۵ =	۳
۱۴۱ =	۲۰ مئی تک

۶۴۸۴۲۶ =	کل عیسوی دن
۲۲۷۰۱۴ =	منفی دن
۴۲۱۴۳۲ =	ہجری دن
۳۷۲۰۸۵ =	۱۰۵۰ سال ہجری کے دن
۴۹۳۴۷ =	باقی دن
۴۲۵۲۴ =	۱۲۰ ہجری کے دن
۶۸۲۳ =	باقی
۶۷۳۳ =	۱۹ ہجری کے دن
۹۰ =	باقی

یکم محرم ۱۱۹۰ھ سے ۹۰ دن پورے کرنے سے جواب = یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ۔

## ۳۔ بذریعہ ضربی عمل

اس طریقہ سے صرف ہجری تاریخ کو عیسوی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ عیسوی کو ہجری میں نہیں بدلا جاسکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس طریقہ میں پہلے کسی بھی ہجری سنہ کا غرہ (یعنی یکم محرم) کو عیسوی تاریخ کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ بعد میں اگلی تاریخوں کا حساب کیا جاسکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ ضربی عمل طویل ضربوں اور کسور اعشاریہ پر منحصر ہے۔ لہذا اگر کمپیوٹر سے ضرب کا عمل کر لیا جائے تو غلطی کا امکان بہت کم ہو جائے گا۔ اگر ضربوں میں غلطی نہ ہو تو یہ قاعدہ بہت حد تک درست ثابت ہوا ہے۔ اس طریق کے اقدامات درج ذیل ہیں :-

- (i) جس قمری سال کا آغاز معلوم کرنا ہو اسے ۹۷۰۲۲۴ سے ضرب دیجیئے۔
- (ii) حاصل ضرب میں دائیں جانب سے شمار کہہ کے چھٹے ہندسہ کے بعد اعشاریہ کا نشان لگائیجئے۔
- (iii) حاصل ضرب میں ۵۷۷۴۔۵۷۱ (یکم جنوری ۱۸۷۱ء سے یکم محرم ۱۳۹۰ھ کی مدت) جمع کر دیں تو حاصل جمع میں صبح عدد عیسوی سال ہوگا۔
- (iv) اب تقریباً ۳۴۵ سے ضرب دیں۔ حاصل ضرب کا صحیح عدد و تعداد ایام سالِ رواں ہیں۔ تو یہ یکم محرم کی تاریخ ہوگی۔
- (v) اب ہجری سالِ رواں کے دن (ایک دن کم کر کے غرہ) اس جواب میں شامل کر کے مطلوبہ عیسوی تاریخ حاصل کیجئے۔

اب ہم اس طریقہ سے سابقہ تین مثالوں کو ہی حل کریں گے۔ تاکہ پڑتال بھی ہو سکے۔  
مثال ۱ :- ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

$$\text{حل :- (i) معلوم کرنے کے لئے } 970224 \times 1082 = 1049482348$$

$$\text{(ii اور iii) } \frac{4210574}{1000000} =$$

$$\frac{1461}{1000000} = 1461.35948$$

$$131315320 = 345 \times 35948 \text{ (iv)}$$

$$(v) 131 + 21 \text{ جمادی الثانی تک دن } = 149 + 131 = 280 \text{ دن}$$

یکم جنوری سے شروع کرنے سے جواب = ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء۔  
(اس جواب میں ایک دن کا فرق ہے)

مثال ۲ :- یکم رجب ۱۳۴۴ھ کو کونسی عیسوی تاریخ ہوگی ؟

$$۱۳۰۵ \cdot ۹۲۱۵ \cdot ۴ = ۹۷۰۲۲۴ \times ۱۳۴۴ \quad (i)$$

$$۴۲۱ \cdot ۵۷۷۴ = \quad (ii \text{ اور } iii)$$

$$\frac{۱۹۲۷}{۱۹۲۷} \quad ۱۹۲۷ \cdot ۴۹۸۹ \cdot ۴ =$$

$$۱۸۲ \cdot ۰۹۹۹۴۰ = ۳۴۵ \times ۴۹۸۹ \cdot ۴ \quad (iv)$$

(۷) مطلوبہ تاریخ ۱۸۲ + آخر جمادی الثانی تک ۱۷۷۷ دن = ۳۵۹ دن

یکم جنوری ۱۹۲۷ء سے شروع کرنے سے = ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء جواب

مثال ۳ :- یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ کو کونسی عیسوی تاریخ تھی ؟

$$۱۱۵۴ \cdot ۴۴۴۵۴۰ = ۹۷۰۲۲۴ \times ۱۱۹۰ \quad (i)$$

$$۴۲۱ \cdot ۵۷۷۴$$

$$\frac{۱۷۷۷}{۱۷۷۷} \quad ۱۷۷۷ \cdot ۱۴۳۹۴۰ =$$

$$- ۵۲ \cdot ۵۴۵۴ = ۳۴۵ \times ۱۴۳۹۴۰ \quad (iv)$$

(۷) ۵۲ + آخر ربیع الاول تک دن = ۸۹ + ۵۲ = ۱۴۱

یکم جنوری ۱۷۷۷ء سے شروع کرنے سے جواب = ۲۰ مئی ۱۷۷۷ء

## ۴۔ سالوں اور دنوں کے فرق کے طریقے

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ شمسی سال حقیقتاً ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے۔ لیکن تقویم میں یہ سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۹ منٹ ۱۲ سیکنڈ شمار ہو رہا ہے (گویا ۲۴ سیکنڈ فی سال زائد شمار ہو رہا ہے)۔

اسی طرح قمری سال حقیقتاً ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۳۴ سیکنڈ ہے، لیکن تقویم میں یہ سال صرف ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے اور ۴۸ منٹ شمار ہوتا ہے (گویا ۳۴ سیکنڈ فی سال کم شمار ہو رہا ہے)۔

اسی طرح ان دونوں طرف کے سالوں میں ایک سال میں

یکنڈ منٹ گھنٹے دن

۳۶۵ — ۵ — ۴۹ — ۱۲

۳۵۴ — ۸ — ۴۸ — ۰

۱۲ — ۱ — ۲۱ — ۱۰ کا فرق پڑ جاتا ہے۔

بالفاظ دیگر ایک شمسی سال قمری سال سے ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ایک منٹ اور ۱۲ سیکنڈ زیادہ ہے۔

یہ فرق  $\frac{۱۰۵۱}{۱۲۰۰}$  دن یا  $\frac{۱۳۰۵۱}{۱۲۰۰}$  دن ہوتا ہے۔

گویا ۱۲۰۰ سال شمسی اور قمری میں ۱۳۰۵۱ دن کا فرق ہو جائے گا۔ اب تقادیم کی رو سے

یہ فرق یوں سمجھایا جاسکتا ہے :

۴۰۰ سال شمسی میں = ۱۴۶۰۹۷ دن ہوتے ہیں (لیپ کی آخری حد)

تو ۱۲۰۰ سال شمسی میں = ۳ × ۱۴۶۰۹۷ = ۴۳۸۲۹۱ دن ہوں گے۔

اور ۳۰ قمری سالوں میں = ۱۰۶۳۱ دن ہوتے ہیں (لیپ کی آخری حد)

تو ۱۲۰۰ قمری سالوں میں = ۴۰ × ۱۰۶۳۱ = ۴۲۵۲۰۰ دن ہوں گے۔

اور ان دونوں میں فرق = ۱۳۰۵۱ دن ہوگا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۲۰۰ سال شمسی میں اگر ۱۳۰۵۱ دن جمع کر دیئے جائیں

تو قمری سال حاصل ہوں گے اور ان ۱۳۰۵۱ دنوں کے سال قمری حساب سے بنا کر جمع کئے

جائیں گے جو ۳۴ سال ۲۹۴ دن بنتے ہیں، یا ۱۲۰۰ سال شمسی گزرنے پر قمری سال ۱۲۳۶

اور مزید ۲۹۴ دن گزر چکے ہوں گے۔

۳۶	
۳۵۴)	۱۳۰۵۱
	۱۰۶۲
	۲۳۳۱
	۲۱۲۳
	۳۰۷

گویا ۱۲۰۰ شمسی سال کے عرصے میں دن سال

۳۶ — ۲۹۴ = زائد قمری سال

۴۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

۱۸ — ۱۴۷ = زائد قمری سال

۴۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

۱۲ — ۹۸ = زائد قمری سال

لیپ ۱۱ = ۲ + ۱۳ دن

کمال پیکھے = ۲۹۴ دن

۲۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

$$4 - 39 =$$

زائد قمری سال

اور ۱۰۰ شمسی سال کے عرصے میں

$$3 - 23 \frac{1}{4} =$$

زائد قمری سال

آگے نکل جاتا ہے۔

لہذا پہلی صدی عیسوی کے لئے ۳ سال ۲۵ دن اور دوسری کے لئے ۳ سال ۲۳ دن پھر تیسری کے لئے ۳ سال ۲۵ دن اعلیٰ ہذا القیاس اضافہ کر کے نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔  
تقریم کے مشاہدے سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے، مثلاً:۔

(۱) ۹ جولائی ۶۲۲ کے پورے ۱۰۰ سال بعد ۹ جولائی ۷۲۲ سال — دن

کو ۲۵ محرم ۱۰۳ تھا۔ اضافہ = ۳ — ۲۵

(۲) ۹ جولائی ۶۲۲ کے پورے ۲۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۸۲۲

کو ۱۹ صفر ۲۰۷ تھا۔ مزید اضافہ = ۳ — ۲۳

(۳) ۹ جولائی ۶۲۲ کے پورے ۳۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۹۲۲

کو ۱۵ ربیع الاول ۳۱۰ تھا۔ اضافہ = ۳ — ۲۵

(۴) ۹ جولائی ۶۲۲ کے پورے ۴۰۰ سال بعد ۸ جولائی ۱۰۲۲

کو ۱۱ ربیع الثانی ۴۱۳ تھا۔ اضافہ = ۳ — ۲۳

+

مندرجہ بالا حساب سے دوسرا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ۱۲۰۰ قمری سالوں میں سے اگر ۱۳۰۵۱ دن نکال دیئے جائیں تو شمسی سال بن جائیں گے اور ان ۱۳۰۵۱ دنوں کے سال وغیرہ شمسی تقویم کے حساب سے بنائے جائیں گے۔ جو کہ ۳۵ سال ۲۶۸ دن بنتے ہیں۔ گویا ۱۲۰۰ قمری سالوں کے شمسی سال ۱۱۶۴ اور ۹۸ دن ہوں گے۔

سال	دن	گویا ۱۲۰۰ سال قمری کے لئے =
۳۵	۲۶۸	۳۵ — ۲۶۸ = " " " ۴۰۰
۱۳۰۵۰	۲۱۴	" " " ۴۰۰
۱۳۳۵۰	۲۳۳	" " " ۴۰۰
۱۳۰۵۰	۲۴۱	" " " ۳۰۰

۳۵	۱۳۰۵۱
۱۰۹۵	
۲۱۰۱	
۱۸۲۵	
۲۷۴	
۸	ریپے دن
۲۶۸	





(iii) اب اصل مدت (سال اور دن) ہجری میں سے معلوم کردہ کمی تفریق کر دیجئے۔ یہ شمسی مدت ہے۔

(iv) اب اس حاصل تفریق میں ۴۲۱ سال ۱۹۹ دن جمع کر دیجئے۔ یہ وہی سابقہ عیسوی مدت (سال اور دن) ہیں۔

(v) اب دنوں کا شمار یکم جنوری سے کر کے مطلوبہ تاریخ حاصل کر لیجئے۔

اب ہم اس طریقے سے سابقہ مثالوں کو حل کریں گے تاکہ ساتھ ساتھ پڑتال بھی ہو جائے۔

۵	سال	۱۴	۳۱۴	=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
۳۴۵	دن	۸	۳۳۱	=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	سال	۲	۳۵۸	=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	دن		۸۶۰ = (۱۰ × ۸۶)	=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	سال			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	دن			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	سال			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	دن			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	سال			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	دن			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	سال			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱
	دن			=	۳۰۰	۱۰۰	۸۰	۱

یا ۳۲ سال ۷۰ دن

(ii) روال سال کے دن

یکم محرم تا ۲۲ جمادی الثانی = ۱۷۰ دن

۱۰۸۱ - ۱۷۰ دن سال دن سال دن

۳۲ - ۷۰ (۳۲ - ۷۰) - (۱۰۸۱ - ۱۷۰) = شمسی مدت

۱۰۴۹ - ۱۰۰ دن سال دن سال دن

(iv) عیسوی مدت = دن سال دن سال دن سال

(۱۷۶۰ - ۲۹۹) + (۴۲۱ - ۱۹۹) + (۱۰۴۹ - ۱۰۰)

(v) ۲۹۹ دن = جنوری فروری مارچ اپریل مئی جون

۳۰ + ۳۱ + ۳۰ + ۳۱ + ۲۸ + ۳۱

جولائی اگست ستمبر اکتوبر

۲۴ + ۳۰ + ۳۱ + ۳۱

۲۴ اکتوبر ۱۷۷۱ء جواب = لہذا مطلوبہ تاریخ

مشال ۷ :- یکم رجب ۱۳۴۶ھ کو کونسی عیسوی تاریخ تھی ؟

حل :- (ا)

$$\begin{array}{r} 3 \\ 345 \overline{) 1113} \\ \underline{1095} \\ 18 \end{array}$$

دن کمی

$$35 - 244 = 1200 \text{ سالوں میں کمی}$$

$$2 - 354 = 100 \text{ سالوں میں کمی}$$

$$235 = (5 \times 47) = 200 \text{ سالوں میں}$$

$$54 = 5 \text{ سالوں میں}$$

$$1345 \text{ کل کمی} \quad 34 - 1113 \text{ یا } 20 \text{ سال } 18 \text{ دن}$$

$$148 = \text{یکم محرم سے یکم رجب تک دن}$$

$$1345 - 148 = \text{(ii) شمسی مدت}$$

کی منہا کیجئے

$$20 - 18$$

$$1305 - 140 =$$

$$421 - 199 = \text{(iv) عیسوی مدت سابقہ}$$

$$1924 - 259 = \text{کل عیسوی مدت}$$

$$(v) 259 \text{ دن} = \text{جنوری} - \text{فروری} - \text{مارچ} - \text{اپریل} - \text{مئی} - \text{جون}$$

$$31 + 28 + 31 + 30 + 31 + 30$$

جولائی - اگست - ستمبر - اکتوبر - نومبر - دسمبر

$$25 + 30 + 31 + 30 + 31 + 31$$

$$\text{لہذا مطلوبہ تاریخ} = 25 \text{ دسمبر } 1924 \text{ء جواب}$$

## (ب) عیسوی تاریخ کی ہجری تاریخ میں تبدیلی

کسی عیسوی تاریخ کو ہجری تاریخ میں بدلنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کرنا چاہئیں۔  
طریقہ :- (i) سال رواں کے دن بنا کر اصل مدت میں سے 421 سال 199 دن تفریق کر دیجئے۔

باقی مدت میں اضافہ معلوم کرنا ہے۔

(ii) حسب نقشہ قری سالوں کا اضافہ معلوم کیجئے۔

(iii) باقی مدت میں معلوم شدہ سالوں کا اضافہ کر دیجئے۔ یہ ہجری مدت ہے۔

(۱۷) حسب سابق باقی دنوں کو محرم سے شمار کر کے مطلوبہ تاریخ معلوم کیجئے۔

مثال ۷ :- ۲۰ مئی ۱۷۷۶ کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

حل :- (i) سال رواں کے دن یکم جنوری تا ۲۰ مئی ۱۷۷۶ (لیپ کا سال) = ۱۴۱

$$\left. \begin{array}{l} ۱۷۷۵ - ۱۴۱ = \\ ۱۹۹ - ۶۲۱ = \end{array} \right\} \text{باقی مدت یا شمسی مدت}$$

$$۱۱۵۳ - ۳۰۷ =$$

(ii) ۱۱۵۳ سالوں میں اضافہ کرنا ہے :

$$۱۸ - ۱۴۷ = ۴۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$۱۲ - ۹۸ = ۴۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$۳ - ۲۵ = ۱۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$۵۲۲ = (۴ \times ۸۷) \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$۵۴ = ۵ \text{ سالوں میں اضافہ}$$

$$۳۳ - ۸۴۶ = ۱۱۵۳ \text{ سالوں میں کل اضافہ}$$

$$\text{یا } ۳۵ \text{ سال } ۱۳۷$$

$$\left. \begin{array}{l} ۱۱۵۳ - ۳۰۷ \\ ۳۵ - ۱۳۷ = \end{array} \right\} \text{(iii) ہجری مدت (شمسی مدت)} \\ \text{میں اضافہ جمع کیجئے}$$

۱۱۸۸ - ۲۴۴ یا ۱۱۸۹ سال ۹۰ دن

(۱۷) ۹۰ دن محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی

$$۱ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = یکم ربیع الثانی ۱۱۹۰ ہجری

مثال ۸ :- ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو کون سی ہجری تاریخ تھی ؟

حل :- (i) ۱۳ اگست تک دن ۲۲۵ =

$$\left. \begin{array}{l} ۱۹۴۶ - ۲۲۵ \\ ۱۹۹ - ۶۲۱ = \end{array} \right\} \text{باقی مدت جس کے ہجری سال} \\ \text{بنائیں گے}$$

$$۱۳۲۵ - ۲۶ = \text{سال}$$

(ii) ۱۳۲۵ سالوں میں اضافے :-

$$۱۲۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ} = ۲۹۴ - ۳۶$$

$$۱۰۰ \text{ سالوں میں اضافہ} = ۲۵ - ۳$$

$$۲۴ \text{ سالوں میں اضافہ} (۳ \times ۸) = ۲۶۱$$

$$۱ \text{ سال میں اضافہ} = ۱۱$$

$$۱۳۲۵ \text{ سالوں میں کل اضافہ} = ۳۹ - ۵۹۱$$

یا ۴۰ سال ۲۳۷ دن

$$\left. \begin{array}{r} ۱۳۲۵ - ۲۶ \\ ۴۰ - ۲۳۷ \\ \hline ۱۳۶۵ - ۲۶۳ \end{array} \right\} = \text{(iii) جبری مدت}$$

(iv) ۲۶۳ دن = محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاول

$$۳۰ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹ + ۳۰$$

جمادی الآخر - رجب - شعبان - رمضان

$$۲۷ + ۲۹ + ۳۰ + ۲۹$$

لہذا مطلوبہ تاریخ = ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ (قیام پاکستان کا دن) جواب

## ۵۔ بذریعہ سرسری جائزہ یا زبانی حساب

سرسری جائزے سے صرف سال اور ماہ کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ فلاں ماہ اور سال عیسوی کیا واقعی فلاں ماہ و سال جبری کے مطابق ہے۔ یہ عموماً زبانی حساب کرنے کے کام آتا ہے اور اس میں تاریخوں کا تعین مشکل ہے۔ اس سرسری جائزے کے متعلق کچھ اشارہ قرآن کریم میں ملتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَلَبِشُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

”اور (اصحابِ کہف) اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے رہے اور (کچھ

لوگوں نے) زیادہ شمار کیے نو سال“ (۱۸ : ۲۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ تین سوسال شمسی گزرنے پر قری سال ۹ زیادہ گزر چکے تھے۔  
یہ تقریباً مدت بیان کی گئی ہے، ورنہ فی الواقع ایک سوسال شمسی گزرنے پر تین سال ۲۴ دن آگے بڑھ جاتا ہے، یعنی ۹ سال اور ۲۳ دن یا ۹ سال اور تقریباً ۲ ماہ گزر چکے تھے۔

**مشاہدات** تقویم کے مطالعے سے ہم دیکھتے ہیں کہ

۱۶ جنوری ۱۸۶۲ء کو یکم محرم ۱۲۷۶ھ تھا اور ۱۶ جنوری ۱۸۷۷ء کو یکم محرم ۱۲۹۲ھ تھا۔ گویا پورے ۱۵ شمسی سالوں کے مقابلے میں پورے ۱۷ قری سال گزر گئے۔ یعنی قری دو سال زیادہ گزر گئے۔  
پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو یکم محرم ۱۲۹۲ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو یکم محرم ۱۳۱۲ھ تھا۔ گویا پورے ۱۴۳ سال شمسی کے مقابلے میں پورے ۱۶۸ قری سال گزر گئے۔ یعنی قری ۵ سال زیادہ ہو گئے۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلا مشاہدہ بہت کم عمل میں آتا ہے۔ اور تیسرے حصہ میں دی گئی تقابلی تقویم میں ۱۶۸۰ ہجری سالوں میں صرف ۵ مرتبہ مشاہدہ میں آیا ہے۔ جبکہ دوسرا مشاہدہ اس کی نسبت بہت زیادہ عمل میں آیا ہے۔ یعنی ۱۶۸۰ ہجری سالوں میں ۲۸ مرتبہ۔  
بنیادی مشاہدے یہی دو طرح کے ہیں پھر ان کے مرکبات مشاہدہ میں آتے ہیں جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مثلاً :-

(۳) ۲۲۸ سال شمسی = ۲۳۵ سال قری  $(\frac{46}{45} + \frac{148}{143})$  =  $\frac{235}{143}$  سال قری (یہ مشاہدہ سب سے زیادہ عمل میں آیا ہے۔ یعنی ۱۸۸۰ ہجری تقویم میں ۳۳ بار، اب اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے :-

(i) ۲ جنوری ۱۳۳۸ء کو یکم محرم ۱۲۱۰ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۹۶۶ء کو یکم محرم ۱۳۵۵ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

(ii) ۴ جنوری ۱۳۷۲ء کو یکم محرم ۱۲۵۰ھ تھا اور ۴ جنوری ۱۹۵۰ء کو یکم محرم ۱۳۹۰ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

(iii) ۵ جنوری ۱۳۲۰ء کو یکم محرم ۱۱۹۰ھ تھا اور ۵ جنوری ۱۸۶۵ء کو یکم محرم ۱۲۵۲ھ یعنی ۲۳۵ قری کے مقابلے میں ۲۲۸ شمسی سال ہوئے۔

اب مزید مرکبات ملاحظہ فرمائیے :-

(۴) ۴۰۳ قری سال = ۳۹۱ شمسی سال  $(\frac{203}{391} = \frac{148}{143} + \frac{235}{143})$  (یہ مرکب بھی بکثرت عمل میں

آیا ہے یعنی ۱۴۸۰ ہجری سالوں میں ۲۳ بار۔ مثلاً :-

(۱) یکم محرم ۳۵۵ھ کو ۲ جنوری ۹۶۶ء تھا اور یکم محرم ۴۵۵ھ کو ۲ جنوری ۱۳۵۶ء تھا یعنی ۳۹۱ سال شمسی = ۴۰۳ سال قمری یا ۳۹۱ سال شمسی کی مدت میں قمری ۱۲ سال زیادہ ہو گئے۔

(۲) اسی طرح ۲ جنوری ۱۵۲۰ء کو یکم محرم ۹۶۶ھ تھا اور ۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو یکم محرم ۱۳۲۹ھ۔

(۵)  $\frac{۵۶۱}{۵۵۳} = \left( \frac{۱۴۸}{۱۴۳} + \frac{۲۰۳}{۲۹۱} \right)$  یہ مرکب ۱۴۸۰ قمری سالوں میں صرف ۵ بار عمل میں آیا ہے مثلاً ۸ جنوری ۹۹۸ء کو یکم محرم ۳۸۵ھ تھا اور ۸ جنوری ۱۵۵۲ء کو یکم محرم ۹۵۹ھ یعنی ۵۴۵ شمسی سالوں کی مدت میں ۵۶۱ قمری سال یعنی ۱۷ قمری سال زیادہ گزر گئے۔

(۶)  $\frac{۴۳۸}{۴۱۹} = \left( \frac{۱۴۸}{۱۴۳} + \frac{۲۰۳}{۲۹۱} \right)$  یہ مرکب ۱۴۸۰ قمری سالوں میں صرف ۴ بار عمل میں آیا ہے مثلاً یکم جنوری ۱۱۲۹ء کو یکم محرم ۵۲۳ھ تھا اور یکم جنوری ۱۶۴۸ء کو یکم محرم ۱۱۴۱ھ یعنی ۴۱۹ سال شمسی کے مقابلہ میں قمری مزید ۱۹ سال گزر گئے۔

اور درج ذیل مرکبات ۱۴۸۰ قمری سالوں میں صرف ایک ایک مرتبہ استعمال ہوئے ہیں :-

(۷)  $\frac{۳۲۶}{۳۲۶} = \left( \frac{۱۴۸}{۱۴۳} + \frac{۱۴۸}{۱۴۳} \right)$  مثلاً ۱۴ جنوری ۱۳۸۶ء کو یکم محرم ۸۹۱ھ تھا اور ۱۴ جنوری ۱۸۱۲ء کو یکم محرم ۱۳۲۶ھ۔

(۸)  $\frac{۸۰۶}{۷۸۶} = \left( \frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۲۰۳}{۳۹۱} \right)$ ۔ مثلاً ۱۲ جنوری ۹۶۵ء کو یکم محرم ۳۵۲ھ تھا اور ۱۲ جنوری ۱۶۶۷ء کو یکم محرم ۱۱۶۰ھ۔

(۹)  $\frac{۹۷۴}{۹۴۵} = \left( \frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۵۶۱}{۵۵۳} \right)$  مثلاً ۱۱ جنوری ۱۲۹۱ء کو یکم محرم ۶۹۰ھ تھا اور ۱۱ جنوری ۲۲۳۶ء کو یکم محرم ۱۶۹۴ھ ہوگا۔ یعنی ۹۴۵ شمسی سالوں کی مدت میں قمری ۲۹ سال مزید گزر جائیں گے۔

(۱۰)  $\frac{۱۰۴۱}{۱۰۱۰} = \left( \frac{۲۰۳}{۳۹۱} + \frac{۴۳۸}{۴۱۹} \right)$  مثلاً ۲۹ جنوری ۹۳۱ء کو یکم محرم ۳۱۹ھ تھا اور ۲۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو یکم محرم ۱۳۳۶ھ ہوگا۔ ۱۰۱۰ شمسی سال = ۱۰۴۱ قمری سال بالفاظ دیگر ۳۱ قمری سالوں میں ۳۱ شمسی سال کم ہو جاتے ہیں۔

اب ہم سور کے ذریعہ یہ معلوم کریں گے کہ مندرجہ بالا مشاہدات کی رو سے ایک مدت کا درمیانی اندازہ

شمسی سال میں کتنے قمری سال ہوتے ہیں۔ ان کی صورت درج ذیل ہے۔

(i)  $\frac{۴۶}{۴۵}$  کی رو سے ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۷۹۶ قمری سال

(ii)  $\frac{۳۲۶}{۳۲۶}$  یا  $\frac{۱۴۸}{۱۴۳}$  کی رو سے ایک شمسی سال = ۱۰۳۰۷۷۸ قمری سال

(iii)  $\frac{۲۳۵}{۲۲۸}$  " " " " = ۱۰۳۰۷۰۱۷ قمری سال

قری سال	$1002.4905 =$	کی رو سے ایک شمسی سال	$\frac{804}{282}$ یا $\frac{293}{391}$ (iv)
"	$1003.4859 =$	" " " "	$\frac{541}{553}$ (v)
"	$1003.4924 =$	" " " "	$\frac{438}{419}$ (vi)
"	$1003.4828 =$	" " " "	$\frac{943}{935}$ (vii)
"	$1003.493 =$	" " " "	$\frac{1031}{1010}$ (viii)

مندرجہ بالا آٹھ جوابات میں سے ہم اپنے قاعدہ کو (iii) کے مطابق استوار کریں گے۔ کیونکہ یہی قاعدہ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ۲۲۸ شمسی سال = ۲۳۵ قری سال۔ یا ایک شمسی سال = ۱۰۱۷.۷۱۷ قری سال۔ اگر ہم سہولت کی خاطر دائیں جانب والے تین ہندسے چھوڑ دیں تو ایک شمسی سال = ۱۰۰۳.۰۷ قری سال۔

یا ۱۰۰۰ شمسی سال =  $\frac{1003}{1000}$  قری سال یا ۱۰۳۰ قری سال اور ۲۵۵ دن یا  $\frac{1}{8}$  ماہ  
یا ۱۰۰ =  $\frac{103}{100}$  قری اور  $\frac{1}{8}$  دن یا ۱۰ سال شمسی = ۱۰ سال قری + ۱۰۹ دن  
یا ۱ سال = ۱۱ سال قری + ۱۱ دن  
اس طریقہ سے ہم زبانی ہی سین عیسوی اور قری سین اور اس کے برعکس مطابقت کر سکتے ہیں۔ یہ مطابقت صرف سالوں اور مہینوں میں ہوگی دنوں میں نہ ہوگی۔ اور یہ بھی بہت کافی ہے۔ اب اس کا طریق کار ملاحظہ فرمائیے۔

## ۱۔ عیسوی سین سے ہجری سین میں تبدیلی

- طریقہ (i) سب سے پہلے عیسوی سن سے  $\frac{621}{600}$  سال تفریق کر دیجئے۔  
(ii) باقی شمسی سالوں کے مندرجہ بالا تصریحات کے مطابق قری سال بنائیے۔  
(iii) اس زبانی حساب میں ہر ماہ ۳۰ دن کا شمار ہوگا اور  $\frac{1}{8}$  ماہ تک حساب کیا جائے گا۔  
مثال ۷ :- ۲۰ مئی ۱۷۷۷ء کو ہجری ماہ و سنین کیا تھے؟

حل :- (i)  $\frac{3}{4}$  سال ————— ۱۷۷۵

$\frac{1}{8}$  ————— ۶۲۱

باقی مدت =  $\frac{1}{8}$  سال ————— ۱۱۵۳ سال



$$(ii) \dots \text{شمسی سال کے قری سال} = 8 \frac{1}{4} = 1030$$

$$103 \text{ --- } \frac{3}{4} = \text{ " " " } 100$$

$$51 \text{ --- } 4 \frac{1}{4} = \text{ " " " } 50$$

$$3 \text{ --- } 11 \frac{1}{4} = \text{ " " " } 3 \text{ سال } 10 \text{ ماہ}$$

$$1189 \quad 3 \frac{1}{4}$$

$$(iii) \text{ مطلوبہ ہجری ماہ و سال} = 1190 \text{ ھ کے چوتھے ماہ کا آغاز}$$

= جبکہ اصل جواب یکم ربیع الاول ہے۔

مثال ۲ :- ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو ہجری ماہ و سال کیا تھے؟

$$\text{حل :- (i) } \frac{1}{4} = 1937 \text{ سال}$$

$$421 \text{ --- } 4 \frac{1}{4}$$

$$1 \text{ --- } 1325 \text{ کے ہجری ماہ و سال بنانا ہے۔}$$

$$(ii) \dots \text{شمسی سال} = 8 \frac{1}{4} = 1030 \text{ قری سال}$$

$$309 \text{ --- } 2 \frac{1}{4} = \text{ " " } 300$$

$$20 \text{ --- } 1 \frac{1}{4} = (2 \times 109) \text{ دن کا اضافہ}$$

$$5 \text{ سال } 1 \text{ ماہ} = 2 \frac{3}{4} = 5$$

$$1325 \text{ سال ایک ماہ عیسوی} = 9 \text{ --- } 1345 \text{ ہجری}$$

$$= \text{ آخر ماہ رمضان المبارک } 1344 \text{ ہجری}$$

جبکہ اصل جواب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ ہجری ہے

## (ب) ہجری سنین سے عیسوی میں تبدیلی

طریقہ | یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ۲۳۵ قری سال کے ۲۲۸ شمسی سال ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے  
۱۰۰ قری سال = ۹۷ سال ۸ دن شمسی ہوں گے یعنی ۲ سال ۳۵۷ دن کی کمی ہوگی۔

یا ہر سو سال کے لئے ۳ سال کی کمی اور ۸ دن کا اضافہ کریں گے۔

لہذا ہر ۱۰۰ قری سال کے لئے = ۳ سال کی کمی اور ۸ دن کا اضافہ

۱۰ قری سال کے لئے = ۱۰۹ دن کمی اور

۱ سال کے لئے = ۱۱ دن کمی کریں گے۔

اور (۱) اپنا حساب مہینہ کی چوتھائی تک شمار کریں گے اور (ii) ہر ماہ کو ۳۰ دن کا شمار کیا جائے گا۔

(ii) بعد میں ۶۲۱ سال اور ۶ ماہ جمع کریں گے تو جواب حاصل ہو جائے گا۔

مثال ۷:۔ بیجم رجب ۱۳۳۶ھ کو اندازاً کونسا عیسوی ماہ و سال ہوگا؟

حل :- (۱) ۱۳۰۰ سالوں میں کمی = ۳ سال فی صدی کمی اور ۸ دن فی صدی اضافہ

= ۳۹ سال کمی اور ۱۰۴ دن یا ۲ ماہ اضافہ

= ۳۸ سال ۸ ماہ

۴۰ سالوں میں کمی = ۱۰۹ دن ۴ = ۲۳۶ دن = ایک سال ۷ دن = ایک سال ۲ ماہ

= ۵۵ دن یا ۱ ماہ = ۵ × ۱۱ = " " ۵

= ۳۸ سال ۸ ماہ + ۱ سال ۲ ماہ + ۵ ماہ = یا ۴۰ سال ۳ ماہ

= ۱۳۳۵ — ۶ = (۴۰ سال ۳ ماہ)

(ii) شمسی سال = ۵ ماہ — ۱۳۰۵ سال

ابتدائی عیسوی مدت = ۶ ماہ — ۶۲۱

مطلوبہ عیسوی سال و ماہ = ۳ ماہ ۱۱ — ۱۹۲۶ یعنی ۱۹۲۷ء کا بارھواں مہینہ ختم ہو رہا ہوگا۔

جبکہ صحیح جواب ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء ہے۔

مثال ۸:۔ ۲۲ ربیادی الثانی ۱۰۸۲ھ کو کون سے عیسوی ماہ و سال ہوں گے۔

حل :- (۱) ۱۰۰۰ سال قری میں کمی = ۳۰ سال کمی اور ۸۰ دن کا اضافہ

= ۲۹ سال ۹ ماہ

= ۸۰ سال " " = (۸ × ۱۰۹) = ۸۷۲ دن = ۲ سال ۳ ماہ

= ۱۱ دن یا ۱ ماہ = " " ۱ سال

= ۳۲ سال ۲ ماہ = " " ۱۳۸۱ سال

(ii) شمسی مدت = ۱۰۸۱ سال ۵ ماہ — ۳۲ سال = ۲ ماہ

= ۳ ماہ — ۱۰۴۹ سال

= ۶ ماہ — ۶۲۱ = ابتدائی عیسوی مدت

(iii) مطلوبہ ماہ و سال = ۳ ماہ ۹ — ۱۶۷۰ یعنی آخر ماہ اکتوبر ۱۶۷۱ء

جبکہ صحیح جواب ۲۶ اکتوبر ۱۶۷۱ء ہے۔

## حصہ سوم

تقابلی تقویم از ۱۱۴۸۰ھ تا ۱۱۶۲۲ھ  
۱۱۶۲۲ھ تا ۱۱۶۸۰ھ

(اٹھ دور کبیر)

فہرست ابواب

- ۱- کچھ ایس تقویم کے بارے میں
- ۲- تقابلی تقویم از ۱۱۴۸۰ھ تا ۱۱۶۲۲ھ
- ۳- اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے اہم واقعات  
بقید ہجری و عیسوی ماہ و سال

# کچھ اس تقابلی تقویم کے بارے میں

عیسوی تقویم کا دورِ قدیم اور دورِ جدید | عیسوی تقویم میں ۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء کا دن عیسوی تقویم کے دورِ قدیم اور دورِ جدید میں حدِ فاصل ہے۔ اس تاریخ

سے پہلے کے دور کو دورِ قدیم یا جولین کیلنڈر کہا جاتا ہے اور اس تاریخ کے بعد کے دور کو دورِ جدید یا گریگوری (جارجین) کیلنڈر کا نام دیا گیا ہے۔

اس دن کی اہمیت ہے کہ اس تاریخ کو پاپائے اعظم گریگوری نے بذریعہ فرمان خاص عیسوی کیلنڈر میں دس دن کا اضافہ کر دیا۔ اس کے متعلق دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ ۴ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات کا دن تھا تو اس سے اگلے دن یعنی جمعہ کو ۵ اکتوبر کے بجائے ۱۵ اکتوبر بنا دیا گیا۔ (عالمی معلومات ص ۵۶۰)

اور دوسری روایت یہ ہے کہ ۱۵ اکتوبر بروز سوموار مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۹۹۹ھ کو ہی بذریعہ فرمان ۲۵ اکتوبر بنا دیا گیا صاحب تقویم تاریخی جناب عبدالقدوس ہاشمی نے دوسری روایت کو ہی اختیار کیا ہے۔ (تقویم تاریخی ص ۲۴۸)

اس ترمیم کو تمام ملکوں نے بیک وقت قبول نہیں کیا بلکہ باقی ممالک اسے آہستہ آہستہ قبول کرتے رہے۔ سب سے آخر میں اسے انگلستان نے ۱۷۵۲ء میں قبول کیا اور اب اسے دس کے بجائے گیارہ دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ

۳ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ کو بدھ اور ۲ ستمبر اور ترمیم کے بعد دوسرے دن

۴ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ کو جمعرات ۳ ستمبر ۱۷۵۲ء قرار دے دیا گیا۔

اس ترمیم کی وجہ یہ تھی کہ عیسوی کیلنڈر کے دورِ قدیم میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے ۱۱ منٹ اور ۱۴ سیکنڈ زیادہ شمار ہو رہی تھی۔ اس کی ابتداء میں تو اعتدالِ ربیعی کا

ترمیم کی وجہ

دن ۲۱ مارچ تھا لیکن ۸۲ سالہ کو یہ اعتدال ربیعہ ۱۱ مارچ کو واقع ہوا۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لئے اصلاح کرنا ناگزیر تھی۔ کیونکہ حالیہ قاعدہ یہ ہے کہ کریم اعتدال ربیعہ (۲۱ مارچ یا ۲۲ مارچ) اور یوم اعتدال خریفی (۲۱ یا ۲۲ ستمبر) اور سب سے بڑا دن (۲۲ جون) اور سب سے چھوٹا دن (۲۲ دسمبر) اپنی مقررہ تاریخوں پر ہی آتے ہیں۔ جن میں ۱۰ دن کا فرق پڑ چکا تھا۔ اور اس کی اصل وجہ دراصل عیسوی کیلنڈر کے پرانے طریق شمار یا حساب کی غلطی تھی۔

دور قدیم کے کیلنڈر کے قواعد یہ تھے :-

### پرانا اور نیا طریق حساب

(i) ہر سال ۳۶۵ دن کا ہے۔

(ii) ہر چوتھا سال لیپ کا یعنی ۳۶۶ دن کا ہوگا۔

(iii) یکم جنوری سال کو ہفتہ تھا۔

اس پر نئے طریق کار سے ۳ اکتوبر ۱۵۸۲ء کو جمعرات ہی بنتا ہے۔

کل سال ۱۵۸۱ پورے ہر سال کے لئے ایک دن = ۱۵۸۱

لیپ کے سال = ۳۹۵

رواں سال کے ۳ اکتوبر تک دن = ۲۷۷

کل = ۸۵۳

۷ پر تقسیم کرنے کے بعد باقی دن =  $۸۵۳ \div ۷ = ۱۲۱$  ہفتے اور باقی ۶ دن

اگر ایک دن بچے تو ہفتہ ہوتا ہے اور ۶ دن بچیں تو جواب جمعرات ہی آتا ہے۔

اور عیسوی تقویم کے دؤر جدید کے قواعد یہ ہیں :-

(i) ہر سال ۳۶۵ دن کا ہے۔

(ii) ہر چوتھا سال لیپ یعنی ۳۶۶ دن کا ہے۔

(iii) جو صدی ۴ پر تقسیم نہ ہو وہ ۳۶۵ دن کی ہی ہے اور جو ۴ پر تقسیم ہو جائے وہ

۳۶۶ دن کی۔

(iv) یکم جنوری سال کو سووار تھا۔

اس نئے طریق کار سے ۱۵ اکتوبر کو جمعہ ہی بنتا ہے :-

ہر ۴۰۰ سال کے لئے ۵ دن لہذا ۱۲۰۰ سال کے لئے = ۵ دن

۳۰۰ سال کے لئے ہر صدی کے لئے ۵ دن =  $۵ \times ۳ = ۱۵ \div ۷ = ۲$  باقی دن

۸۱ سال بعد ییپ کے ۲۰ سال = ۱۰۱ = ۱۰۱ ÷ ۷ = باقی ۳ دن

۱۵ اکتوبر تک روال سال کے دن = ۲۸۸ = ۲۸۸ ÷ ۷ = باقی ۱ دن

کل باقی دن = ۱ + ۳ + ۱ = ۵

اگر ایک دن پچھے تو سوموار اور ۵ پچیس تو جواب جمعہ ہی آتا ہے۔

تقابلی تقویم کا آغاز کونسی عیسوی تاریخ سے ہو؟ یہ بات تو بالاتفاق مسلمہ ہے کہ یکم محرم ۱۰۲۲ء کو جمعہ

تھا۔ یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مقابل کونسی عیسوی تاریخ درج کی جائے؟ پرنے قواعد کی رو سے یکم محرم ۱۰۲۲ء کو ۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء اور جمعہ کا دن تھا۔ جبکہ نئے قواعد کی رو سے یکم محرم ۱۰۲۲ء کو ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء کو آتا ہے۔ اکثر

بین الاقوامی تقابلی تقویم لکھنے والوں نے اور اسی طرح عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے جنہوں نے بہت سی کتب تاریخ اور تقابلی جنزریاں مطالعہ کرنے کے بعد تقویم تاریخی مرتب کی ہے، یکم محرم بروز جمعہ کے

سامنے ۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء لکھی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں دور قدیم کے عیسوی کیلنڈر کے قواعد کے لحاظ سے اور پرانی تحریروں کے لحاظ سے یہ تاریخ درست ہے۔ اور ۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء تک کے

اندراجات بھی درست ہیں۔ مگر کیا دور جدید کے مرتب شدہ قواعد تقویم اس ۱۰ دن کے حصار کو برداشت کر سکتے ہیں؟ جبکہ گریگوری کے اس فرمان کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ پرانے کیلنڈر کو نئے قواعد

کے مطابق کر لیا جائے۔ اور آج کل سکولوں میں عیسوی کیلنڈر کا دن معلوم کرنے کے لئے نئے قواعد ہی سکھائے جاتے ہیں اور پرانے قواعد کا ذکر تک نہیں کیا جاتا؟

ابتداء میں نے بھی تقابلی تقویم کا آغاز یکم محرم ۱۰۲۲ء کو ۱۴ جولائی ۱۹۲۲ء سے ہی کیا تھا۔ اور کافی کام بھی کر چکا تھا لیکن طبیعت مطمئن نہ ہوئی اور نئے سرے سے کام کا آغاز ۱۹ جولائی

۱۹۲۲ء سے کیا۔ اور اسی تاریخ کو قاضی سلمان منصور پوری جیسے محقق و مؤرخ نے بھی ترجیح دی ہے۔ علاوہ ازیں ان کا درج ذیل اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد خلافت عمر فاروق جاری ہوا۔ یوم النخیس (جمعرات) ۳۰ جمادی الثانی ۱۱ھ مطابق ۹ جولائی ۶۳۸ء کو علی المرتضیٰ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت

نبویہ سے کیا گیا۔“

اس اقتباس میں قاضی صاحب نے ۹ جولائی کو تو مروجہ پرانے قواعد کے مطابق درج کیا ہے اور نیچے ۱۲ جولائی کو اپنی تحقیق کے مطابق۔

اور میرے لئے ۱۹ جولائی کو اختیار کرنا اس لئے بھی مزوری تھا۔ کہ اس کتاب کے حصہ دوم میں شمسی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے اور ہجری اور عیسوی تقویم میں مطابقت کے جو طریقے میں نے درج کئے ہیں۔ وہ سب نئے قواعد کے مطابق ہیں۔ جب ہجری تقویم کو عیسوی کے مطابق کرتے ہیں تو ۱۳۷۰-۲۷ دن جمع کرتے ہیں۔ اور جب عیسوی تقویم کو ہجری میں منتقل کرتے ہیں تو اتنے ہی دن تفریق کرتے ہیں اور جواب درست آتا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ یکم محرم ۱۱۲۲ھ بروز جمعہ کو ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء ہو۔ اگر اس دن کو ۱۶ جولائی قرار دیا جائے تو دن ۲۷۷۰-۱۱ بنیں گے اور جواب درست نہیں آئے گا۔

اور یہ تو ظاہر ہے۔ جو صاحب دوسرے حصہ میں درج شدہ قواعد اور مثالوں سے اخذ کردہ طریقے سے کوئی سوال حل کریں گے تو اس کی پڑتال اسی تقویم سے کریں گے۔ اور اگر پڑتال میں فرق آگیا تو وہ ان قواعد کو درست کیسے سمجھیں گے یا پھر وہ اس تقویم کو غلط سمجھنے لگیں گے۔

اس تقویم میں اور پرانے قواعد کی رو سے مرتب کردہ تقویم میں ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۸۲ء تک بتدریج ۳ دن سے لے کر ۱۰ دن تک تاریخوں

میں فرق آنا ناگزیر ہے۔ مؤرخین کی ضرورت تو صرف اتنی ہے کہ عیسوی سنہ کے مقابلے میں ہجری سنہ اور اس کے برعکس درست سنہ عیسوی کا درج ہو۔ اور عام طور پر کتابوں میں سنہ ہجری کی مطابقت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور اگر سالوں کے ساتھ ہجری کی بھی مطابقت ہو جائے تو یہ بہت کافی ہے۔ سالوں اور مہینوں کے بعد تاریخوں کی مطابقت کی ضرورت نہایت اہم اور شہور واقعات میں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے۔ لہذا ۱۵۸۲ء کے پہلے کے دور میں ۳ سے ۱۰ دنوں کے بتدریج فرق کو گوارا کر لینا معمولی بات ہے۔ جبکہ عیسوی تقویم اس سنہ سے پہلے بسا اوقات دنوں کی کمی بیشی کی زد میں آتی رہی ہے۔

تاہم اگر کوئی صاحب تاریخوں کی بھی مطابقت ٹھیک ٹھیک چاہتے ہوں تو ان کے لئے درج ذیل وضاحتیں کارآمد ثابت ہوں گی۔

(۱) یکم محرم ۱۱۲۲ء تک ۳ دن کی زیادتی یوں ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری، پانچویں اور چھٹی کے ۵ دن پرانے طریقے میں زیادہ شمار ہوئے اور اس میں سے دو دن نکال دیئے گئے۔ کیونکہ پہلے قواعد کی زد سے یکم جنوری ۱۱۲۲ء کو ہفتہ تھا اور نئے قواعد کی رو سے سوموار۔ لہذا فرق ۳ دن رہ گیا۔

(۲) یہ فرق ساتویں صدی یا سنہ ۷ کے بعد ۳ کے بجائے ۴ دن کا ہو جائے گا، نویں صدی کے بعد ۵ دن کا، دسویں کے بعد ۶ دن کا، گیارھویں کے بعد ۷ دن کا، تیرھویں کے بعد ۸ دن کا، چودھویں کے بعد ۹ دن کا اور پندرھویں صدی یعنی سنہ ۱۵ کے بعد ۱۰ دن کا ہو جائے گا۔

۱۵ اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد تو تمام تقاویم منطبق اور درست ہو جاتی ہیں۔ اس سے پہلے کی تاریخوں کی مطابقت کے لئے عیسوی سنہ کی بتنی صدیاں گزر چکی ہوں۔ درج بالا تفصیل کے مطابق اتنے دن گم کر لیں۔ تو اس تقویم اور پرانے دور کی تقویم کی تاریخوں میں مطابقت ہو جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ ایک دن کی کمی بیشی کو غلطی تصور نہیں کیا جاتا۔ اور اس کی وجہ رویت ہلال ہے۔ ہاں اگر دو یا دو سے زیادہ دنوں کا فرق ہو تو وہ فی الواقع غلطی شمار ہوگی۔

## تقویم میں مستعمل علامات

یہ تقابلی تقویم جو محرم ۱۰۰۰ھ سے لے کر ذی الحجہ ۱۹۵۰ھ تک تیار کی گئی ہے اس کے ہر خانہ میں اوپر کی سطر میں بائیں طرف کا ہندسہ (۲۹ یا ۳۰) اوپر درج شدہ مہینہ کے ایام ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دائیں طرف جو دن لکھا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس قمری مہینہ کی یکم کو یہ دن تھا اور نیچے انگریزی ہندسوں میں جو تاریخ لکھی ہے۔ اس قمری ماہ کی یکم کو سنہ عیسوی کی تاریخ ہے۔ جو صرف تاریخ اور مہینہ ظاہر کرتی ہے۔ سال ایک ہی بار ابتداءً موٹے قلم سے درج کیا گیا ہے۔

(ii) آٹھ سائمن کے دو صفحات میں ایک دورِ صغیر کی تقابلی تقویم درج ہے۔ دائیں طرف ۱۰۰ کے اوپر کا ہندسہ مسلسل ہجری سال کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۰۰ کے نیچے جو باریک ہندسہ ہے وہ دورِ صغیر کے سال نمبر کو۔ ان میں سے جو سال لیپ والے ہیں ان کے گرد قوسین ( ) لگا دیئے گئے ہیں تاکہ پڑتال کی صورت میں سہولت رہے۔

(iii) ہر عیسوی صدی لیپ کے سال کے اوپر ۱۰۰ میں موٹے ہندسہ پر خط — لگا دیا گیا ہے۔ اور ہر عام صدی کے اوپر x نشان دیا گیا ہے۔ تاکہ پڑتال کے وقت کچھ اشتباہ نہ رہے۔

مثلاً ۱۹۳۳ء کو دیکھئے ۱۹۳۳ء کے نیچے باریک ہندسوں میں (۱۳) لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سال دورِ صغیر کا تیرھواں سال ہے اور قوسین کا مطلب یہ ہے کہ یہ قمری لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا سال ہے۔ اب اس کے سامنے اور ریزنگ الاول کے نیچے والا خانہ دیکھئے۔ اوپر والی سطر میں ۱۳ میں طرف



اتوار لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یکم ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کو اتوار تھا اور اس کے سامنے بائیں طرف ۳۰ کا ہندسہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کا مہینہ ۳۰ دن کا تھا یا کم از کم اس تقویم میں ۳۰ دن کا شمار کیا گیا ہے۔ اور پہلی سطر میں ۱۰۱۱۳۲۱ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یکم ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کو ۲۱ جنوری ۱۱۰۰ء تھا۔ اور ۱۱۰۰ پر جو یہ x نشان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صدی لیپ کی نہیں اور جو سال یا صدیاں لیپ کے ہیں۔ ان کے اوپر خط (—) لگا دیا گیا ہے۔

(۱۷) ہفتہ کے ایام وہ درج کئے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔ یہ نام اور ان کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہفتہ کے دنوں کے نام درج ذیل ہیں۔

انگریزی	ہندی	فارسی	عربی	اردو	
FRIDAY	شکر وار	جمعہ	جمعة	جمعہ	۱
SATURDAY	سینچر وار	شنبه	يوم السبت	ہفتہ	۲
SUNDAY	ایتوار	یک شنبہ	يوم الاحد	اتوار	۳
MONDAY	سوموار	دوشنبہ	يوم الاثنين	سوموار یا پیر	۴
TUESDAY	منگل وار	سہ شنبہ	يوم الثلاثاء	منگل	۵
WEDNESDAY	برسپتوار	چہار شنبہ	يوم الاربعاء	بدھ	۶
THURSDAY	ویر وار	پنج شنبہ	يوم الخميس	جمعرات	۷

## تقابلی تقویم مرتب کرنے کے قواعد

- (۱) یکم محرم ۱۰۰۰ھ کو جمعہ تھا۔ اور ہر دور کبیر کا آغاز یعنی یکم محرم کو جمعہ ہی ہوگا۔
- (۲) ایک دورِ صغیر ۳۰ سال کا ہوتا ہے اور ہر دورِ صغیر کے ۳۶۰ مہینوں کے ایام کی تعداد یعنی ۲۹ تا ۳۰، ہمیشہ پہلے دورِ صغیر کے مہینوں کے ایام کے مطابق ہوگی جس کی تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ میں اچھکی ہے۔
- (۳) ہر دور کبیر ۲۱۰ سال یا ۷ دورِ صغیر پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں مہینوں کے ایام کی مماثلت کے علاوہ ہفتہ کے دنوں کی مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔

(۴) ہر دورِ صغیر کے مہینوں کے دن اپنے سے پہلے دورِ صغیر کے مہینوں سے پانچ دن بعد شروع ہوتے ہیں۔

(۵) اس تقویم میں عیسوی کیلنڈر کے لئے دورِ جدید (یعنی جارحین کیلنڈر) کے قواعد کو اپنایا گیا ہے۔

## اس تقویم کی جانچ پڑتال کے طریقے

چونکہ یہ تقویم موجودہ دور کے بعد آئندہ بھی اڑھائی سو سال سے زائد عرصہ تک کے لئے تیار کی گئی ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کی پڑتال کے طریقے بھی درج کر دیئے جائیں۔ ان طریقوں سے جہاں ہر شخص اس تقویم کی جانچ پڑتال کر سکتا ہے اور اس میں صحت و سقم دریافت کر سکتا ہے وہاں اگر وہ چاہے تو خود بھی مزید آئندہ مدت کے لئے جنتری کر سکتا ہے۔

(۱) ایک خانہ یا ایک ماہ کے اندراجات کی پڑتال۔ (۱) اس خانہ کے نیچے درج شدہ انگریزی تاریخ کا حسبِ قاعدہ اور دورِ جدید دن بحال کر دیکھ لیجئے۔ مثلاً صفر ۱۳۶۸ھ کے خانہ میں منگل اور انگریزی تاریخ ۱۰۷۵۔۹۔۲۱ دیکھی ہے اور مقررہ قواعد کی رو سے جواب منگل ہی آتا ہے۔ اسی طرح قری تقویم کے قواعد کے مطابق بھی جواب منگل ہی آتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس خانہ کے اندراجات درست ہیں۔

(۲) اگر یہ ماہ ۲۹ دن کا ہے تو اس سے اگلا ماہ لگے دن یعنی بدھ سے شروع ہوگا اور ۳۰ دن کا ہے تو جمعرات سے۔

(۳) ایک سطر یا ایک سال کے اندراجات کی پڑتال۔ اس کے لئے درج ذیل باتیں ذہن میں رکھیے:-  
(۱) اگر عام ہجری سال کے مقابلہ میں عیسوی بھی عام سال ہو تو عیسوی تاریخ گیارہ دن پیچھے رہ جائے گی۔ یا فرق گیارہ دن کا ہوگا۔ کیونکہ عام ہجری سال ۳۵۴ دن کا اور عام عیسوی سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔

(۲) اور اگر ہجری سال بھی لیپ کا یعنی ۳۵۵ دن کا ہو اور عیسوی بھی لیپ یعنی ۳۶۶ دن کا تو بھی فرق گیارہ دن ہی رہے گا۔

(۳) اور اگر ہجری سال لیپ کا ہو اور عیسوی عام ہو تو یہ فرق ۱۰ دن کا ہوگا۔

(۴) اور اگر ہجری سال عام ہو اور عیسوی لیپ کا ہو تو یہ فرق ۱۲ دن کا ہوگا۔ یعنی انگریزی تاریخ ۱۲ دن پیچھے ہٹ جائے گی۔



اب ان کے عیسوی سال بتائیے :-

$$\begin{array}{r}
 ۱۳۴۰۹۷ = ۴۰۰ \text{ سال} \\
 ۷۳۰۴۸ = \text{ " } ۲۰۰ \\
 ۱۷۵۳۲ = (۱۲ \times ۱۴۶۱) \text{ سال } ۲۸ \\
 ۷۳۰ = \text{ " } ۲ \\
 \hline
 ۲۳۸ = \text{ زائِد دن } ۴۵۰ \\
 \hline
 ۲۳۷۴۲۵ = \text{ کل}
 \end{array}$$

زائِد دن سامنے نقشہ سے دیکھئے تو ۲۴ اگست ہے۔ لہذا پہلا دَوْرِ صغیر ۲۴ اگست ۱۷۵۳ء کو ختم ہوگا۔  
اور دوسرا دَوْرِ صغیر ۲۷ اگست کو شروع ہوگا۔

(۲) ۲ دَوْرِ صغیر کے دن  $۲ \times ۱۰۴۳۱ = ۲۱۲۶۲$  میں  $۲۲۷۰۱۳$  جمع کر کے ان دونوں کے عیسوی سال بنا

$$\text{یعنی } ۲۸۸۲۷۴ = ۲۱۲۶۲ + ۲۲۷۰۱۳ \text{ دن}$$

$$۱۳۴۰۹۷ = ۴۰۰ \text{ سال کے دن}$$

$$۷۳۰۴۸ = \text{ " } ۲۰۰$$

$$۲۷۷۵۹ = (۲ \times ۱۹) \text{ سال کے دن}$$

$$۱۰۹۵ = \text{ " } ۳$$

$$۲۷۷ = \text{ زائِد دن}$$

$$\hline ۲۸۸۲۷۴ \quad \hline ۴۷۹ \text{ سال}$$

= تا ۳ اکتوبر (کیونکہ یہ لیپ کا سال ہے) ۲۷۷ دن

لہذا دوسرا دَوْرِ صغیر ۱۷۵۳-۱۰-۳۰ کو ختم ہوگا اور تیسرا دَوْرِ صغیر ۱۷۵۳-۱۰-۴۸ کو شروع ہوگا۔

اس طرح عمل کرنے سے ۵۴ دَوْرِ صغیر یعنی ۱۷۵۳ء تک درج ذیل نتائج حاصل ہوں گے :-

تاریخ اختتام

۱۷۵۳-۱۰-۴۸	۱۲ نومبر ۱۷۵۳ء	۲۵۸۹۰۷ = ۳۱۸۹۳۱ + (۳ × ۱۰۴۳۱)	(۳)
۱۷۵۳-۱۰-۱۲۰	۲۱ دسمبر ۱۷۵۳ء	۲۴۹۵۳۸ = ۳۲۵۲۳۱ + (۲ × ۱۰۴۳۱)	(۴)
۱۷۵۳-۱۰-۱۹۵	۲۹ جنوری ۱۷۵۴ء	۲۸۰۱۷۹ = ۵۳۱۵۵ + (۵ × ۱۰۴۳۱)	(۵)
۱۷۵۳-۱۰-۱۸۰	۸ مارچ ۱۷۵۴ء	۲۹۰۸۰۰ = ۴۳۷۸۴ + (۴ × ۱۰۴۳۱)	(۶)

آخر ذی الحجہ ۲۱۰ھ	۸۲۴ھ	۱۴ اپریل ۳۱۰۴۳۱ = ۷۴۴۱۷	یا (۷۴۱۰۴۳۱) + ۲۲۷۰۱۴ (۷)
۲۲۰ھ	۸۵۵ھ	۲۵ مئی ۳۱۲۰۴۲ = ۸۵۰۴۸	یا (۸۴۱۰۴۳۱) + // (۸)
۲۷۰ھ	۸۸۴ھ	۲ جولائی ۳۲۲۴۹۳ = ۹۵۴۷۹	یا (۹۴۱۰۴۳۱) + // (۹)
۳۰۰ھ	۹۱۳ھ	۱۱ اگست ۳۳۳۳۲۳ = ۱۰۴۳۱۰	یا (۱۰۴۱۰۴۳۱) + // (۱۰)
۳۳۰ھ	۹۴۲ھ	۱۹ ستمبر ۳۴۳۹۵۵ = ۱۱۴۹۴۱	یا (۱۱۴۱۰۴۳۱) + // (۱۱)
۳۴۰ھ	۹۷۱ھ	۲۸ اکتوبر ۳۵۴۵۸۴ = ۱۲۷۵۷۲	یا (۱۲۴۱۰۴۳۱) + // (۱۲)
۳۹۰ھ	۱۰۰۰ھ	۴ دسمبر ۳۶۵۲۱۷ = ۱۳۸۲۰۳	یا (۱۳۴۱۰۴۳۱) + // (۱۳)
۴۲۰ھ	۱۰۳۰ھ	۱۴ جنوری ۳۷۵۸۴۸ = ۱۴۸۸۳۴	یا (۱۴۴۱۰۴۳۱) + // (۱۴)
۴۵۰ھ	۱۰۵۹ھ	۲۲ فروری ۳۸۶۴۷۹ = ۱۵۹۴۴۵	یا (۱۵۴۱۰۴۳۱) + // (۱۵)
۴۸۰ھ	۱۰۸۸ھ	یکم اپریل ۳۹۷۱۱۰ = ۱۷۰۰۹۴	یا (۱۶۴۱۰۴۳۱) + // (۱۶)
۵۱۰ھ	۱۱۱۷ھ	۱۱ مئی ۴۰۷۷۴۱ = ۱۸۰۷۲۷	یا (۱۷۴۱۰۴۳۱) + // (۱۷)
۵۴۰ھ	۱۱۴۶ھ	۱۹ جون ۴۱۸۳۷۲ = ۱۹۱۳۵۸	یا (۱۸۴۱۰۴۳۱) + // (۱۸)
۵۷۰ھ	۱۱۷۵ھ	۲۸ جولائی ۴۲۹۰۰۳ = ۲۰۱۹۸۹	یا (۱۹۴۱۰۴۳۱) + // (۱۹)
۶۰۰ھ	۱۲۰۴ھ	۴ ستمبر ۴۳۹۶۳۴ = ۲۱۲۶۲۰	یا (۲۰۴۱۰۴۳۱) + // (۲۰)
۶۳۰ھ	۱۲۳۳ھ	۱۳ اکتوبر ۴۵۰۲۶۵ = ۲۲۳۲۵۱	یا (۲۱۴۱۰۴۳۱) + // (۲۱)
۶۶۰ھ	۱۲۶۲ھ	۲۱ نومبر ۴۶۰۸۹۶ = ۲۳۳۸۸۲	یا (۲۲۴۱۰۴۳۱) + // (۲۲)
۶۹۰ھ	۱۲۹۱ھ	۳۰ دسمبر ۴۷۱۵۲۷ = ۲۴۴۵۱۳	یا (۲۳۴۱۰۴۳۱) + // (۲۳)
۷۲۰ھ	۱۳۲۱ھ	۷ فروری ۴۸۲۱۵۸ = ۲۵۵۱۴۴	یا (۲۴۴۱۰۴۳۱) + // (۲۴)
۷۵۰ھ	۱۳۵۰ھ	۱۸ مارچ ۴۹۲۹۸۹ = ۲۶۵۷۷۵	یا (۲۵۴۱۰۴۳۱) + // (۲۵)
۷۸۰ھ	۱۳۷۹ھ	۲۴ اپریل ۵۰۳۶۲۰ = ۲۷۶۴۰۶	یا (۲۶۴۱۰۴۳۱) + // (۲۶)
۸۱۰ھ	۱۴۰۸ھ	۵ جون ۵۱۴۰۵۱ = ۲۸۷۰۳۷	یا (۲۷۴۱۰۴۳۱) + // (۲۷)
۸۴۰ھ	۱۴۳۷ھ	۱۳ جولائی ۵۲۴۶۸۲ = ۲۹۷۶۶۸	یا (۲۸۴۱۰۴۳۱) + // (۲۸)
۸۷۰ھ	۱۴۶۶ھ	۲۱ اگست ۵۳۵۳۱۳ = ۳۰۸۲۹۹	یا (۲۹۴۱۰۴۳۱) + // (۲۹)
۹۰۰ھ	۱۴۹۵ھ	۲۹ ستمبر ۵۴۵۹۴۴ = ۳۱۸۹۳۰	یا (۳۰۴۱۰۴۳۱) + // (۳۰)
۹۳۰ھ	۱۵۲۴ھ	۷ نومبر ۵۵۶۵۷۵ = ۳۲۹۵۶۱	یا (۳۱۴۱۰۴۳۱) + // (۳۱)

۹۹۰ هـ	آخري الحج ۱۵۵۳	يا (۳۲ × ۱۰۰۴۳) = ۳۳۰۱۹۲	= ۵۰۶۷۰۰۴	= ۱۴ رجب ۱۵۵۳	۲۲۷۰۱۳ (۳۲)
۹۹۰ هـ	۱۵۵۳	يا (۳۳ × ۱۰۰۴۳) = ۳۳۰۸۲۳	= ۵۷۷۸۳۹	= ۲۴ جنوري ۱۵۵۳	۳۳ (۳۳)
۱۰۲۰ هـ	۱۶۱۲	يا (۳۳ × ۱۰۰۴۳) = ۳۳۱۴۵۴	= ۵۸۸۵۴۸	= ۳ ربيع ۱۶۱۲	(۳۳) (دو صدي)
۱۰۵۰ هـ	۱۶۴۱	يا (۳۵ × ۱۰۰۴۳) = ۳۷۲۰۸۵	= ۵۹۹۰۹۹	= ۱۱ اپريل ۱۶۴۱	۳۵ (۳۵)
۱۰۸۰ هـ	۱۶۷۰	يا (۳۶ × ۱۰۰۴۳) = ۳۶۲۷۱۴	= ۴۰۹۷۳۰	= ۲۰ مئي ۱۶۷۰	۳۶ (۳۶)
۱۱۱۰ هـ	۱۶۹۹	يا (۳۷ × ۱۰۰۴۳) = ۳۷۳۳۴۷	= ۴۲۰۳۴۱	= ۲۸ جون ۱۶۹۹	۳۷ (۳۷)
۱۱۴۰ هـ	۱۷۲۸	يا (۳۸ × ۱۰۰۴۳) = ۳۸۳۹۷۸	= ۴۳۰۹۹۲	= ۷ اگست ۱۷۲۸	۳۸ (۳۸)
۱۱۷۰ هـ	۱۷۵۷	يا (۳۹ × ۱۰۰۴۳) = ۳۹۴۶۰۹	= ۴۴۱۶۲۳	= ۱۴ ستمبر ۱۷۵۷	۳۹ (۳۹)
۱۲۰۰ هـ	۱۷۸۶	يا (۴۰ × ۱۰۰۴۳) = ۴۰۵۲۴۰	= ۴۵۲۲۵۴	= ۲۳ اکتوبر ۱۷۸۶	۴۰ (۴۰)
۱۲۳۰ هـ	۱۸۱۵	يا (۴۱ × ۱۰۰۴۳) = ۴۱۵۸۷۱	= ۴۶۲۸۸۵	= ۲ دسمبر ۱۸۱۵	۴۱ (۴۱)
۱۲۶۰ هـ	۱۸۴۴	يا (۴۲ × ۱۰۰۴۳) = ۴۲۶۵۰۲	= ۴۷۳۵۱۵	= ۹ جنوري ۱۸۴۴	۴۲ (۴۲)
۱۲۹۰ هـ	۱۸۷۳	يا (۴۳ × ۱۰۰۴۳) = ۴۳۷۱۳۳	= ۴۸۴۱۴۷	= ۱۷ فوري ۱۸۷۳	۴۳ (۴۳)
۱۳۲۰ هـ	۱۹۰۲	يا (۴۴ × ۱۰۰۴۳) = ۴۴۷۷۶۴	= ۴۹۴۷۷۸	= ۲۹ ربيع ۱۹۰۲	۴۴ (۴۴)
۱۳۵۰ هـ	۱۹۳۱	يا (۴۵ × ۱۰۰۴۳) = ۴۵۸۳۹۵	= ۵۰۵۴۰۹	= ۴ مئي ۱۹۳۱	۴۵ (۴۵)
۱۳۸۰ هـ	۱۹۶۰	يا (۴۶ × ۱۰۰۴۳) = ۴۶۹۰۲۶	= ۵۱۶۰۴۰	= ۱۳ جون ۱۹۶۰	۴۶ (۴۶)
۱۴۱۰ هـ	۱۹۸۹	يا (۴۷ × ۱۰۰۴۳) = ۴۷۹۶۵۷	= ۵۲۶۶۷۱	= ۲۳ اگست ۱۹۸۹	۴۷ (۴۷)
۱۴۴۰ هـ	۲۰۱۸	يا (۴۸ × ۱۰۰۴۳) = ۵۱۰۲۸۸	= ۵۳۷۳۰۲	= ۳۱ اگست ۲۰۱۸	۴۸ (۴۸)
۱۴۷۰ هـ	۲۰۴۷	يا (۴۹ × ۱۰۰۴۳) = ۵۲۰۹۱۹	= ۵۴۷۹۳۰	= ۸ اکتوبر ۲۰۴۷	۴۹ (۴۹)
۱۵۰۰ هـ	۲۰۷۶	يا (۵۰ × ۱۰۰۴۳) = ۵۳۱۵۵۰	= ۵۵۸۵۶۴	= ۱۴ نومبر ۲۰۷۶	۵۰ (۵۰)
۱۵۳۰ هـ	۲۱۰۵	يا (۵۱ × ۱۰۰۴۳) = ۵۴۲۱۸۱	= ۵۶۹۱۹۵	= ۲۴ دسمبر ۲۱۰۵	۵۱ (۵۱)
۱۵۶۰ هـ	۲۱۳۴	يا (۵۲ × ۱۰۰۴۳) = ۵۵۲۸۱۲	= ۵۷۹۸۲۵	= ۳ فوري ۲۱۳۴	۵۲ (۵۲)
۱۵۹۰ هـ	۲۱۶۳	يا (۵۳ × ۱۰۰۴۳) = ۵۶۳۴۴۳	= ۵۹۰۴۵۷	= ۱۳ ربيع ۲۱۶۳	۵۳ (۵۳)
۱۶۲۰ هـ	۲۱۹۲	يا (۵۴ × ۱۰۰۴۳) = ۵۷۴۰۷۴	= ۶۰۱۰۸۸	= ۲۱ اپريل ۲۱۹۲	۵۴ (۵۴)
۱۶۵۰ هـ	۲۲۲۱	يا (۵۵ × ۱۰۰۴۳) = ۵۸۴۷۰۵	= ۶۱۱۷۱۹	= ۳ مئي ۲۲۲۱	۵۵ (۵۵)
۱۶۸۰ هـ	۲۲۵۰	يا (۵۶ × ۱۰۰۴۳) = ۵۹۵۳۳۶	= ۶۲۲۳۵۰	= ۸ جون ۲۲۵۰	۵۶ (۵۶)

پڑتال کے ان طریقوں اور احتیاطوں کے باوجود بھی یہ دعویٰ کرنا مشکل ہے کہ اس تقویم میں کوئی غلطی نہیں رہی۔ اور ایسا دعویٰ انسان کو زیب بھی نہیں دیتا۔ خطاؤں اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہ کون انسان ہے جس سے بھول، چوک، خطا اور تقصیر سرزد نہیں ہوتی؟ قواعد کی بات تو درکنار محض نقل کرنے میں بھی انسان سے اکثر غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ پھر دعویٰ کس بات کا؟ یہی کہا جاسکتا ہے کہ امکانی حد تک یہ تقویم درست تیار کی گئی ہے۔ اور اگر کوئی صاحب اس میں کسی غلطی یا اغلاط کی نشاندہی فرمائیں گے تو بشکر یہ قبول کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

میں یہ تقویم مکمل کر چکا تھا کہ ایک کتاب ”مختصر دائمی قمری تقویم“ مرتبہ علی محمد خان مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور نظر سے گزری۔ صاحب تصنیف اس موضوع میں ماشاء اللہ بہت تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور اس تصنیف پر انہوں نے محنت بھی خوب کی ہے۔ اگر ان کی اس کاوش کی داد نہ دی جائے تو یہ کم ظریفی ہوگی۔ میں نے اس کتاب کو اچھی طرح پڑھا اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔ البتہ اس میں جو چند باتیں مجھے کھٹکیں انہیں بلا کیف بیان کر دیتا ہوں :-

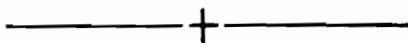
اس کتاب میں زیادہ تر جدول، نقشے اور نمائندہ حروف ہی دیئے گئے ہیں۔ جو غالباً مصنف کے اپنے ذہن کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ ایسے طریقے کم ہی دیئے گئے ہیں۔ جنہیں ہر کوئی استعمال کر سکے یا جانچ پڑتال کر سکے۔ اگر انہوں نے کہیں پڑتال کی بھی ہے۔ تو اپنے ہی تیار کردہ جدولوں سے کی ہے۔ عام قواعد سے نہیں کی۔

(۲) موصوف نے قمری تقویم کے پہلے دور کے پہلے حصہ کو سہ ماہی اور بعد کے چھ حصوں میں سے ہر ایک کو ۱۲۶ سال کی مدت قرار دیا ہے۔ جبکہ مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ پہلا دور ۶۴ سال کا آگے ہر دور ۱۲۰ سال کا ہے۔ اور اس کا ذکر میں نے تفصیل سے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں کیا ہے اور مصنف کے اس طریق کار سے فرق پڑ گیا ہے۔ اگر یہ فرق ایک دن کا ہو تو یہ گوارا ہوتا ہے اور اسے کئی وجوہ پر محمول کیا جاسکتا ہے مگر جب یہ فرق دو دن کا ہو تو غلطی سمجھی جائے گی۔ مثلاً آپ کے مہیا کردہ چارٹ کی رو سے یکم شوال ۱۴۱۲ھ (عید الفطر) کو اتوار آتا ہے۔ حالانکہ اس دن جمعہ تھا۔

(۳) نیز ہر دور کبیر کا پہلا دن یعنی یکم محرم کو جمعہ ہی ہو سکتا ہے اور اسے آپ تسلیم بھی کرتے ہیں (دیکھئے مذکورہ کتاب صفحہ ۲۵۲) مگر آپ کے مہیا کردہ چارٹ کی رو سے یکم محرم ۱۴۲۱ھ کو ہفتہ

۱۰۵۱ء کو ہفتہ اور ۱۲۶۱ھ ہفتہ درج ہے وغیرہ وغیرہ ملاحظہ کرنا تاریخوں کو جمع ہے اور آنا چاہیے۔  
میں نے چند باتوں کی نشاندہی کی ہے۔ کیونکہ یہ مجھے قاعدہ کے خلاف نظر آئیں ورنہ حاشا وکلا  
میرا مقصد کتاب کی غلطیاں پیش کرنا نہیں ہے۔

بایںہرمصنف کتاب جناب علی محمد خاں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تقویم موجودہ تمام متداول تقاویم  
سے صحیح تر ہے۔ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اگر اس تقویم کا یہ حال ہے تو میری مرتب کردہ  
تقویم کا کیا حال ہوگا اور میں تو انشاء اللہ ایسے لوگوں کا ممنون ہوں گا۔ بالخصوص اس وقت جبکہ یہ غلطی کسی  
مسئلہ قاعدہ سے تعلق رکھتی ہو۔









پہلے دور کے کارڈوں کا دوسرا دور یعنی (از ۳۱ مئی تا ۲۰ جون ۲۰۲۱ء)

ذاتی پتھر	ذاتی قیمت	شوال	رفضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رفعی الثانی	ربیع الاول	صفر	حرم	نہ
۲۹	۲۰ بنتہ	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۱
۱۷-۷	۱۷-۶	۱۹-۵	۱۹-۴	۲۱-۳	۲۰-۲	۲۳-۱	۲۳-۱	۲۴-۱۱	۲۵-۱۰	۲۶-۹	۲۷-۸	۲۸-۷
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۶۷	۷-۶	۸-۵	۹-۴	۱۰-۳	۹-۲	۱۰-۱	۱۱-۱۲	۱۲-۱۱	۱۳-۱۰	۱۴-۹	۱۵-۸	۱۶-۷
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۶-۶	۲۷-۵	۲۸-۴	۲۹-۳	۲۷-۲	۲۹-۱	۲۹-۱	۳۰-۱۲	۳۰-۱۱	۳۰-۱۰	۳۰-۹	۳۰-۸	۳۰-۷
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۵-۶	۱۶-۵	۱۷-۴	۱۸-۳	۱۷-۲	۱۸-۱	۱۸-۱	۱۹-۱۲	۱۹-۱۱	۱۹-۱۰	۱۹-۹	۱۹-۸	۱۹-۷
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
۳-۶	۴-۵	۵-۴	۶-۳	۶-۲	۷-۱	۸-۱	۹-۱۲	۱۰-۱۱	۱۱-۱۰	۱۲-۹	۱۳-۸	۱۴-۷
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۴-۵	۲۴-۴	۲۶-۳	۲۶-۲	۲۶-۱	۲۷-۱۲	۲۷-۱۱	۲۷-۱۰	۲۹-۹	۳۰-۸	۳۰-۷	۳۰-۶	۳۰-۵
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۳-۵	۱۴-۴	۱۵-۳	۱۵-۲	۱۵-۱	۱۶-۱۲	۱۷-۱۱	۱۸-۱۰	۱۹-۹	۲۰-۸	۲۱-۷	۲۲-۶	۲۳-۵
۲۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲-۵	۳-۴	۴-۳	۴-۲	۴-۱	۵-۱۲	۶-۱۱	۷-۱۰	۸-۹	۱۰-۸	۱۱-۷	۱۲-۶	۱۳-۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۱-۴	۲۲-۳	۲۳-۲	۲۳-۱	۲۳-۱۲	۲۳-۱۱	۲۳-۱۰	۲۳-۹	۲۴-۸	۲۴-۷	۲۴-۶	۲۴-۵	۲۴-۴
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۰-۴	۱۲-۳	۱۰-۲	۱۲-۱	۱۳-۱۲	۱۳-۱۱	۱۳-۱۰	۱۳-۹	۱۳-۸	۱۳-۷	۱۳-۶	۱۳-۵	۱۳-۴
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۱-۳	۳۱-۲	۳۱-۱	۳۱-۱۲	۳۱-۱۱	۳۱-۱۰	۳۱-۹	۳۱-۸	۳۱-۷	۳۱-۶	۳۱-۵	۳۱-۴	۳۱-۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۰-۳	۲۰-۲	۲۰-۱	۲۰-۱۲	۲۰-۱۱	۲۰-۱۰	۲۰-۹	۲۰-۸	۲۰-۷	۲۰-۶	۲۰-۵	۲۰-۴	۲۰-۳
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۸-۳	۸-۲	۹-۱	۱۱-۱۲	۱۱-۱۱	۱۳-۱۰	۱۳-۹	۱۵-۸	۱۶-۷	۱۷-۶	۱۸-۵	۱۸-۴	۱۸-۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۶-۲	۲۷-۱	۲۹-۱۲	۲۹-۱۱	۲۹-۱۰	۲۹-۹	۲۹-۸	۲۹-۷	۲۹-۶	۲۹-۵	۲۹-۴	۲۹-۳	۲۹-۲







۳- پیدل دوزیم کا پوٹ اور صغیر (از ۹۱ ہتا ۱۲۰ ہ) ۷/۷/۳۸

ذاتی پیمبر	ذاتی پیمبر	سزوال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	نتیجہ
۲۹	متنقل	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۹
4/10	4-9	6-8	7-7	8-6	9-5	10-4	11-3	10-2	11-1	13-12	13-11	709
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۲
23-9	25-8	26-7	27-6	28-5	29-4	30-3	متنقل	30-1	31-12	2-12	2-11	710
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۳
12-9	13-8	15-7	15-6	16-5	17-4	18-3	18-2	19-1	20-12	21-12	21-11	711
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۴
1-9	2-8	4-7	4-6	5-5	6-4	8-3	6-2	8-1	9-12	9-12	11-11	712
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۵
21-8	23-7	23-6	25-5	25-4	27-3	25-2	27-1	28-12	29-11	30-10	30-9	713
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۶
11-8	12-7	13-6	14-5	15-4	16-3	14-2	16-1	17-12	18-11	19-10	20-9	714
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۷
30-7	1-7	1-6	2-5	3-4	4-3	4-2	5-1	7-12	7-11	9-10	9-9	715
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۸
19-7	20-6	21-5	22-4	23-3	22-2	23-1	25-12	25-11	27-10	27-9	29-8	716
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۹۹
9-7	9-6	11-5	11-4	13-3	11-2	13-1	14-12	15-11	16-10	16-9	18-8	717
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۰
28-6	30-5	30-4	متنقل	30-3	31-1	2-12	3-12	4-11	5-10	6-9	7-8	718
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۱
17-6	18-5	18-4	20-3	19-2	21-1	22-12	23-11	24-10	25-9	26-8	28-7	719
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۲
6-6	7-5	8-4	9-3	8-2	9-1	11-12	11-11	13-10	13-9	15-8	16-7	720
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۳
25-5	27-4	28-3	27-2	28-1	30-12	30-11	متنقل	2-10	2-9	4-8	5-7	721
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴
16-5	16-4	18-3	16-2	17-1	19-12	19-11	21-10	21-9	23-8	24-7	25-6	722





ہیلتہ دوریکہ کلچرل ڈوریکہ (از ۱۲۱ تا ۱۵۰) ۱۳۸ھ ۶۷۷ھ

رقبہ	شمال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹ ذی الحجہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ رمضان	۳۰ شعبان	۲۹ رجب	۳۰ جمادی الثانی	۲۹ جمادی الاول	۳۰ ربیع الثانی	۲۹ ربیع الاول	۳۰ صفر	۳۰ محرم	۱۲۱
۲۹ الثور	۳۰ جمیعہ	۳۰ رمضان	۲۹ شعبان	۲۹ رجب	۳۰ جمادی الثانی	۲۹ جمادی الاول	۳۰ ربیع الثانی	۲۹ ربیع الاول	۳۰ صفر	۳۰ محرم	۱۲۱
۱۲/۱۱	۱۳/۱۰	۱۴/۹	۱۵/۸	۱۶/۷	۱۹/۵	۱۹/۴	۲۱/۳	۱۹/۲	۲۱/۱	۲۲/۱۲	۱۲۱
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۲
۳۱/۱۰	۲۰/۱۰	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۲
۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۳
۲۱/۱۰	۲۱/۹	۲۳/۸	۲۴/۷	۲۶/۶	۲۶/۵	۲۸/۴	۲۸/۳	۲۸/۲	۳۰/۱	۳۰/۱۲	۱۲۳
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۴
۱۰/۱۰	۱۰/۹	۱۲/۸	۱۳/۷	۱۴/۶	۱۶/۴	۱۶/۳	۱۶/۲	۱۷/۱	۱۹/۱۲	۱۹/۱۱	۱۲۴
۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۵
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۵
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۶
۱۸/۹	۱۷/۸	۲۱/۷	۲۱/۶	۲۳/۵	۲۳/۴	۲۴/۳	۲۴/۲	۲۵/۱	۲۷/۱۲	۲۷/۱۱	۱۲۶
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۷
۷/۹	۹/۸	۱۰/۷	۱۰/۶	۱۲/۵	۱۲/۴	۱۴/۳	۱۲/۲	۱۵/۱	۱۶/۱۲	۱۶/۱۱	۱۲۷
۲۰ رمضان	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۸
۲۷/۸	۲۹/۷	۲۹/۶	۳۰/۵	۳۰/۴	۳۰/۳	۳۰/۲	۳۰/۱	۳۰/۱۲	۳۰/۱۱	۳۰/۱۰	۱۲۸
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۲۹
۱۷/۸	۱۸/۷	۱۹/۶	۲۰/۵	۲۱/۴	۲۱/۳	۲۱/۲	۲۱/۱	۲۱/۱۲	۲۵/۱۰	۲۶/۹	۱۲۹
۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۰
۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۰
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۱
۲۶/۷	۲۶/۶	۲۷/۵	۲۸/۴	۲۹/۳	۲۹/۲	۲۹/۱	۲۹/۱۲	۳۰/۱۱	۳۰/۱۰	۳۰/۹	۱۳۱
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۲
۱۵/۷	۱۵/۶	۱۷/۵	۱۷/۴	۱۹/۳	۱۹/۲	۱۹/۱	۲۰/۱۲	۲۰/۱۱	۲۲/۱۰	۲۳/۹	۱۳۲
۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۳
۴/۷	۵/۶	۶/۵	۷/۴	۸/۳	۷/۲	۸/۱	۸/۱۲	۸/۱۱	۱۰/۱۰	۱۱/۱۰	۱۳۳
۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۲۹ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۳۰ جمیعہ	۱۳۴
۲۳/۶	۲۴/۵	۲۵/۴	۲۶/۳	۲۷/۲	۲۷/۱	۲۸/۱۲	۲۸/۱۱	۲۹/۱۰	۳۰/۹	۳۰/۸	۱۳۴

















روزنامہ روز کیمبر کا ڈور سے ڈور صیغہ (از ۲۲۱ تا ۲۷۰) ۸۸۲ء تا ۸۵۵ء

روزنامہ	صفحہ	تاریخ الاول	تاریخ ثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	زی الحجہ
۲۲۱	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶
۲۲۲	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷
۲۲۳	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸
۲۲۴	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹
۲۲۵	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰
۲۲۶	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱
۲۲۷	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲
۲۲۸	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳
۲۲۹	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴
۲۳۰	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵
۲۳۱	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶
۲۳۲	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷
۲۳۳	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸
۲۳۴	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹
۲۳۵	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰







دور نمبر ۱۱۳ تا ۳۳۲ (از ۱۱۳ تا ۳۳۲) ۱۱ دور سے دور نمبر کا مجموعہ

ذاتی نمبر	رقبہ	شوقال	رضوان	شیخان	رحیب	جمالی الشان	جمالی الایل	منیر الشان	ربیع الایل	صف	مجموعہ	حصہ
۲۹	منگل	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۷	3.6	5.5	5.4	7.3	5.2	7.1	9.14	8.12	9.11	10.10	11.9	12.8
۲۹	بھارت	۲۹	منگل	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۹	۲۴.5	24.4	26.3	24.2	26.1	21.2	28.11	29.10	29.9	31.8	31.8	31.8
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۱۱.6	12.5	13.4	14.3	13.2	15.1	16.12	17.11	18.10	19.9	20.8	22.7	23.6
۳۰	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۱.5	۱.5	2.4	3.3	2.2	3.1	4.12	5.11	6.10	7.9	8.8	9.7	10.7
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۰.5	21.4	22.3	21.2	22.1	24.12	24.11	26.10	26.9	28.8	29.7	29.6	29.6
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۱۰.5	10.4	12.3	10.2	12.1	13.12	13.11	15.10	15.9	17.8	18.7	19.6	19.6
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
28.4	0.3	29.2	30.1	29.20	3.12	3.11	4.10	5.9	6.8	8.7	8.6	8.6
۱۱.4	19.5	17.2	19.1	20.12	21.11	22.10	23.9	24.8	26.7	26.6	28.5	28.5
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
7.4	8.3	7.2	8.1	10.12	10.11	12.9	12.9	14.8	15.7	15.6	17.5	17.5
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
27.3	26.2	27.1	29.12	29.11	30.10	1.10	1.9	3.8	4.7	5.6	6.5	6.5
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
16.3	15.2	16.1	18.12	18.11	20.10	20.9	22.8	23.7	24.6	25.5	26.4	26.4
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
5.3	3.2	5.1	6.12	7.11	8.10	1.9	10.8	12.7	12.6	14.5	14.4	14.4
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
22.2	23.1	25.12	26.11	27.10	26.9	29.8	31.7	31.6	33.5	33.4	34.3	34.3
۲۹	بھارت	۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
12.2	13.1	15.12	15.11	16.10	17.9	18.8	20.7	20.6	22.5	22.4	24.3	24.3

1-2	21.928	4.12	4.11	6.10	6.9	8.8	9.1	10.9	11.5	12.4	13.9	927	311	15
3	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
26.1	929	22.12	22.11	24.10	24.9	26.8	27.1	28.6	29.5	30.4	31.3	928	312	(13)
27	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
10-1	930	11.12	11.11	13.10	14.9	15.8	17.7	17.6	18.5	19.4	20.3	929	313	10
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
30-12	30.12	30.11	1.11	2.10	3.9	4.8	6.7	6.6	8.5	8.4	10.3	930	314	(8)
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
14-12	20.11	21.10	22.9	23.8	25.7	25.6	27.6	27.4	29.3	29.3	27.2	931	315	14
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
5-12	8.11	10.10	10.11	12.8	13.7	14.6	15.5	15.5	16.4	17.3	18.1	932	316	10
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
20	21.11	29.10	29.8	31.8	1.8	3.7	3.4	4.3	5.4	6	5.2	933	317	(11)
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
17-11	18.10	18.9	21.8	21.7	22.6	23.5	24.4	25.3	24.2	25	934	318	10	
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
6-11	7.10	8.9	9.8	11.7	11.6	13.5	13.4	15.3	15.2	15.1	16.12	934	319	10
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
20-10	20.1	21.8	24.7	24.6	26.5	27.4	28.3	30.2	30.1	31	32	935	320	(12)
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
15-10	11.9	11.8	18.1	19.6	20.5	20.4	22.3	20.2	22.1	23.12	24.11	935	321	10
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
4-10	4.9	6.8	7.7	8.6	9.5	10.4	11.3	10.2	11.1	13.12	13.1	937	322	(11)
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
23-9	23.8	26.7	27.6	28.5	27.4	30.3	1.3	30.1	1.1	2.12	3.11	938	323	10
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
12-9	13.8	13.7	15.6	17.5	17.4	19.3	18.2	19.1	21.12	21.11	23.10	939	324	10
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30
7-9	3.8	4.7	5.6	6.5	6.4	8.3	6.2	8.1	9.11	9.12	10.11	940	325	(14)
30	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30
2-8	23.7	23.6	25.4	25.4	27.3	25.2	27.1	28.12	29.11	30.10	31.9	941	326	10
30	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30	تعميرات 24	تعميرات 24	بده 30	بقيه 30







# ۱۳۔ کوئٹہ سے دور کیمیا کیسٹ اور صغیر (از ۳۱۱ تا ۳۹۰) ۱۹۷۱ء تا ۳۹۰ء

تاریخ	نمبر	صنف	پریشانی اول	پریشانی ثانی	جمالی الاول	جمالی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعد	ذی الحجہ
۱	۳۱۱	۳۰	۲۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
		مستقل	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰	۲۶۱۰
		مستقل	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰	۲۷۱۰
		مستقل	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰	۲۸۱۰
		مستقل	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰	۲۹۱۰
		مستقل	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰	۳۰۱۰
		مستقل	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰	۳۱۰۰
		مستقل	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰	۳۲۰۰
		مستقل	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰
		مستقل	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰
		مستقل	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰
		مستقل	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰
		مستقل	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰	۳۷۰۰
		مستقل	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰	۳۸۰۰
		مستقل	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰	۳۹۰۰
		مستقل	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰







۱۳۔ کوئٹہ سے دور کیمپ کا پچھٹا آور صغیر (از ۳۲۱ تا ۳۹۰) ۱۰۰۰

ذاتی پچھڑ	ذیقعد	شوال	رضضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	رجب الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	اتوار ۳۰	پہنتہ ۳۱	پہنتہ ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۲۹	اتوار ۳۰	اتوار ۳۰	پہنتہ ۲۹	منگل ۳۰	۳۲۱
۱۸۰۹	۱۹۰۸	۲۱۰۷	۲۱۰۶	۲۳۰۵	۲۳۰۴	۲۵۰۳	۲۵۰۲	۲۶۰۱	۲۶۰۱	۲۷۰۱	۲۷۱۰	۲۹۱۰
۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	منگل ۳۰	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۲۲
۷۰۴	۹۰۸	۱۰۰۱	۱۱۰۶	۱۲۰۵	۱۳۰۴	۱۴۰۳	۱۴۰۲	۱۴۰۱	۱۴۰۱	۱۵۰۱	۱۶۰۱	۱۷۰۰
۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۲۳
۲۰۸۸	۲۱۰۷	۲۱۰۶	۲۱۰۶	۲۱۰۵	۲۲۰۴	۲۳۰۳	۲۳۰۲	۲۳۰۱	۲۳۰۱	۲۴۰۱	۲۴۰۱	۲۶۰۱
۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۲۹	پہنتہ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۲۴
۱۷۰۸	۱۸۰۷	۱۹۰۶	۱۹۰۶	۲۰۰۵	۲۱۰۴	۲۲۰۳	۲۲۰۲	۲۲۰۱	۲۲۰۱	۲۳۰۱	۲۳۰۱	۲۵۰۱
۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۲۵
۵۰۸	۶۰۷	۷۰۶	۷۰۶	۸۰۵	۹۰۴	۱۰۰۳	۱۰۰۲	۱۰۰۲	۱۱۰۱	۱۲۰۱	۱۲۰۱	۱۴۰۱
۳۰	پہنتہ ۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۲۹	پہنتہ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۲۶
۲۶۰۱	۲۶۰۱	۲۷۰۰	۲۷۰۰	۲۸۰۰	۲۸۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۳۰۰۰	۳۰۰۰	۳۲۷
۱۵۰۷	۱۶۰۶	۱۷۰۵	۱۷۰۴	۱۹۰۳	۱۷۰۲	۱۹۰۱	۱۹۰۱	۲۰۰۱	۲۱۰۱	۲۲۰۱	۲۳۰۱	۲۴۰۱
۲۰	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	پہنتہ ۳۰	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۲۸
۴۰۱	۵۰۰	۶۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰	۱۱۰۰	۱۲۰۰	۱۳۰۰	۱۴۰۰
۲۹	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۲۹
۲۳۰۶	۲۴۰۵	۲۵۰۴	۲۶۰۳	۲۶۰۲	۲۷۰۱	۲۸۰۰	۲۸۰۰	۲۸۰۰	۲۸۰۰	۲۹۰۰	۲۹۰۰	۳۱۰۰
۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۳۰	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۳۰
۱۲۰۶	۱۴۰۵	۱۶۰۴	۱۶۰۳	۱۷۰۲	۱۸۰۱	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۱۹۰۰	۲۰۰۰	۲۱۰۰	۲۲۰۰
۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۳۱
۲۰۶	۳۰۵	۴۰۴	۴۰۳	۵۰۳	۶۰۲	۷۰۱	۷۰۱	۷۰۱	۷۰۱	۸۰۱	۹۰۱	۱۰۰۰
۲۹	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۳۲
۲۲۰۵	۲۲۰۴	۲۳۰۳	۲۳۰۲	۲۴۰۱	۲۵۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۲۷۰۰	۲۷۰۰	۲۹۰۰
۳۰	پہنتہ ۲۹	اتوار ۳۰	بھڑ ۳۰	منگل ۲۹	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۲۹	پہنتہ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	پہنتہ ۳۰	۳۳۳
۱۰۰۵	۱۱۰۴	۱۲۰۳	۱۲۰۲	۱۳۰۱	۱۴۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰	۱۶۰۰	۱۶۰۰	۱۸۰۰
۲۹	بھڑ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	منگل ۳۰	پہنتہ ۳۰	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	بھڑ ۲۹	۳۳۴
۳۰۰۴	۳۱۰۳	۳۲۰۲	۳۲۰۱	۳۳۰۰	۳۴۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۵۰۰	۳۶۰۰	۳۶۰۰	۳۸۰۰



# ۱۳۔ روکے دور کیمیا کائناتوں دور صغیر (از ۱۳۱۹ء تا ۱۳۲۰ء)

ذاتی نمبر	ذاتی تصدیق	شوقال	رضفشان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۱
28.10	28.9	30.9	31.7	2.7	2.6	4.5	4.4	6.3	4.2	6.1	1001/7.12	1000
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۹۲
۱۷/۱۰	۱۸.۹	۱۹.۸	2۰.7	2۰.6	23.5	23.4	24.3	23.2	24.1	26.1	1002	26.12
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۳
7.10	7.9	9.8	10.7	10.6	12.5	12.4	14.3	12.2	14.1	16.1	1003	15.12
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۴
25.9	2۶.۸	28.7	28.6	30.5	3۰.4	1.4	2.3	2.2	3.1	5.1	1004	5.12
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۹۵
14.9	16.8	17.7	18.6	14.5	20.4	21.3	20.2	21.1	23.2	23.1	1005	23.12
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۶
4.5	5.4	7.1	7.6	9.5	9.4	10.3	9.2	10.1	12.2	12.1	1006	12.12
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۹۷
24.8	2۰.7	2۶.6	27.5	28.4	29.3	28.2	29.1	31.2	1.12	2.11	1007	2.11
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۸
12.8	14.7	14.6	16.5	16.4	18.3	17.2	19.1	20.2	21.1	22.10	1007	23.10
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۹
2.8	3.7	4.6	5.5	6.4	7.3	6.2	7.1	8.2	9.11	10.10	1008	11.9.1008
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۹۹
22.7	23.6	24.5	25.4	26.3	24.2	26.1	27.12	28.11	29.10	30.9	1009	31.8.1009
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۹
12.7	12.6	13.5	14.4	15.3	14.2	15.1	17.12	17.11	19.10	19.9	1010	21.8.1010
۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۹۹
30.6	31.5	2.5	2.4	4.3	3.2	5.1	6.12	7.11	8.10	9.1	10.1011	10.8.1011
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۹
19.6	21.5	21.4	1.5	2.2	3.1	4.12	5.11	6.10	7.9	8.8	1012	29.7.1012
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۹۹
9.6	10.5	11.4	12.3	10.2	12.1	13.12	14.11	15.10	16.9	17.8	19.7.1013	19.7.1013





پتہ نمبر ۱۵ سے زور کھینچ کر ایک ڈور صغیر (از ۲۲۱ تا ۲۵۰) ۱۰/۱۰/۵۹

ذیلی پتہ	ذیقعدہ	شمال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجح الثانی	رجح الاول	صفر	محرم	تاریخ	
۲۹ ذیلی پتہ	۳۰ ذیقعدہ	۲۹ جمعہ	۲۹ پیدہ	۳۰ منگل	۲۹ آوار	۳۰ پیدہ	۲۹ جمعرات	۳۰ پیدہ	۲۹ جمعہ	۳۰ آوار	۳۰ جمعہ	۲۲۱	
6.12	6.11	8.10	8.9	10.8	11.7	12.6	13.5	14.4	15.3	14.2	15.1	1030	
۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ پیدہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۲۲۲	
2.511	27.10	27.9	29.8	30.7	۱.7	۲.6	۳.۵	3.4	4.3	۳.۳	4.1	1031	
۲۹ پیدہ	۳۰ پیدہ	۲۹ آوار	۳۰ جمعہ	۲۹ منگل	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۲۳	
14.11	13.10	16.9	17.8	18.1	19.6	20.5	21.4	22.3	23.1	23.1	23.2	1032	
۲۹ آوار	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۲۴	
3.11	4.11	5.9	6.8	8.7	۱۰.6	10.5	10.4	12.3	10.2	12.1	10.3	1033	
۲۹ جمعرات	۳۰ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۱ آوار	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ پیدہ	۳۰ جمعہ	۲۲۵	
23.10	24.1	23.8	27.7	27.6	29.3	29.4	31.3	31.3	31.1	۱.۰	1034	2.12	1035
۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ پیدہ	۳۰ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ آوار	۲۹ جمعہ	۲۲۶	
13.10	13.9	15.8	15.7	۱6.6	۱8.5	18.4	20.3	18.2	20.1	1035	21.12	22.11	1034
۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۰ پیدہ	۳۰ پیدہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ منگل	۳۰ جمعہ	۲۸ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ پیدہ	۲۲۷	
1.10	2.1	3.8	4.7	5.6	6.5	7.4	8.3	8.2	9.1	1036	11.12	11.11	1035
۲۹ پیدہ	۳۰ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ پیدہ	۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۸ جمعہ	۲۲۸	
20.9	22.8	23.1	24.6	25.5	26.4	27.3	28.2	27.1	29.12	29.12	29.11	1037	
۲۹ پیدہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۲۹	
10.9	11.8	13.7	13.6	15.5	15.4	17.3	15.2	17.1	1038	18.12	13.11	1037	
۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۳۰	
30.8	1.8	2.7	3.6	4.5	4.4	6.3	4.2	6.1	1039	7.12	8.11	1038	
۲۹ پیدہ	۳۰ پیدہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ منگل	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۳۱	
19.8	20.7	20.6	22.5	22.4	24.3	23.2	25.1	26.12	27.11	28.10	29.10	1039	
۲۹ آوار	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۳۲	
6.8	9.7	10.6	11.5	12.4	13.3	12.2	13.1	15.12	15.11	17.10	17.9	1040	
۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ منگل	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۳۳	
28.7	29.6	30.5	1.5	1.4	3.3	1.2	3.1	4.12	4.11	6.12	6.9	1041	
۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ منگل	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعہ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۹ جمعہ	۲۳۴	
18.7	18.6	20.5	20.4	21.3	20.2	21.1	23.12	23.11	25.10	25.9	27.8	1042	







تیسرے روز کے کٹیسرا روز جمعہ (از ۲۸/۱ تا ۳۱/۱) ۱۰۸۸ء ۱۱۱۷ء

روز	تہذیب	سوال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	تاریخ
۲۹	ذی الحجہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۱
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۱
۲۱:۲	۲۲:۱۱ 1089	24:12	24:11	26:10	26:9	28:8	29:7	30:6	31:5	2:5	2:4 1088	۱
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۲
۱۰:۲	۱۲:۱ 1090	13:12	14:11	15:10	16:9	18:8	19:7	19:6	20:5	21:4	22:3 1089	۲
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۳
3:1	۱:۱ 1091	5:12	3:1	4:10	5:9	6:8	8:7	8:6	10:5	10:4	12:3 1090	۳
۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۴
20:۱ 1092	21:12	22:11	23:10	24:9	25:8	27:7	27:6	29:5	29:4	31:3	۱:3 1091	۴
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۵
8:۱ 1093	۲:۱۲	10:11	12:10	12:9	14:8	15:7	16:6	17:5	18:4	19:3	18:2 1092	۵
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۶
29:12	29:11	31:10	1:10	2:9	3:8	4:7	5:6	6:5	7:4	8:3	7:2 1093	۶
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۷
18:12	19:11	20:10	20:9	22:8	23:7	24:6	25:5	26:4	27:3	26:2	27:1 1094	۷
۳۰	بھارت	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۲۸۸
7:12	8:11	9:10	10:9	11:8	13:7	13:6	15:5	15:4	17:3	15:2	17:1 1095	۸
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۸۹
26:11	27:10	28:9	31:7	31:6	1:7	2:6	3:5	4:4	5:3	4:2	6:1 1096	۹
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹۰
15:1۱	17:10	17:9	19:8	20:7	20:6	21:5	22:4	24:3	22:2	24:1 1097	25:2 1096	۱۰
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹۱
5:11	6:10	6:9	8:8	9:7	10:6	11:5	12:4	13:3	12:2	13:1 1098	15:2 1097	۱۱
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹۲
25:10	25:9	27:8	28:7	29:6	30:5	۱:5	۱:4	3:3	۱:2	3:۱ 1099	4:2 1098	۱۲
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹۳
14:10	15:9	16:8	18:7	18:6	20:5	20:4	22:3	20:2	21:1 1100	23:12	23:11 1099	۱۳
۲۹	بھارت	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹۴
4:۱۱	4:9	6:8	7:7	7:6	9:5	9:4	11:3	9:2	11:1 1101	12:12	13:11 1100	۱۴











۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۹-۱۲	۹-۱۱	۱۱-۱۰	۱۱-۹	۱۳-۸	۱۴-۱	۱۵-۶	۱۶-۵	۱۷-۴	۱۸-۳	۱۸-۲	۱۹-۱-۱۱۶۰	۲۰-۵۵۵	۲۱-۵۵۵	۲۲-۵۵۵	۲۳-۵۵۵	۲۴-۵۵۵	۲۵-۵۵۵	۲۶-۵۵۵	۲۷-۵۵۵	۲۸-۵۵۵	۲۹-۵۵۵
مستقل	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹
۳۰-۱۱	۳۰-۹	۳۰-۹	۱-۹	۲-۸	۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴	۸-۳	۱۰-۲	۱۱-۱-۱۱۶۱	۱۲-۵۵۶	۱۳-۵۵۶	۱۴-۵۵۶	۱۵-۵۵۶	۱۶-۵۵۶	۱۷-۵۵۶	۱۸-۵۵۶	۱۹-۵۵۶	۲۰-۵۵۶	۲۱-۵۵۶
۱۸-۱۱	۱۹-۱۱	۲۰-۹	۲۱-۸	۲۲-۷	۲۳-۶	۲۴-۵	۲۵-۴	۲۶-۳	۲۷-۲	۲۸-۱	۲۹-۱-۱۱۶۲	۳۰-۵۵۷	۳۱-۵۵۷	۳۲-۵۵۷	۳۳-۵۵۷	۳۴-۵۵۷	۳۵-۵۵۷	۳۶-۵۵۷	۳۷-۵۵۷	۳۸-۵۵۷	۳۹-۵۵۷
۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	
۷-۱۱	۸-۱۰	۹-۹	۱۰-۸	۱۱-۷	۱۲-۶	۱۳-۵	۱۴-۴	۱۵-۳	۱۶-۲	۱۷-۱	۱۸-۱-۱۱۶۳	۱۹-۵۵۸	۲۰-۵۵۸	۲۱-۵۵۸	۲۲-۵۵۸	۲۳-۵۵۸	۲۴-۵۵۸	۲۵-۵۵۸	۲۶-۵۵۸	۲۷-۵۵۸	۲۸-۵۵۸
۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۲۶-۱۰	۲۷-۹	۲۸-۸	۲۹-۷	۳۰-۶	۳۱-۵	۳۲-۴	۳۳-۳	۳۴-۲	۳۵-۱	۳۶-۱-۱۱۶۴	۳۷-۵۵۹	۳۸-۵۵۹	۳۹-۵۵۹	۴۰-۵۵۹	۴۱-۵۵۹	۴۲-۵۵۹	۴۳-۵۵۹	۴۴-۵۵۹	۴۵-۵۵۹	۴۶-۵۵۹	۴۷-۵۵۹
۱۶-۱۰	۱۶-۹	۱۸-۸	۱۹-۷	۲۰-۶	۲۱-۵	۲۲-۴	۲۳-۳	۲۴-۲	۲۵-۱	۲۶-۱-۱۱۶۵	۲۷-۵۶۰	۲۸-۵۶۰	۲۹-۵۶۰	۳۰-۵۶۰	۳۱-۵۶۰	۳۲-۵۶۰	۳۳-۵۶۰	۳۴-۵۶۰	۳۵-۵۶۰	۳۶-۵۶۰	۳۷-۵۶۰
۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	
۵-۱۰	۶-۹	۷-۸	۸-۷	۹-۶	۱۰-۵	۱۱-۴	۱۲-۳	۱۳-۲	۱۴-۱	۱۵-۱-۱۱۶۶	۱۶-۵۶۱	۱۷-۵۶۱	۱۸-۵۶۱	۱۹-۵۶۱	۲۰-۵۶۱	۲۱-۵۶۱	۲۲-۵۶۱	۲۳-۵۶۱	۲۴-۵۶۱	۲۵-۵۶۱	۲۶-۵۶۱
۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۲۵-۹	۲۶-۸	۲۷-۷	۲۸-۶	۲۹-۵	۳۰-۴	۳۱-۳	۳۲-۲	۳۳-۱	۳۴-۱-۱۱۶۷	۳۵-۵۶۲	۳۶-۵۶۲	۳۷-۵۶۲	۳۸-۵۶۲	۳۹-۵۶۲	۴۰-۵۶۲	۴۱-۵۶۲	۴۲-۵۶۲	۴۳-۵۶۲	۴۴-۵۶۲	۴۵-۵۶۲	۴۶-۵۶۲
۱۸-۹	۱۹-۸	۲۰-۷	۲۱-۶	۲۲-۵	۲۳-۴	۲۴-۳	۲۵-۲	۲۶-۱	۲۷-۱-۱۱۶۸	۲۸-۵۶۳	۲۹-۵۶۳	۳۰-۵۶۳	۳۱-۵۶۳	۳۲-۵۶۳	۳۳-۵۶۳	۳۴-۵۶۳	۳۵-۵۶۳	۳۶-۵۶۳	۳۷-۵۶۳	۳۸-۵۶۳	۳۹-۵۶۳
۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	
۲-۹	۳-۸	۴-۷	۵-۶	۶-۵	۷-۴	۸-۳	۹-۲	۱۰-۱	۱۱-۱-۱۱۶۹	۱۲-۵۶۴	۱۳-۵۶۴	۱۴-۵۶۴	۱۵-۵۶۴	۱۶-۵۶۴	۱۷-۵۶۴	۱۸-۵۶۴	۱۹-۵۶۴	۲۰-۵۶۴	۲۱-۵۶۴	۲۲-۵۶۴	۲۳-۵۶۴
۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۲۳-۹	۲۴-۸	۲۵-۷	۲۶-۶	۲۷-۵	۲۸-۴	۲۹-۳	۳۰-۲	۳۱-۱	۳۲-۱-۱۱۷۰	۳۳-۵۶۵	۳۴-۵۶۵	۳۵-۵۶۵	۳۶-۵۶۵	۳۷-۵۶۵	۳۸-۵۶۵	۳۹-۵۶۵	۴۰-۵۶۵	۴۱-۵۶۵	۴۲-۵۶۵	۴۳-۵۶۵	۴۴-۵۶۵
۱۲-۸	۱۳-۷	۱۴-۶	۱۵-۵	۱۶-۴	۱۷-۳	۱۸-۲	۱۹-۱	۲۰-۱-۱۱۷۱	۲۱-۵۶۶	۲۲-۵۶۶	۲۳-۵۶۶	۲۴-۵۶۶	۲۵-۵۶۶	۲۶-۵۶۶	۲۷-۵۶۶	۲۸-۵۶۶	۲۹-۵۶۶	۳۰-۵۶۶	۳۱-۵۶۶	۳۲-۵۶۶	۳۳-۵۶۶
۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	
۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴	۷-۳	۸-۲	۹-۱	۱۰-۱-۱۱۷۲	۱۱-۵۶۷	۱۲-۵۶۷	۱۳-۵۶۷	۱۴-۵۶۷	۱۵-۵۶۷	۱۶-۵۶۷	۱۷-۵۶۷	۱۸-۵۶۷	۱۹-۵۶۷	۲۰-۵۶۷	۲۱-۵۶۷	۲۲-۵۶۷	۲۳-۵۶۷	۲۴-۵۶۷
۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۲۱-۷	۲۲-۶	۲۳-۵	۲۴-۴	۲۵-۳	۲۶-۲	۲۷-۱	۲۸-۱-۱۱۷۳	۲۹-۵۶۸	۳۰-۵۶۸	۳۱-۵۶۸	۳۲-۵۶۸	۳۳-۵۶۸	۳۴-۵۶۸	۳۵-۵۶۸	۳۶-۵۶۸	۳۷-۵۶۸	۳۸-۵۶۸	۳۹-۵۶۸	۴۰-۵۶۸	۴۱-۵۶۸	۴۲-۵۶۸
۱۰-۷	۱۱-۶	۱۲-۵	۱۳-۴	۱۴-۳	۱۵-۲	۱۶-۱	۱۷-۱-۱۱۷۴	۱۸-۵۶۹	۱۹-۵۶۹	۲۰-۵۶۹	۲۱-۵۶۹	۲۲-۵۶۹	۲۳-۵۶۹	۲۴-۵۶۹	۲۵-۵۶۹	۲۶-۵۶۹	۲۷-۵۶۹	۲۸-۵۶۹	۲۹-۵۶۹	۳۰-۵۶۹	۳۱-۵۶۹
۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۲۹-۶	۳۰-۵	۳۱-۴	۳۲-۳	۳۳-۲	۳۴-۱	۳۵-۱-۱۱۷۵	۳۶-۵۷۰	۳۷-۵۷۰	۳۸-۵۷۰	۳۹-۵۷۰	۴۰-۵۷۰	۴۱-۵۷۰	۴۲-۵۷۰	۴۳-۵۷۰	۴۴-۵۷۰	۴۵-۵۷۰	۴۶-۵۷۰	۴۷-۵۷۰	۴۸-۵۷۰	۴۹-۵۷۰	۵۰-۵۷۰

۲۰۔ میسرے ڈور کیم کا چھٹا ڈور میسرے (از ۵۷۱ تا ۶۰۰) ۱۲/۱۲/۲۰

ذاتی ایجنسی	ڈیٹنمبر	شوراء	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاولیٰ	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	حصہ	
۲۹	۳۰ جمعہ	۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ ہفتہ	۲۹ جمعرات	۳۰ بدھ	۲۹ پیر	۳۰ آوار	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ جمعرات	۵۷۱
	۱۸-۶	۱۹-۵	۲۰-۴	۲۱-۳	۲۲-۲	۲۳-۱	۲۴-۱	۲۵-۱۰	۲۶-۹	۲۷-۸	۲۸-۷	۲۹-۶	۲۹-۷
۳۰	۲۹ پیر	۳۰ ہفتہ	۲۹ جمعہ	۳۰ بدھ	۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ منگل	۳۰ پیر	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۲
	۷-۰	۹-۵	۹-۴	۱۱-۳	۱۲-۲	۱۳-۱	۱۴-۱۰	۱۵-۱۰	۱۶-۹	۱۷-۸	۱۸-۷	۱۹-۶	۲۰-۵
۲۹	۳۰ اتوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ ہفتہ	۳۰ جمعرات	۲۹ بدھ	۳۰ جمعرات	۲۹ پیر	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۳
	۲۸-۵	۲۸-۴	۳۰-۳	۲۸-۲	۲۹-۱	۳۰-۱۰	۳۱-۱۰	۱-۹	۲-۸	۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴
۲۹	۳۰ جمعرات	۲۹ منگل	۲۹ پیر	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۴
	۱۷-۵	۱۷-۴	۱۹-۳	۱۷-۲	۱۹-۱	۱۹-۱۰	۲۰-۱۰	۲۱-۱۰	۲۲-۱۰	۲۳-۹	۲۴-۸	۲۵-۷	۲۶-۶
۳۰	۲۹ پیر	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ پیر	۳۰ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۵
	۵-۵	۶-۴	۷-۳	۷-۲	۸-۱	۱۰-۱۰	۱۱-۱۰	۱۲-۱۰	۱۳-۹	۱۴-۸	۱۵-۷	۱۶-۶	۱۷-۵
۲۹	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ بدھ	۲۹ پیر	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ منگل	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۶
	۲۵-۴	۲۶-۳	۲۵-۲	۲۶-۱	۲۸-۱۰	۲۸-۱۰	۲۹-۱۰	۳۰-۸	۳۱-۸	۱-۷	۲-۶	۳-۵	۴-۴
۳۰	۲۹ اتوار	۳۰ جمعرات	۲۹ بدھ	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۷
	۱۶-۱	۱۶-۳	۱۴-۲	۱۵-۱	۱۷-۱۰	۱۷-۱۰	۱۹-۱۰	۲۰-۸	۲۱-۸	۲۲-۷	۲۳-۶	۲۴-۵	۲۵-۴
۲۹	۳۰ جمعہ	۲۹ بدھ	۳۰ جمعرات	۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعہ	۳۰ پیر	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۸
	۳-۴	۵-۳	۳-۲	۵-۱	۶-۱۰	۷-۱۰	۸-۱۰	۹-۹	۱۰-۸	۱۱-۷	۱۲-۶	۱۳-۵	۱۴-۴
۲۹	۳۰ جمعہ	۲۹ بدھ	۳۰ منگل	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعہ	۳۰ پیر	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۷۹
	۲۳-۳	۲۲-۲	۲۴-۱	۲۵-۱۰	۲۶-۱۰	۲۷-۱۰	۲۸-۱۰	۲۹-۹	۳۰-۸	۳۱-۷	۱-۶	۲-۵	۳-۴
۳۰	۲۹ پیر	۳۰ ہفتہ	۲۹ جمعہ	۳۰ بدھ	۲۹ منگل	۳۰ آوار	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۸۰
	۱۲-۳	۱۱-۲	۱۲-۱	۱۳-۱۰	۱۴-۱۰	۱۵-۱۰	۱۶-۹	۱۷-۸	۱۸-۷	۱۹-۶	۲۰-۵	۲۱-۴	۲۲-۳
۲۹	۳۰ اتوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۳۰ منگل	۲۹ ہفتہ	۳۰ جمعرات	۲۹ بدھ	۳۰ جمعرات	۲۹ پیر	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۸۱
	۲-۳	۳-۱	۱-۱۰	۳-۱۰	۴-۱۰	۵-۱۰	۶-۱۰	۷-۸	۸-۷	۹-۶	۱۰-۵	۱۱-۴	۱۲-۳
۲۹	۳۰ جمعرات	۲۹ منگل	۲۹ پیر	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۸۲
	۱۹-۲	۲۰-۱	۲۲-۱۰	۲۳-۱۰	۲۴-۹	۲۵-۹	۲۶-۸	۲۷-۷	۲۸-۶	۲۹-۵	۳۰-۴	۳۱-۳	۱-۲
۳۰	۲۹ پیر	۳۰ اتوار	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۸۳
	۸-۲	۱۰-۱	۱۱-۱۰	۱۲-۱۰	۱۳-۱۰	۱۴-۹	۱۵-۸	۱۶-۷	۱۷-۶	۱۸-۵	۱۹-۴	۲۰-۳	۲۱-۲
۲۹	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ بدھ	۲۹ پیر	۳۰ جمعہ	۲۹ جمعہ	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۳۰ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۲۹ جمعرات	۵۸۴
	۲۸-۱	۲۹-۱۰	۳۰-۱۱	۳۰-۱۱	۳۱-۱۰	۱-۹	۲-۸	۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴	۷-۳	۸-۲

















پہلوئے دور کی تیسرا دورہ (از ۱۹۹۱ء تا ۱۹۲۰ء) ۲۳

رقبہ	شمال	رضوان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صف	محرم	سنة
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۹۱
۲۰-۱۱	۲۱-۱۵	۲۲-۹	۲۳-۸	۲۵-۶	۲۷-۵	۲۷-۴	۲۹-۳	۲۸-۲	۳۰-۱	۳۱-۱۲	۱۲۹۱
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۲
۹-۱۱	۱۱-۱۰	۱۱-۹	۱۳-۵	۱۵-۶	۱۶-۴	۱۶-۴	۱۸-۳	۱۶-۲	۱۸-۱	۱۸-۱	۱۲۹۲
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۳
۳۰-۱۵	۳۰-۹	۱-۹	۲-۸	۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴	۷-۳	۶-۲	۷-۱	۱۲۹۳
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۴
۱۹-۱۵	۱۹-۹	۲۱-۸	۲۲-۷	۲۳-۵	۲۵-۴	۲۷-۳	۲۷-۲	۲۶-۱	۲۸-۱	۲۸-۱	۱۲۹۴
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۵
۷-۱۲	۸-۹	۹-۸	۱۱-۷	۱۳-۵	۱۳-۴	۱۵-۳	۱۴-۲	۱۶-۱	۱۷-۱	۱۷-۱	۱۲۹۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۶
۲۷-۹	۲۸-۸	۳۰-۷	۳۰-۶	۲-۵	۲-۴	۴-۳	۲-۲	۴-۱	۵-۱	۶-۱	۱۲۹۶
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۷
۱۰-۹	۱۸-۸	۱۹-۷	۲۱-۶	۲۱-۵	۲۳-۳	۲۱-۲	۲۳-۱	۲۳-۱	۲۵-۱	۲۵-۱	۱۲۹۷
۲۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۸
۵-۹	۷-۸	۸-۷	۹-۶	۱۰-۵	۱۱-۴	۱۲-۳	۱۱-۲	۱۲-۱	۱۴-۱	۱۴-۱	۱۲۹۸
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۲۹۹
۲۶-۸	۲۷-۷	۲۸-۶	۲۹-۵	۳۰-۴	۳۱-۳	۳۱-۲	۳۱-۱	۳۱-۱	۳۱-۱	۳۱-۱	۱۲۹۹
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۰
۱۵-۸	۱۷-۷	۱۷-۶	۱۹-۵	۱۹-۴	۲۰-۳	۱۹-۲	۲۰-۱	۲۰-۱	۲۱-۱	۲۱-۱	۱۳۰۰
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۱
۵-۸	۶-۷	۶-۶	۸-۵	۸-۴	۸-۳	۸-۲	۱۱-۱	۱۱-۱	۱۲-۱	۱۲-۱	۱۳۰۱
۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۲
۲۵-۷	۲۵-۶	۲۷-۵	۲۹-۴	۲۹-۳	۲۹-۲	۲۹-۱	۳۰-۱	۳۰-۱	۳۱-۱	۳۱-۱	۱۳۰۲
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۳
۱۳-۷	۱۴-۶	۱۵-۵	۱۶-۴	۱۶-۳	۱۷-۲	۱۸-۱	۲۰-۱	۲۰-۱	۲۲-۱	۲۲-۱	۱۳۰۳
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۳۰۴
۳-۷	۳-۶	۳-۵	۵-۴	۵-۳	۶-۲	۶-۱	۸-۱	۸-۱	۱۰-۱	۱۰-۱	۱۳۰۴

















۷۸ پیوستہ دورہ کیمیا کے سوال و جواب (از ۱۱/۱۲ تا ۱۴/۱۲) ۸۴۰

سوال	زبان	نوع	نمبر	نقطہ	تاریخ	محل	موضوع	تاریخ	نوع	نمبر	نقطہ	تاریخ	محل	موضوع	تاریخ	نوع	نمبر	نقطہ	
۲۹	ذاتی	تعمیر	۲۹	۳۰	۲۷-۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۲	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۳	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۶	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۷	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۲	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۳	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۶	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۷	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۴۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۵۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹







۳۰- پایتوبیل دوزخ کیمیا کا دوسرا درجہ (از ۸۷۱ تا ۹۰۰) (۱۲۹۵ تا ۱۲۹۵)

ردیف	نمبر	صنف	درجہ اول	درجہ ثانی	جاری الاول	جاری الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
۱	۸۷۱	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۲۰:۱۰	۳۰ ۱۹:۰۱	۲۹ ۱۸:۱۲	۳۰ ۱۷:۰۳	۲۹ ۱۵:۱۴	۳۰ ۱۳:۲۵	۲۹ ۱۱:۳۶	۳۰ ۱۰:۴۷	۲۹ ۰۹:۵۸	۳۰ ۰۸:۰۹
۲	۸۷۲	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۸:۰۹	۳۰ ۱۷:۰۰	۲۹ ۱۶:۱۱	۳۰ ۱۵:۰۲	۲۹ ۱۴:۱۳	۳۰ ۱۳:۰۴	۲۹ ۱۲:۱۵	۳۰ ۱۱:۲۶	۲۹ ۱۰:۳۷	۳۰ ۰۹:۴۸
۳	۸۷۳	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۷:۰۹	۳۰ ۱۶:۰۰	۲۹ ۱۵:۱۱	۳۰ ۱۴:۰۲	۲۹ ۱۳:۱۳	۳۰ ۱۲:۰۴	۲۹ ۱۱:۱۵	۳۰ ۱۰:۲۶	۲۹ ۰۹:۳۷	۳۰ ۰۸:۴۸
۴	۸۷۴	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۶:۰۹	۳۰ ۱۵:۰۰	۲۹ ۱۴:۱۱	۳۰ ۱۳:۰۲	۲۹ ۱۲:۱۳	۳۰ ۱۱:۰۴	۲۹ ۱۰:۱۵	۳۰ ۰۹:۲۶	۲۹ ۰۸:۳۷	۳۰ ۰۷:۴۸
۵	۸۷۵	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۵:۰۹	۳۰ ۱۴:۰۰	۲۹ ۱۳:۱۱	۳۰ ۱۲:۰۲	۲۹ ۱۱:۱۳	۳۰ ۱۰:۰۴	۲۹ ۰۹:۱۵	۳۰ ۰۸:۲۶	۲۹ ۰۷:۳۷	۳۰ ۰۶:۴۸
۶	۸۷۶	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۴:۰۹	۳۰ ۱۳:۰۰	۲۹ ۱۲:۱۱	۳۰ ۱۱:۰۲	۲۹ ۱۰:۱۳	۳۰ ۰۹:۰۴	۲۹ ۰۸:۱۵	۳۰ ۰۷:۲۶	۲۹ ۰۶:۳۷	۳۰ ۰۵:۴۸
۷	۸۷۷	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۳:۰۹	۳۰ ۱۲:۰۰	۲۹ ۱۱:۱۱	۳۰ ۱۰:۰۲	۲۹ ۰۹:۱۳	۳۰ ۰۸:۰۴	۲۹ ۰۷:۱۵	۳۰ ۰۶:۲۶	۲۹ ۰۵:۳۷	۳۰ ۰۴:۴۸
۸	۸۷۸	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۲:۰۹	۳۰ ۱۱:۰۰	۲۹ ۱۰:۱۱	۳۰ ۰۹:۰۲	۲۹ ۰۸:۱۳	۳۰ ۰۷:۰۴	۲۹ ۰۶:۱۵	۳۰ ۰۵:۲۶	۲۹ ۰۴:۳۷	۳۰ ۰۳:۴۸
۹	۸۷۹	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۱:۰۹	۳۰ ۱۰:۰۰	۲۹ ۰۹:۱۱	۳۰ ۰۸:۰۲	۲۹ ۰۷:۱۳	۳۰ ۰۶:۰۴	۲۹ ۰۵:۱۵	۳۰ ۰۴:۲۶	۲۹ ۰۳:۳۷	۳۰ ۰۲:۴۸
۱۰	۸۸۰	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۱۰:۰۹	۳۰ ۰۹:۰۰	۲۹ ۰۸:۱۱	۳۰ ۰۷:۰۲	۲۹ ۰۶:۱۳	۳۰ ۰۵:۰۴	۲۹ ۰۴:۱۵	۳۰ ۰۳:۲۶	۲۹ ۰۲:۳۷	۳۰ ۰۱:۴۸
۱۱	۸۸۱	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۹:۰۹	۳۰ ۰۸:۰۰	۲۹ ۰۷:۱۱	۳۰ ۰۶:۰۲	۲۹ ۰۵:۱۳	۳۰ ۰۴:۰۴	۲۹ ۰۳:۱۵	۳۰ ۰۲:۲۶	۲۹ ۰۱:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۲	۸۸۲	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۸:۰۹	۳۰ ۰۷:۰۰	۲۹ ۰۶:۱۱	۳۰ ۰۵:۰۲	۲۹ ۰۴:۱۳	۳۰ ۰۳:۰۴	۲۹ ۰۲:۱۵	۳۰ ۰۱:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۳	۸۸۳	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۷:۰۹	۳۰ ۰۶:۰۰	۲۹ ۰۵:۱۱	۳۰ ۰۴:۰۲	۲۹ ۰۳:۱۳	۳۰ ۰۲:۰۴	۲۹ ۰۱:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۴	۸۸۴	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۶:۰۹	۳۰ ۰۵:۰۰	۲۹ ۰۴:۱۱	۳۰ ۰۳:۰۲	۲۹ ۰۲:۱۳	۳۰ ۰۱:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۵	۸۸۵	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۵:۰۹	۳۰ ۰۴:۰۰	۲۹ ۰۳:۱۱	۳۰ ۰۲:۰۲	۲۹ ۰۱:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۶	۸۸۶	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۴:۰۹	۳۰ ۰۳:۰۰	۲۹ ۰۲:۱۱	۳۰ ۰۱:۰۲	۲۹ ۰۰:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۷	۸۸۷	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۳:۰۹	۳۰ ۰۲:۰۰	۲۹ ۰۱:۱۱	۳۰ ۰۰:۰۲	۲۹ ۰۰:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۸	۸۸۸	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۲:۰۹	۳۰ ۰۱:۰۰	۲۹ ۰۰:۱۱	۳۰ ۰۰:۰۲	۲۹ ۰۰:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۱۹	۸۸۹	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۱:۰۹	۳۰ ۰۰:۰۰	۲۹ ۰۰:۱۱	۳۰ ۰۰:۰۲	۲۹ ۰۰:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸
۲۰	۸۹۰	۳۰ مجموعہ	۲۹ ۰۰:۰۹	۳۰ ۰۰:۰۰	۲۹ ۰۰:۱۱	۳۰ ۰۰:۰۲	۲۹ ۰۰:۱۳	۳۰ ۰۰:۰۴	۲۹ ۰۰:۱۵	۳۰ ۰۰:۲۶	۲۹ ۰۰:۳۷	۳۰ ۰۰:۴۸























۳۵- پایتختیں و درگاہیں (از ۱۲۱-۱۰۲ تا ۱۵۰-۱۰۱)

ذی الحجہ	ذیقعدہ	شوال	ربیع الثانی	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رمضان	ربیع الاول	صفر	محرم	ہجرت
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۱
۲۳.۱۰/16135	24.12	35.11	26.۱۰	27.9	2۰.۸	3۰.7	30.6	۱۰.6	2۰.5	3.4	4.3/1612	۱
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۲۲
۱2.۱۰/1614	14.12	14.11	16.۱۰	18.8	1۶.7	۱۹.۶	2۰.5	2۰.4	2۰.4	23.3	2۰.1/1613	۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۳
2۰.1/1615	3۰.2	4.11	5.10	5.9	7.8	8.7	9.6	10.5	11.4	12.3	11.2/1614	۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۴
27.12	22.11	24.10	24.9	2۶.8	27.7	28.6	29.5	30.4	3۰.3	2۰.3	3۰.1/1615	۴
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۲۵
10.12	11.11	12.10	13.9	14.8	16.7	16.6	18.5	18.4	19.3	19.2	20.1/1616	۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۶
3۰.11	3۰.10	2۰.10	2.9	4.8	5.7	5.6	7.5	7.4	9.3	7.2	9.1/1617	۶
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۲۷
20.11	22.10	22.9	23.8	25.7	25.6	26.5	26.4	28.3	26.2	28.1/1618	24.2/1617	(۷)
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۲۸
9.11	11.10	11.9	13.8	14.7	15.6	16.5	17.4	18.3	17.2	18.1/1619	20.1/1618	۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۲۹
2۰.10	28.9	30.8	3۰.7	2.7	2.6	4.5	4.4	6.3	5.2	6.1/1620	8.12/1619	۹
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۳۰
17.10	18.9	19.8	21.7	21.6	22.5	23.4	24.3	23.2	24.1/1621	24.2	26.1/1620	(۱۰)
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۱
7.10	7.9	8.8	10.7	1۰.6	12.5	12.4	14.3	12.2	14.1/1622	15.12	16.11/1621	۱۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۲
2۰.9	27.8	29.7	29.6	3۰.5	1.5	2.4	3.3	2.2	3.1/1623	5.12	5.11/1622	۱۲
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۰۳۳
11.9	16.8	17.7	18.6	19.5	20.4	21.3	21.2	22.1/1624	23.12	24.11	25.10/1623	۱۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۰۳۴
4.11	5.10	7.7	8.6	8.5	9.4	10.3	9.2	10.1/1625	12.12	14.11/1624	14.10/1623	۱۴











۳۸- خط زواریہ کا تیسرا دورہ (از ۱۱۱۱ھ تا ۱۱۲۰ھ) ۱۲۲۸ھ

مردہ	محل	صف	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	دی الحج
۱۱۱۱	۳۹ بھرت	۳۰	۲۵:۹	۲۵:۹	۲۵:۱۱	۲۴:۱۱	۲۳:۱۲	۲۲:۱۰	۲۲:۰۲	۲۲:۰۳	۲۰:۰۴	۲۰:۰۵
۱۱۱۲	۳۹ بھرت	۳۰	۱۶:۵	۱۵:۹	۱۴:۱۰	۱۳:۱۱	۱۳:۱۲	۱۱:۰۳	۱۰:۰۳	۱۱:۰۳	۱۰:۰۴	۹:۰۵
۱۱۱۳	۳۹ بھرت	۳۰	۶:۸	۴:۹	۴:۱۰	۳:۱۱	۲:۱۲	۳۰:۱۰	۳۰:۱۰	۱:۰۳	۳۰:۰۳	۲۹:۰۴
۱۱۱۴	۳۹ بھرت	۳۰	۲۶:۷	۲۵:۶	۲۳:۹	۲۳:۱۰	۲۱:۱۱	۲۱:۱۲	۱۹:۱۰	۱۸:۰۲	۱۹:۰۳	۱۸:۰۴
۱۱۱۵	۳۹ بھرت	۳۰	۱۶:۷	۱۴:۸	۱۳:۹	۱۲:۱۰	۱۱:۱۱	۱۰:۱۲	۹:۱۰	۷:۰۲	۸:۰۳	۶:۰۴
۱۱۱۶	۳۹ بھرت	۳۰	۴:۷	۲:۸	۱:۹	۱:۹	۳۰:۰۹	۲۹:۱۱	۲۸:۱۲	۲۷:۱۰	۲۵:۰۲	۲۳:۰۳
۱۱۱۷	۳۹ بھرت	۳۰	۲۳:۶	۲۳:۷	۲۱:۵	۲۱:۵	۱۹:۱۰	۱۷:۱۲	۱۶:۱۰	۱۵:۰۲	۱۵:۰۳	۱۶:۰۳
۱۱۱۸	۳۹ بھرت	۳۰	۱۳:۶	۱۲:۷	۱۱:۵	۹:۰۹	۹:۱۰	۷:۱۱	۷:۱۲	۵:۱۰	۴:۰۲	۳:۰۳
۱۱۱۹	۳۹ بھرت	۳۰	۲:۶	۲:۷	۳:۱۷	۳:۱۷	۲۸:۱۰	۲۸:۱۰	۲۶:۱۲	۲۶:۱۲	۲۶:۱۰	۲۶:۱۰
۱۱۲۰	۳۹ بھرت	۳۰	۲۱:۵	۲۰:۶	۱۹:۷	۱۸:۵	۱۶:۹	۱۵:۱۰	۱۴:۱۲	۱۴:۱۲	۱۳:۱۰	۱۳:۱۰
۱۱۲۱	۳۹ بھرت	۳۰	۱۱:۵	۹:۶	۹:۷	۷:۸	۶:۹	۵:۱۰	۴:۱۱	۳:۱۲	۲:۱۰	۲:۱۰
۱۱۲۲	۳۹ بھرت	۳۰	۳۰:۴	۳۰:۵	۲۸:۶	۲۸:۷	۲۶:۹	۲۵:۹	۲۴:۱۰	۲۳:۱۱	۲۲:۱۲	۲۱:۱۰
۱۱۲۳	۳۹ بھرت	۳۰	۱۹:۴	۱۹:۵	۱۸:۶	۱۷:۷	۱۶:۸	۱۴:۹	۱۴:۱۰	۱۲:۱۱	۱۲:۱۲	۱۰:۱۰
۱۱۲۴	۳۹ بھرت	۳۰	۹:۴	۸:۵	۷:۶	۷:۶	۵:۸	۳:۹	۳:۱۰	۱:۱۱	۳۰:۱۱	۳۰:۱۲













پتھریکے دور پر یہ کا پھٹ ڈور صغیر (از ۱۲۰۱ھ تا ۱۲۳۰ھ) ۱۸۱۵ء

ذی الحجہ	ذیقعد	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۰۱ھ
۱۰۰۹	۱۵۸	۱۷۰۶	۱۷۶	۱۹۰۵	۱۹۰۴	۲۱۰۳	۱۹۰۲	۲۱۰۱۷۸۷	۲۲۰۱۲	۲۳۰۱۱	۲۴۰۱۰	۱۲۰۱ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۲ھ
۲۰۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۳ھ
۲۰۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۴ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۵ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۶ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۷ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۸ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۰۹ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۰ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۱ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۲ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۳ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۴ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۵ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۶ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۷ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۸ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۱۹ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۰ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۱ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۲ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۳ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۴ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۵ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۶ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۷ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۸ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۹ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۳۰ھ

۱۰



۲۲۔ صحیحے دور کی کھیتوں کا احوال و وضعیہ (از ۱۲۳۱ھ تا ۱۲۶۰ھ)  
 ۱۸۱۵ء تا ۱۸۴۲ء

رقبہ	محلہ	صنف	بیج الااول	ریج ثانی	مخاری اللاول	مخاری ثانی	بیج الااول	صنف	محلہ	رقبہ
۲۹	ذی الحجہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۱
۲۹	بہد	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۱
۲۳.۱۰	۲۳.۴	۲۵.۸	۲۶.۷	۲۷.۶	۲۸.۵	۲۹.۴	۳۰.۳	۳۱.۲	۳۲.۱	۱۲۳۱
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۲
۱۲.۱۰	۱۳.۹	۱۴.۸	۱۶.۷	۱۸.۶	۱۹.۵	۲۱.۴	۲۲.۳	۲۳.۲	۲۴.۱	۱۲۳۲
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۳
۲.۱۰	۲.۹	۳.۸	۴.۷	۵.۶	۶.۵	۷.۴	۸.۳	۹.۲	۱۰.۱	۱۲۳۳
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۴
۲۱.۹	۲۲.۸	۲۳.۷	۲۴.۶	۲۵.۵	۲۶.۴	۲۷.۳	۲۸.۲	۲۹.۱	۳۰.۰	۱۲۳۴
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۵
۹.۱	۱۱.۰	۱۱.۷	۱۳.۶	۱۴.۵	۱۵.۴	۱۶.۳	۱۷.۲	۱۸.۱	۱۹.۰	۱۲۳۵
۳۰.۸	۳۱.۷	۳۲.۶	۳۳.۵	۳۴.۴	۳۵.۳	۳۶.۲	۳۷.۱	۳۸.۰	۳۸.۹	۱۲۳۶
۱۹.۹	۲۱.۷	۲۱.۶	۲۲.۵	۲۳.۴	۲۴.۳	۲۵.۲	۲۶.۱	۲۷.۰	۲۷.۹	۱۲۳۶
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۷
۱۰.۹	۱۰.۷	۱۰.۶	۱۲.۵	۱۲.۴	۱۴.۳	۱۴.۲	۱۶.۱	۱۶.۰	۱۷.۹	۱۲۳۷
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۸
۲۸.۷	۲۹.۶	۳۰.۵	۳۱.۴	۳۲.۳	۳۳.۲	۳۴.۱	۳۵.۰	۳۵.۹	۳۶.۸	۱۲۳۸
۱۷.۷	۱۸.۶	۱۹.۵	۲۰.۴	۲۱.۳	۲۲.۲	۲۳.۱	۲۴.۰	۲۴.۹	۲۵.۸	۱۲۳۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۳۹
۷.۷	۷.۶	۸.۵	۹.۴	۱۰.۳	۱۱.۲	۱۲.۱	۱۳.۰	۱۳.۹	۱۴.۸	۱۲۳۹
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۴۰
۲۰.۶	۲۱.۵	۲۲.۴	۲۳.۳	۲۴.۲	۲۵.۱	۲۶.۰	۲۶.۹	۲۷.۸	۲۸.۷	۱۲۴۰
۱۴.۶	۱۵.۵	۱۶.۴	۱۷.۳	۱۸.۲	۱۹.۱	۲۰.۰	۲۰.۹	۲۱.۸	۲۲.۷	۱۲۴۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲۴۱
۴.۶	۵.۵	۶.۴	۷.۳	۸.۲	۹.۱	۱۰.۰	۱۰.۹	۱۱.۸	۱۲.۷	۱۲۴۱





۳۳ ساتویں دور کے کاہل دور صغیر (از ۱۲۶۱ تا ۱۲۹۰ھ) ۱۸۲۵ء تا ۱۸۷۳ء

سن	محرّم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعد	ذی الحجہ
۱۲۶۱ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۲ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۳ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۴ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۵ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۶ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۷ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۸ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۶۹ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۰ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۱ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۲ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۳ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۴ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۵ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۶ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۷ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۸ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۷۹ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۰ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۱ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۲ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۳ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۴ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۵ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۶ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۷ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۸ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۸۹ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹
۱۲۹۰ھ	۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹







۲۵- سائیں دوریکہ تیسرا دورہ (از ۱۳۲۱ھ تا ۱۳۵۰ھ) ۱۹۳۲ء

ذاتی پیر	ذیقعد	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	سنة
۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۱
۱۸۲	۱۹۱/۱۹۰۶	۲۱/۱۲	۲۱/۱۱	۲۳/۱۰	۲۳/۹	۲۵/۸	۲۶/۷	۲۷/۶	۲۸/۵	۲۹/۴	۳۰/۳	۳۰/۳/۱۹۰۳
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۲۲
۶-۲	۸-۱/۱۹۰۵	۹-۱۲	۱۰-۱۱	۱۱-۱۰	۱۲-۹	۱۳-۸	۱۴-۷	۱۵-۶	۱۶-۵	۱۷-۴	۱۸-۳	۱۹-۳/۱۹۰۴
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۳
۲۷/۱/۱۹۰۶	۲۸/۱۲	۲۹/۱۱	۳۰/۱۰	۳۰/۹	۱-۹	۲-۸	۳-۷	۴-۶	۵-۵	۶-۴	۷-۳	۸-۳/۱۹۰۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۴
۱۶/۱/۱۹۰۷	۱۷-۱۲	۱۸/۱۱	۱۹/۱۰	۲۰/۹	۲۱/۸	۲۳/۷	۲۴/۶	۲۵-۵	۲۶-۴	۲۷-۳	۲۸-۲	۲۹-۲/۱۹۰۶
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۲۵
۵/۱/۱۹۰۸	۷-۱۲	۷-۱۱	۹/۱۰	۹/۹	۱۱/۸	۱۲/۷	۱۳/۶	۱۴/۵	۱۵/۴	۱۶/۳	۱۷/۲	۱۸-۲/۱۹۰۷
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۶
۲۵/۱۲	۲۵/۱۱	۲۷/۱۰	۲۷/۹	۲۹/۸	۳۰/۷	۳۰/۶	۱-۶	۲-۵	۳-۴	۴-۳	۵-۲	۶-۲/۱۹۰۸
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۲۷
۱۴/۱۲	۱۵/۱۱	۱۶/۱۰	۱۶/۹	۱۸/۸	۱۹/۷	۲۰/۶	۲۱/۵	۲۲/۴	۲۳/۳	۲۴/۲	۲۵/۱	۲۶-۱/۱۹۰۹
۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۲۸
۳/۱۲	۴/۱۱	۵/۱۰	۶/۹	۷/۸	۹/۷	۱۰/۶	۱۱/۵	۱۱/۴	۱۳/۳	۱۳/۲	۱۵/۱	۱۶-۱/۱۹۱۰
۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۲۹
۲۳/۱۱	۲۴/۱۰	۲۵/۹	۲۶/۸	۲۸/۷	۲۸/۶	۳۰/۵	۳۰/۴	۳۱/۳	۳۱/۲	۳۱/۱	۳۱/۰	۳۱-۰/۱۹۱۱
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۳۰
۱۱/۱۱	۱۳/۱۰	۱۳/۹	۱۵/۸	۱۶/۷	۱۶/۶	۱۸/۵	۱۸/۴	۲۰/۳	۲۰/۲	۲۱/۱	۲۱/۰	۲۱-۰/۱۹۱۲
۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۳۱
۳/۱۰	۱/۱۰	۲-۹	۴-۸	۵-۷	۶-۶	۷-۵	۸-۴	۹-۳	۱۰-۲	۱۱-۱	۱۱-۰	۱۱-۰/۱۹۱۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۳۲
۲۱/۱۰	۲۱/۹	۲۳/۸	۲۴/۷	۲۵/۶	۲۶/۵	۲۷/۴	۲۸/۳	۲۷/۲	۲۸/۱	۲۸/۰	۳۰/۰	۳۰/۰/۱۹۱۴
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۳۱	۳۰	۱۳۳۳
۱۰/۱۰	۱۱/۹	۱۲/۸	۱۴/۷	۱۴/۶	۱۵/۵	۱۶/۴	۱۷/۳	۱۷/۲	۱۸/۱	۱۸/۰	۱۹/۰	۱۹-۰/۱۹۱۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۱	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۳۴
۲/۹	۳/۸	۱-۸	۲-۷	۲-۶	۴-۵	۴-۴	۶-۳	۵-۲	۶-۱	۷-۰	۸-۰	۸-۰/۱۹۱۶



سابقہ دور کی کتب و دستاویزی (از ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۸۰ھ) ۱۹۱۱ء تا ۱۹۴۲ء

ذیلی نمبر	ذیقعدہ	شمال	رضوان	شیخان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	تاریخ
۲۹	منسلک	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۱ھ
283	26-2	20.1/9335	29.12	30.11	31.10	2.10	2.9	4.0	5.7	6.6	75.1/9332	۱۳۵۱ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۱۳۵۲ھ
173	16-2	17.1/9334	19.12	19.11	21.10	21.9	28.8	24.7	24.6	26.5	26.4/9333	۱۳۵۲ھ
۲۹	منسلک	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۳ھ
73	52	71.1/9335	8.12	8.11	10.10	10.9	12.8	13.7	14.6	15.5	16.4/9334	۱۳۵۳ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۴ھ
24.2	25.1/9336	27.12	27.11	29.10	29.8	31.0	1.8	3.7	3.6	5.5	5.4/9335	۱۳۵۴ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۵ھ
12.2	14.1/9337	15.12	16.11	17.10	18.9	19.8	21.7	21.6	23.5	23.4	24.1/9336	۱۳۵۵ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۶ھ
2.2	3.1/9338	5.12	5.11	7.10	7.9	8.8	10.7	10.6	12.5	12.4	14.3/9337	۱۳۵۶ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۷ھ
23.1/9339	24.12	24.11	25.10	26.9	27.8	29.7	29.6	31.5	1.5	2.4	3.3/9338	۱۳۵۷ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۸ھ
۱۱.1/1940	13.12	13.11	15.10	15.9	17.8	18.7	19.6	20.5	21.4	22.3	21.2/1939	۱۳۵۸ھ
۲۹	منسلک	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۵۹ھ
3.12	1.12	2.11	3.10	4.9	5.8	7.7	7.6	9.5	9.4	10.3	10.2/940	۱۳۵۹ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۰ھ
20.12	21.11	23.10	23.9	24.8	25.7	26.6	27.5	28.4	29.3	28.2	29.1/1941	۱۳۶۰ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۱ھ
10.12	10.11	11.10	12.9	13.8	15.7	15.6	17.5	17.4	19.3	17.2	19.1/1942	۱۳۶۱ھ
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۲ھ
29.11	30.10	1.10	1.9	3.8	4.7	5.6	6.5	7.4	8.3	7.2	8.1/1943	۱۳۶۲ھ
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۳ھ
17.11	19.10	19.9	21.8	22.7	23.6	24.5	25.4	26.3	25.2	27.1/1944	۱۳۶۳ھ	
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۳۶۴ھ
7.11	8.10	9.9	10.8	11.7	12.6	13.5	14.4	15.3	14.2	15.1/1945	۱۳۶۴ھ	





۱۳۸۱ تا ۱۳۹۰ (از ۱۳۸۱ تا ۱۳۹۰)  
 سالهای دور کسب کارهای دولتی و خصوصی

ردیف	نوع	محل	تاریخ شروع	تاریخ اتمام	مدت	شرح	ملاحظات
۲۹	دقیقه	شمال	۲۹	۲۹	۰	معمارت	۱۳۸۱
۳۰	۶۴	۸۰۳	۸/۱/۱۹۶۳	۹/۱۲	۱۱/۳	۲۹	۱۳۸۱
۳۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۲/۹	۲۹	۱۳۸۲
۳۲	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰/۹	۲۹	۱۳۸۳
۳۳	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۸	۲۹	۱۳۸۴
۳۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۵	۲۹	۱۳۸۵
۳۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۸۶
۳۶	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۸۷
۳۷	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۸۸
۳۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۸۹
۳۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۰
۴۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۱
۴۱	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۲
۴۲	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۳
۴۳	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۴
۴۴	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۵
۴۵	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۶
۴۶	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۷
۴۷	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۸
۴۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۳۹۹
۴۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲/۳	۲۹	۱۴۰۰



سابقہ سالوں کے دور میں کا چھٹا دور (1990-1991ء تا 2003-2004ء)

ذریعہ	ذخیرہ	شمال	رضوان	شیمان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	رجب الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	تاریخ
۲۹ ذی الحجہ	۳۰ بھ	۲۹ منقل	۳۰ اتر	۲۹ بھتہ	۳۰ بھرت	۲۹ بھ	۳۰ پیہ	۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۱۳۱۱
۴۰ جمہ	۱۵:۵	۱۶:۴	۱۷:۳	۱۶:۲	۱۷:۱/۱۹۹۱	۱۹:۱۲	۱۹:۱۱	۲۱:۱۰	۲۱:۹	۲۳:۵	۲۴:۱/۱۹۹۰	۱
۳۰ منقل	۲۹ پیہ	۲۹ بھرت	۳۰ بھ	۲۹ پیہ	۳۰ منقل	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ بھرت	۱۳۱۲
۲۶	۴:۳	۴:۴	۶:۳	۵:۲	۷:۱/۱۹۹۲	۸:۱۲	۸:۱۱	۱۰:۱۰	۱۰:۹	۱۲:۸	۱۳:۱/۱۹۹۱	(۱)
۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۳۰ اتر	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ بھ	۲۹ پیہ	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۱۳۱۳
۲۳:۵	۲۳:۴	۲۵:۳	۲۳:۲	۲۴:۱/۱۹۹۳	۲۶:۱۲	۲۶:۱۱	۲۸:۱۰	۲۸:۹	۳۰:۸	۳۱:۷	۳۱:۶/۱۹۹۲	۲
۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ منقل	۳۰ منقل	۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ پیہ	۱۳۱۴
۱۲:۵	۱۲:۴	۱۴:۳	۱۲:۲	۱۴:۱/۱۹۹۴	۱۵:۱۲	۱۶:۱۱	۱۷:۱۰	۱۸:۹	۱۹:۸	۲۱:۷	۲۱:۶/۱۹۹۳	۳
۳۰ پیہ	۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ پیہ	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ منقل	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	(۵)
۱:۵	۲:۴	۳:۳	۲:۲	۳:۱/۱۹۹۵	۳:۱۲	۴:۱۱	۴:۱۰	۵:۹	۶:۸	۷:۷	۸:۶/۱۹۹۴	(۵)
۲۹ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ اتر	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ منقل	۳۰ اتر	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۱۳۱۶
۲۵:۴	۲۱:۳	۲۱:۹	۲۲:۱/۱۹۹۶	۲۴:۱۲	۲۴:۱۱	۲۵:۱۰	۲۶:۹	۲۷:۸	۲۹:۷	۲۹:۶	۳۰:۵/۱۹۹۵	۶
۳۰ پیہ	۲۹ منقل	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۳۰ پیہ	۳۰ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۳۰ اتر	(۶)
۹:۴	۱۱:۳	۹:۲	۱۰:۱/۱۹۹۷	۱۲:۱۲	۱۲:۱۱	۱۴:۱۰	۱۴:۹	۱۶:۸	۱۷:۷	۱۸:۶	۱۹:۵/۱۹۹۶	(۶)
۲۰	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ اتر	۲۹ بھرت	۳۰ اتر	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۱۳۱۸
۲۹:۳	۲۸:۲	۲۹:۱/۱۹۹۸	۳۱:۱۲	۱:۱۲	۲:۸	۳:۱۰	۴:۹	۵:۸	۶:۷	۷:۶	۸:۵/۱۹۹۷	۸
۲۹ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ اتر	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ پیہ	۳۰ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۱۳۱۹
۱۹:۳	۱۷:۲	۱۹:۱/۱۹۹۹	۲۰:۱۲	۲۱:۱۱	۲۲:۱۰	۲۳:۹	۲۴:۸	۲۶:۷	۲۶:۶	۲۷:۵	۲۸:۴/۱۹۹۸	۹
۳۰ منقل	۲۹ پیہ	۳۰ بھرت	۳۰ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ اتر	۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۳۰ منقل	(۱۱)
۷:۳	۷:۲	۸:۱/۲۰۰۰	۱۰:۱۲	۱۰:۱۱	۱۱:۱۰	۱۲:۹	۱۳:۸	۱۵:۷	۱۵:۶	۱۷:۵	۱۷:۴/۱۹۹۹	(۱۱)
۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۳۰ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ اتر	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ پیہ	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۱۳۲۰
۲۳:۲	۲۶:۱/۲۰۰۱	۲۷:۱۲	۲۸:۱۱	۲۹:۱۰	۳۰:۹	۳۱:۸	۳۲:۷	۳۴:۶	۳۵:۵	۳۶:۴	۳۷:۳/۲۰۰۰	۱۱
۲۹ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ پیہ	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ پیہ	۳۰ منقل	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	(۱۲)
۱۴:۲	۱۵:۱/۲۰۰۲	۱۷:۱۲	۱۸:۱۱	۱۹:۱۰	۱۹:۹	۲۱:۸	۲۲:۷	۲۳:۶	۲۴:۵	۲۵:۴	۲۶:۳/۲۰۰۱	(۱۲)
۳۰ پیہ	۲۹ اتر	۳۰ بھرت	۳۰ منقل	۲۹ پیہ	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ پیہ	۳۰ پیہ	۳۰ اتر	۳۰ بھرت	۱۳۲۲
۳:۲	۵:۱/۲۰۰۳	۶:۱۲	۷:۱۱	۸:۱۰	۹:۹	۱۰:۸	۱۲:۷	۱۳:۶	۱۳:۵	۱۴:۴	۱۵:۳/۲۰۰۲	(۱۳)
۲۹ بھرت	۳۰ بھرت	۲۹ بھرت	۳۰ پیہ	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ منقل	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۲۹ بھرت	۱۳۲۳
۲۴:۱/۲۰۰۴	۲۵:۱۲	۲۶:۱۱	۲۷:۱۰	۲۷:۹	۲۹:۸	۳۰:۷	۳۱:۶	۳۳:۵	۳۴:۴	۳۵:۳/۲۰۰۳	۳۶:۲/۱۳۲۳	(۱۳)













سطح اول دور کعبه کا دورہ (از ۱۵۰۱ تا ۱۵۳۰ھ)  
 ۱۵۰۱- سطح اول دور کعبه کا دورہ

روز	تعمیر	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	شعبان
۲۹	ذی الحجہ	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
۲۹	بیتہ	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۸:۱۵	۳:۰۹	۱۰:۰۸	۱۱:۰۷	۱۲:۰۶	۱۳:۰۵	۱۴:۰۴	۱۵:۰۳	۱۶:۰۲	۱۷:۰۱	۱۸:۰۰	۱۹:۰۰
۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	بیتہ	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۲۷:۰۹	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۲۹	بیتہ	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۱۶:۰۹	۱۷:۰۸	۱۹:۰۷	۱۹:۰۶	۲۰:۰۵	۲۱:۰۴	۲۲:۰۳	۲۳:۰۲	۲۴:۰۱	۲۵:۰۰	۲۶:۰۰	۲۷:۰۰
۲۹	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۳:۰۹	۶:۰۸	۸:۰۷	۸:۰۶	۱۰:۰۵	۱۰:۰۴	۱۲:۰۳	۱۲:۰۲	۱۴:۰۱	۱۴:۰۰	۱۶:۰۰	۱۶:۰۰
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۲۳:۰۸	۲۷:۰۷	۲۹:۰۶	۲۹:۰۵	۲۹:۰۴	۳۰:۰۳	۳۰:۰۲	۳۰:۰۱	۳۰:۰۰	۳۰:۰۰	۳۰:۰۰	۳۰:۰۰
۲۹	۱۵:۰۸	۱۶:۰۷	۱۷:۰۶	۱۸:۰۵	۱۹:۰۴	۲۰:۰۳	۲۰:۰۲	۲۱:۰۱	۲۱:۰۰	۲۲:۰۰	۲۲:۰۰	۲۲:۰۰
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۳:۰۸	۵:۰۷	۶:۰۶	۷:۰۵	۸:۰۴	۹:۰۳	۹:۰۲	۱۰:۰۱	۱۰:۰۰	۱۱:۰۰	۱۱:۰۰	۱۱:۰۰
۲۹	۲۵:۰۷	۲۴:۰۶	۲۵:۰۵	۲۶:۰۴	۲۶:۰۳	۲۶:۰۲	۲۶:۰۱	۲۶:۰۰	۲۶:۰۰	۲۶:۰۰	۲۶:۰۰	۲۶:۰۰
۲۹	۱۳:۰۷	۱۳:۰۶	۱۵:۰۵	۱۵:۰۴	۱۷:۰۳	۱۷:۰۲	۱۸:۰۱	۱۸:۰۰	۱۹:۰۰	۱۹:۰۰	۱۹:۰۰	۱۹:۰۰
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۲۱:۰۶	۲۲:۰۵	۲۲:۰۴	۲۳:۰۳	۲۳:۰۲	۲۳:۰۱	۲۳:۰۰	۲۳:۰۰	۲۳:۰۰	۲۳:۰۰	۲۳:۰۰	۲۳:۰۰
۲۹	۱۱:۰۶	۱۱:۰۵	۱۲:۰۴	۱۳:۰۳	۱۳:۰۲	۱۴:۰۱	۱۴:۰۰	۱۴:۰۰	۱۴:۰۰	۱۴:۰۰	۱۴:۰۰	۱۴:۰۰
۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۲۹	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات	بجوات
۲۹	۳:۰۵	۳:۰۴	۴:۰۳	۵:۰۲	۶:۰۱	۶:۰۰	۷:۰۰	۷:۰۰	۸:۰۰	۸:۰۰	۸:۰۰	۸:۰۰
۲۹	۲۰:۰۵	۲۰:۰۴	۲۱:۰۳	۲۱:۰۲	۲۱:۰۱	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰	۲۱:۰۰

۱۱









محرم طومار دور بیکر کا پانچواں دور صلیبیہ (از ۱۵۹۱ء تا ۱۶۲۰ء)  
 ۱۶۱۳ء تا ۱۶۱۵ء

ذی الحجہ	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الاول	صفہ	محرم	تہہ
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۰	۱۵۹۱
۲-۲	۳-۱-۲۱۶۶	۵-۱۲	۵-۱۱	۷-۱۰	۷-۹	۱۰-۷	۱۱-۶	۱۲-۵	۱۳-۴	۱۴-۳-۲۱۶۵	۱۵۹۱
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۰	۱۵۹۲
۲۲-۱-۲۱۶۷	۲-۱۲	۲۴-۱۱	۲۶-۱۰	۲۶-۹	۲۸-۸	۲۹-۷	۳۰-۶	۳۰-۵	۳۰-۴	۳۰-۳-۲۱۶۶	۱۵۹۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۵۹۳
۱۲-۱-۲۱۶۸	۱۳-۱۲	۱۵-۱۱	۱۵-۱۰	۱۷-۹	۱۸-۸	۱۹-۷	۲۰-۶	۲۱-۵	۲۲-۴	۲۱-۳-۲۱۶۷	۱۵۹۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۵۹۴
۳۱-۱۲	۱-۱۲	۲-۱۱	۳-۱۰	۴-۹	۵-۸	۷-۷	۹-۵	۹-۴	۱۱-۳	۱۰-۲-۲۱۶۸	۱۵۹۴
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۵۹۵
۲۰-۱۲	۲۱-۱۱	۲۲-۱۰	۲۳-۹	۲۴-۸	۲۶-۶	۲۶-۵	۲۸-۴	۳۰-۳	۳۰-۲	۲۹-۱-۲۱۶۹	۱۵۹۵
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۵۹۶
۱۰-۱۲	۱۰-۱۱	۱۲-۱۰	۱۲-۹	۱۴-۸	۱۵-۷	۱۷-۵	۱۷-۴	۱۹-۳	۱۷-۲	۱۹-۱-۲۱۷۰	۱۵۹۶
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۵۹۷
۲۹-۱۱	۳۱-۱۰	۱-۱۰	۱-۹	۳-۸	۴-۷	۶-۵	۷-۴	۸-۳	۷-۲	۸-۱-۲۱۷۱	۱۵۹۷
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۵۹۸
۱۷-۱۲	۱۹-۱۱	۱۹-۹	۲۱-۸	۲۲-۷	۲۳-۶	۲۵-۴	۲۶-۳	۲۶-۲	۲۷-۱-۲۱۷۲	۲۹-۱۲-۲۱۷۳	۱۵۹۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۵۹۹
۷-۱۱	۸-۱۰	۹-۹	۱۰-۸	۱۲-۷	۱۲-۶	۱۴-۴	۱۶-۳	۱۴-۲	۱۵-۱-۲۱۷۳	۱۷-۱۲-۲۱۷۲	۱۵۹۹
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۶۰۰
۲۲-۱۰	۲۳-۹	۲۴-۸	۲۵-۷	۲۶-۶	۲۸-۴	۲۸-۳	۳۰-۲	۳۰-۱	۳۰-۱-۲۱۷۴	۶-۱۲-۲۱۷۳	۱۶۰۰
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۶۰۱
۱۷-۱۱	۱۷-۹	۱۸-۸	۲۰-۷	۲۰-۶	۲۲-۴	۲۲-۳	۲۴-۲	۲۴-۱	۲۵-۱-۲۱۷۴	۲۶-۱۱-۲۱۷۴	۱۶۰۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۶۰۲
۵-۱۰	۶-۹	۷-۸	۸-۷	۹-۶	۱۰-۵	۱۱-۴	۱۲-۳	۱۲-۲	۱۵-۱-۲۱۷۵	۵-۱۱-۲۱۷۵	۱۶۰۲
۳۰	۲۹	۲۸	۲۹	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۶۰۳
۲۴-۹	۲۶-۸	۲۷-۷	۲۸-۶	۲۹-۵	۳۰-۴	۳۱-۳	۳۱-۲	۳۱-۱	۳-۱۲	۳-۱۱-۲۱۷۶	۱۶۰۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۶۰۴
۱۴-۹	۱۵-۸	۱۷-۷	۱۷-۶	۱۸-۵	۱۹-۴	۱۹-۳	۲۰-۲	۲۲-۱	۲۲-۱۱	۲۴-۱۰-۲۱۷۷	۱۶۰۴

سطح اکھویں دور کے میچوں اور نتیجہ (از ۱۲۲۱ تا ۱۲۵۰ء) ۲۲۲۳ء

ذاتی میچ	ذیقعدہ	شوال	رمضان	شعبان	رجب	جمادی الثانی	جمادی الاول	ربیع الثانی	ربیع الاول	صفر	محرم	نتیجہ
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۱
۱۳:۰	۱۱:۰	۱۳:۱	۱۴:۱۲	۱۵:۱۱	۱۶:۱۰	۱۷:۰۹	۱۸:۰۸	۲۰:۰۷	۲۰:۰۶	۲۲:۰۵	۲۲:۰۴	۱۲۲۱
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۲
۲۹:۰	۳۱:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۱۲۲۲
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۳
۱۹:۰	۲۰:۰	۲۳:۰	۲۲:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۲۳:۰	۱۲۲۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۴
۸:۰	۹:۰	۱۱:۰	۱۱:۰	۱۱:۰	۱۳:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۲۲۴
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۲۵
۲۸:۰	۲۹:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۱۲۲۵
۱۸:۰	۱۸:۰	۱۹:۰	۲۰:۰	۲۱:۰	۲۳:۰	۲۴:۰	۲۵:۰	۲۶:۰	۲۷:۰	۲۸:۰	۲۸:۰	۱۲۲۶
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۲۷
۷:۰	۹:۰	۱۰:۰	۱۱:۰	۱۱:۰	۱۲:۰	۱۴:۰	۱۶:۰	۱۶:۰	۱۶:۰	۱۸:۰	۱۸:۰	۱۲۲۷
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۸
۲۷:۰	۲۸:۰	۲۹:۰	۳۰:۰	۲۹:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۳۰:۰	۱۲۲۸
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۲۹
۱۷:۰	۱۷:۰	۱۹:۰	۱۹:۰	۲۱:۰	۲۲:۰	۲۳:۰	۲۴:۰	۲۵:۰	۲۶:۰	۲۶:۰	۲۶:۰	۱۲۲۹
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۳۰
۶:۰	۷:۰	۸:۰	۹:۰	۱۰:۰	۱۱:۰	۱۲:۰	۱۳:۰	۱۴:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۵:۰	۱۲۳۰
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۳۱
۲۵:۰	۲۶:۰	۲۶:۰	۲۸:۰	۲۹:۰	۳۰:۰	۳۱:۰	۳۱:۰	۳۱:۰	۳۱:۰	۳۱:۰	۳۱:۰	۱۲۳۱
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۳۲
۱۴:۰	۱۵:۰	۱۶:۰	۱۷:۰	۱۹:۰	۱۹:۰	۲۱:۰	۲۱:۰	۲۱:۰	۲۱:۰	۲۱:۰	۲۱:۰	۱۲۳۲
۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۱۲۳۳
۳:۰	۵:۰	۵:۰	۷:۰	۸:۰	۹:۰	۱۰:۰	۱۰:۰	۱۰:۰	۱۰:۰	۱۰:۰	۱۰:۰	۱۲۳۳
۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۱۲۳۴
۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۲:۰	۱۲۳۴









# اسلامی تاریخ کے اہم واقعات بقید ہجری عیسوی ماہ و سال

عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان	عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان
۴۰۰۶۲۱	۹۰۲ ق ۵	بیعت عقبہ اولیٰ			دورِ نبویؐ
۱۳۰۰۰۶۲۲	۱۰۰۱	ثانیہ	۰۴۰۵۶۱	۳۰۵۳	ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ
۹۰۰۰۶۲۲	۲۰۰۱	آغاز ہجرت	۰۵۰۵۴۳	۰۵۱	ولادت حضرت ابوبکر صدیقؓ
۲۰۰۰۰۶۲۲	۸۰۰۳۰۱	داخلہ قبا	۰۵۰۵۴۵	۰۴۸	وفات نبی بی آمنہؓ
۴۰۰۰۰۶۲۲	۲۲۰۰۳۰۱	داخلہ مدینہ	۰۵۰۵۴۶	۰۴۷	ولادت عثمانؓ
۱۰۰۰۰۶۲۲	۳۰۱	مسجد نبوی کی بنیاد - اذان کی ابتدا	۰۵۰۵۴۷	۰۴۶	وفات عبدالمطلب
۰۳۰۰۰۶۲۳	۹۰۱	حضرت عائشہؓ کی ہجرت	۰۵۰۵۸۲	۰۴۱	ولادت عمر فاروقؓ
۸۰۰۰۰۶۲۳	۱۲۰۰۲۰۲	فریضت جہاد	۰۴۰۰۳	۰۲۰	ولادت علیؓ
۱۴۰۰۰۶۲۳	۱۷۰۰۸۰۲	تحويل قبلہ	۰۴۰۰۴	۰۱۹	کعبہ کی تعمیر نو
۱۰۰۰۰۶۲۳	۱۰۰۹۰۲	فریضت روزہ	۰۴۰۰۵	۰۱۸	ولادت معاویہؓ
۱۷۰۰۰۶۲۳	۲۰۰۹۰۲	جنگ بدر			ابتداءً نزول وحی
۳۰۰۰۶۲۳	۹۰۲	وفات رقیہ بنت رسولؐ	۹۰۰۲۰۹۱۰	۹۰۰۳۰۱۳	ولادت عائشہؓ
۰۴۲۳	۰۲	خصمی حضرت عائشہؓ	۰۴۱۳	۰۱۰	اعلان دعوت اسلام
		غزوہ سویق	۰۴۱۴	۰۹	ہجرت حبشہ
۴۰۰۶۲۳	۱۲۰۰۲	فاطمہ بنت رسولؐ کا نکاح	۰۴۱۵	۰۸	حضرت عمرؓ اور حمزہؓ کا اسلام لانا
۷۰۰۶۲۳	۱۰۰۳	ام کلثوم کا عثمانؓ سے نکاح	۱۰۰۰۴۱۵	۰۸	شعب ابوطالب میں
۵۰۰۰۶۲۵	۱۵۰۰۹۰۳	ولادت حسنؓ	۰۴۱۹	۰۴	وفات حضرت خدیجہؓ
۰۳۰۶۲۵	۹۰۳	حضرت اور زینبؓ آپ کا نکاح	۰۴۱۹	۰۴	ابوطالب
۲۷۰۰۰۶۲۵	۷۰۱۰۰۳	غزوہ اُحد - شہادت حمزہؓ	۲۰۰۴۱۹	۰۴	سفر طائف
۷۰۰۶۲۵	۲۰۴	غزوہ ذات الرقاع - بئر معونہ	۲۵۰۰۰۶۲۱	۲۷۰۰۰۰۲	معراج النبیؐ

عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان	عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال	عنوان
۲۰۴۴	۳۰۲۰	زینب بنت جحش ام المومنین	۸۰۴۲۵	۳۰۴	غزوہ بنو نضیر
۱۱۰۴۴۱	۷۰۳۹	حضرت میمونہ ام المومنین	۱۰۰۴۲۵	۵۰۴	غزوہ ذات الریح
۱۱۰۴۴۱	۷۰۴۱	حضرت " "	۱۱۰۴۲۵	۵۰۴	واقعات تک اور احکام تمیم
۸۰۴۴۴	۵۰۴۴	ام حبیبہ	۲۰۴۲۶	۸۰۴	ادب حسین غزوہ موئیک
۲۰۴۴۹	۲۰۴۹	حسن	۲۰۴۲۶	۹۰۴	شراب
۳۰۴۷۰	۲۰۵۰	صفیہ بنت حی ام المومنین	۱۰۴۲۷	۸۰۵	غزوہ بنی مصطلق
۱۲۰۴۷۵	۱۰۵۵	جویریہ	۳۰۴۲۷	۱۰۰۵	غزوہ خندق (احزاب)
۷۰۴۷۷	۹۰۵۷	عائشہ	۵۰۴۲۷	۱۲۰۵	غزوہ بنو قریظہ
۴۰۴۷۹	۹۰۵۹	ام سلمہ	۶۰۴۲۷	۱۰۴	غزوہ خیبر
۱۰۱۰۶۸۰	۱۰۰۱۰۶۱	شہادت حسین (سائیکر بلا)	۹۰۴۲۷	۵۰۴	غزوہ بنو لحيان
چند جلیل القدر صحابہ کی تاریخ وفات			۱۲۰۴۲۷	۸۰۴	ذی قرد
			۳۰۴۲۸	۱۱۰۴	صلح حدیبیہ
۸۰۴۳۴	۴۰۱۳	حضرت ابوبکر صدیق	۷۰۴۲۸	۳۰۷	تبلیغی مکاتیب
۹۰۴۴۰	۹۰۱۹	ابن ابی کعب	۲۰۴۲۹	۱۱۰۷	عمر القضا
۷۰۴۴۱	۴۰۲۱	خالد بن ولید	۱۲۰۱۰۴۳۰	۲۰۰۹۰۸	فتح مکہ مکرمہ
۰۴۴۲	۰۲۱	بلال بن رباح (مؤذن)	۲۰۲۰۴۳۰	۱۱۰۱۰۰۸	غزوہ بخین
۱۰۰۴۴۴	۱۲۰۲۳	شہادت حضرت عمر فاروق	۰۴۳۰	۰۹	عام الوفود
۹۰۴۵۲	۲۰۲۲	وفات عبدالرحمن بن عوف	۳۰۴۳۱	۶۲۰۹	ابوبکر امیر الحج بنائے گئے
۵۰۴۵۳	۱۰۰۳۲	عبد اللہ بن مسعود	۱۰۰۴۳۱	۷۰۹	غزوہ تبوک (رجب تارضان)
۴۰۴۵۳	۱۲۰۳۲	ابوذر غفاری	۶۰۳۰۴۳۲	۹۰۱۲۰۱۰	حجۃ الوداع
۴۰۴۵۴	۲۲۰۱۲۰۳۵	شہادت عثمان	۷۰۴۰۴۳۲	۱۲۰۳۰۱۱	وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۹۰۴۵۷	۳۰۳۴	سلمان فارسی	تاریخ وفات اہمات المومنین و اقرباہ النبی		
۱۰۴۶۱	۹۰۴۰	شہادت حضرت علی			
۱۰۴۶۴	۱۰۰۴۳	وفات عمرو بن عاص فاتح مصر			
			۱۱۰۴۳۲	۸۰۱۱	حضرت فاطمہ بنت رسول



# سلسله خلافت اسلامیہ بقید ہجری و عیسوی ماہ و سنین

آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت	آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت
ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال		ہجری ماہ و سال	عیسوی ماہ و سال	
۲۰-۴۳۳	۳۰-۱۲۵	۱۴- ولید ثانی (دمشق)	۴۰-۴۳۲	۱۲-۳۰-۱۱	۱- حضرت ابوبکر (مدینہ)
۳۰-۴۳۳	۴۰-۱۲۶	۱۵- یزید ثالث	۸۰-۴۳۳	۲۲-۴-۱۳	۲- عرض
۹۰-۴۳۳	۱۲-۱۲۶	۱۸- ابراہیم بن ولید ثانی	۱۰۰-۴۳۳	۳-۱۰-۲۳	۳- عثمان
۱۱۰-۴۳۳	۱۳-۲-۱۲۷	۱۹- مروان ثانی بن محمد	۵۰-۴۵۴	۲۷-۱-۳۵	۴- علی (کوفہ)
بنو عباس (۳۷ خلفاء)			۱۰-۴۶۱	۲۰-۹-۲۶	۵- حسن
از ۱۳۲ھ تا ۴۸۴ھ			۷۰-۴۶۱	۳۰-۳۱	صلح حسن و معاویہ
۶۱۲۵۸			خلافت بنو امیہ (از ۳۱ھ تا ۱۳۲ھ)		
دور اول			۶۰-۴۵۰	۳۰-۳۱	۴- امیر معاویہ (دمشق)
۷۰-۴۴۹	۱۲-۱۳۲	۲۰- ابو العباس السفاح (کوفہ)	۲۲-۷۰-۴۶۱	۳۰-۳۱	۷- یزید بن معاویہ اقل
۴۰-۴۵۳	۱۰-۱۳۷	۲۱- المنصور ابو جعفر (بغداد)	۳۰-۴۸۰	۷۰-۴۰	(عبداللہ بن زبیر)
۱۰۰-۴۷۳	۱۲-۱۵۸	۲۲- المہدی (محمد بن منصور)	۴۸۳	۱۰۳-۴۳	تا
۸۰-۴۸۵	۲۰-۱۶۹	۲۳- الہادی (موسیٰ بن ہادی)	۴۹۲	۱۵-۵-۷۳	۸- معاویہ ثانی (دمشق)
۸۰-۴۸۶	۳-۱۷۰	۲۴- ہارون الرشید	۱۱-۴۸۳	۳-۴۳	
۳۰-۸۰۹	۴-۱۹۳	۲۵- الامین (محمد بن ہارون)	سلسلہ بنو امیہ (مروانی)		
۹۰-۸۱۳	۱۰-۱۹۸	۲۶- المأمون (عبداللہ بن ہارون)	۸۰-۴۸۳	۳۰-۱۱-۶۳	۹- مروان بن الحکم (دمشق)
۷۰-۸۳۳	۷۰-۲۱۸	۲۷- المتصم باللہ (محمد بن ہارون)	۳۰-۴۸۵	۲۷-۹-۴۵	۱۰- عبدالملک بن مروان
۱۲۰-۸۳۱	۳۰-۲۲۷	۲۸- الواثق باللہ بن متصم	۱۰۰-۷۰۳	۱۰۰-۸۵	۱۱- ولید بن عبدالملک
۷۰-۸۳۷	۱۲-۲۳۲	۲۹- المتوکل علی اللہ بن متصم	۲۰-۷۱۵	۱۵-۴-۹۶	۱۲- سلیمان بن عبدالملک
۱۲۰-۸۶۱	۱۰-۲۳۷	۳۰- المستنصر باللہ بن متوکل	۹۰-۷۱۷	۱۴-۲-۹۹	۱۳- نضر بن عبدالعزیز
۴۰-۸۶۲	۳۰-۲۳۸	۳۱- المستعین باللہ بن متصم	۱۰۰-۷۲۰	۲۵-۷-۱۰۱	۱۴- یزید ثانی بن عبدالملک
۱۰-۸۶۶	۱۰-۲۵۲	۳۲- المعتز باللہ بن متوکل	۱۰۰-۷۲۳	۸-۱۰-۵	۱۵- ہشام بن عبدالملک

آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت	آغاز خلافت		نام خلیفہ بعد دارالخلافت
بھری ماہ و سال عیسوی	بھری ماہ و سال عیسوی		بھری ماہ و سال عیسوی	بھری ماہ و سال عیسوی	
۴۰۱۲۲۶	۷۰۴۲۳	۵۵۔ المستنصر باللہ بن قاہرہ	۴۰۸۶۹	۷۰۲۵۵	۳۳۔ الہتدی باللہ بن واثق
۱۲۰۱۲۳۱	۴۰۴۳۰	۵۶۔ المعتمد باللہ بن مستنصر	۴۰۸۷۰	۷۰۲۵۶	۳۴۔ المعتمد علی اللہ بن متوکل <sup>(بغداد)</sup>
۱۰۱۲۵۸	۱۰۴۵۶	(بلوکو خاں نے خاتمہ کر دیا)			دور دوم (بغداد)
۱۰۱۲۴۵	۲۰۴۴۳	وفات بلوکو	۹۰۸۹۲	۷۰۲۷۹	۳۵۔ المعتمد باللہ بن موفقی
تیسرا دور۔ عباسی مصر۔ دارالخلافت (القاہرہ)			۳۰۹۰۲	۲۰۲۸۹	۳۶۔ مکتنی باللہ علی بن معتضد
۱۰۱۲۵۸	۱۰۴۵۶	۵۷۔ المستنصر باللہ (الواثق)	۸۰۹۰۸	۱۱۰۲۹۵	۳۷۔ معتز باللہ بن موفقی
۱۱۰۱۲۶۲	۱۰۴۶۱	۵۸۔ الحاکم باللہ (اول)	۱۰۰۹۳۲	۱۰۰۳۲۱	۳۸۔ القاہرہ باللہ بن محمد بن معتضد
۱۰۱۳۰۲	۵۰۷۰۱	۵۹۔ المستکفی باللہ	۲۰۹۳۲	۵۰۳۲۲	۳۹۔ راضی باللہ بن محمد بن معتز
۵۰۱۳۳۹	۱۱۰۷۳۹	۶۰۔ الواثق باللہ اول	۱۲۰۹۳۰	۲۰۳۲۹	۴۰۔ معتضی باللہ بن ابراہیم بن معتز
۴۰۱۳۳۹	۱۲۰۷۳۹	۶۱۔ الحاکم بامر اللہ (ثانی)	۹۰۹۳۲	۲۰۳۳۳	۴۱۔ مستکفی باللہ بن عبد اللہ بن معتضی
۷۰۱۳۵۲	۴۰۷۵۳	۶۲۔ المعتمد باللہ (اول)	۱۲۰۹۳۵	۵۰۳۳۳	۴۲۔ مطیع باللہ فضل بن معتز
۱۰۱۳۶۲	۲۰۷۴۳	۶۳۔ المتوکل علی اللہ (اول)	۷۰۹۷۳	۱۱۰۳۶۳	۴۳۔ طابع باللہ (عبدالکریم بن مطیع)
۹۰۱۳۷۷	۳۰۷۷۹	۶۴۔ المعتمد زکریا بن واثق	۹۰۹۹۱	۷۰۳۸۱	۴۴۔ القاہرہ باللہ بن احمد بن معتز
۰۱۳۷۷	۲۰۷۷۹	المتوکل اول (دوبارہ)	۱۱۰۱۰۳۱	۱۲۰۳۲۲	۴۵۔ القاہرہ بامر اللہ بن محمد بن قاہرہ
۹۰۱۳۸۲	۷۰۷۸۵	۶۵۔ الواثق ثانی (عمر بن واثق اول)	۲۰۱۰۷۵	۸۰۲۶۷	۴۶۔ المتدی بامر اللہ بن قاہرہ
۰۱۳۸۵	۱۰۰۷۸۸	المعتمد (دوبارہ)	۱۰۱۰۹۳	۱۰۳۸۷	۴۷۔ المستنصر باللہ بن متدی
۰۱۳۸۸	۵۰۷۹۱	المتوکل (سربارہ)	۷۰۱۱۱۸	۲۰۵۱۲	۴۸۔ المستنصر باللہ بن مستنصر
۱۰۱۳۰۶	۸۰۸۰۸	۶۶۔ المستعین باللہ بن عباس بن متوکل	۸۰۱۱۳۵	۱۱۰۵۲۹	۴۹۔ الراشد بامر اللہ بن مستنصر
۲۰۱۳۱۲	۱۲۰۸۱۶	۶۷۔ المعتضد ثانی (داؤد بن متوکل)	۸۰۱۱۳۶	۱۱۰۵۳۰	۵۰۔ المعتضی لامر اللہ بن مستنصر
۷۰۱۳۳۱	۲۰۸۳۵	۶۸۔ المستکفی ثانی (سلمان)	۳۰۱۱۶۰	۳۰۵۵۵	۵۱۔ المستنجد باللہ بن معتضی
۲۰۱۳۵۱	۱۰۸۵۵	۶۹۔ القاہرہ بامر اللہ (ثالث)	۱۲۰۱۱۷۰	۲۰۵۶۶	۵۲۔ المستنقی بامر اللہ بن مستنجد
۴۰۱۳۵۵	۷۰۸۵۹	۷۰۔ المستنجد باللہ بن یوسف	۲۰۱۱۸۰	۱۱۰۵۷۵	۵۳۔ المنصور لدین اللہ بن مستنقی
۳۰۱۳۷۹	۱۰۸۸۲	۷۱۔ المتوکل ثانی (محمد بن یوسف بن مستعین)	۹۰۱۲۲۵	۹۰۶۲۲	۵۴۔ الظاہر بامر اللہ بن ناصر

نام خلیفہ بمعہ دار الخلافہ	آغاز خلافت	نام خلیفہ بمعہ دار الخلافہ	آغاز خلافت
ہجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	ہجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال
۴۲۔ المستمک باندہ یعقوب بن متوکل	۲۔ ۹۰۳	۸۸۔ احمد ثالث بن محمد	۱۰۔ ۱۴۹۷
۴۳۔ المتوکل ثالث بن المستمک	۹۔ ۹۲۰	۸۹۔ محمود اول مصطفیٰ	۱۵۱۴
المستمک (دو بارہ)	۹۔ ۹۲۲	۹۰۔ عثمان ثالث	۱۵۱۶
متوکل ثالث دوبارہ	۹۲۳	۹۱۔ مصطفیٰ بن احمد	۱۵۱۷
۹۲۳ھ میں ترک عثمانی سلطان سلیم اول نے صرح فرمایا کہ جبراکہ کا خاتمہ کیا اور متوکل ثالث کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ متوکل نے سلیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔		۹۲۔ عبد الحمید اول	۱۰۔ ۱۱۹۷
خلافت عثمانیہ (۲۹ خلفاء) (دار الخلافہ استنبول)		۹۳۔ سلیم ثالث مصطفیٰ	۵۔ ۱۲۰۳
		۹۴۔ مصطفیٰ رابع بن عبد الحمید اول	۷۔ ۱۲۲۲
		۹۵۔ محمود ثانی	۶۔ ۱۲۲۳
		۹۶۔ عبد الحمید اول بن محمود سہار	۹۔ ۱۲۵۵
		۹۷۔ عبد العزیز	۱۲۔ ۱۲۷۷
		۹۸۔ مراد خامس عبد الحمید	۶۔ ۱۲۹۳
		۹۹۔ عبد الحمید ثانی عبد الحمید	۸۔ ۱۲۹۳
		۱۰۰۔ محمد خامس	۴۔ ۱۳۲۷
		۱۰۱۔ محمد سادس	۹۔ ۱۳۳۶
		۱۰۲۔ عبد الحمید ثانی بن عبد العزیز	۳۔ ۱۳۴۱
		معزولی عبد الحمید	۷۔ ۱۳۴۲
		۲۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ترکی حکومت کو جمہوریہ قرار دیا گیا ۱۵۲۵ء کو ترکی کی خلافت کو قانونی طور پر مصطفیٰ کمال نے ختم کر دیا۔	
		۸۲۔ مراد رابع	۳۔ ۱۰۲۷
		۸۳۔ ابراہیم اول	۱۱۔ ۱۰۳۹
		۸۴۔ محمد رابع ابراہیم	۸۔ ۱۰۵۸
		۸۵۔ سلیمان ثالث	۱۰۔ ۱۰۹۹
		۸۶۔ احمد ثانی	۹۔ ۱۱۰۲
		۸۷۔ مصطفیٰ ثانی بن محمد	۶۔ ۱۱۰۶



## پچند مرکز گریز سلسلہ ہائے حکومت

نام	بجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال	نام	بجری ماہ و سال عیسوی ماہ و سال
(۱) مرکز گریز سلسلہ خلافت (دار الخلافہ القاہرہ)	فاطمین مصر خلافت فاطمیہ العبیدیہ الاسماعیلیہ	سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۷ محرم ۵۵۶ھ (۱۱۶۱ء)	کو اس سلسلہ کا خاتمہ کر دیا اور یہ سلطنت عباسی خلافت بغداد میں مدغم ہو گئی۔
(۲) اندلس (ہسپانیہ یا سپین) میں خلفائے بنو امیہ (دار الخلافہ قرطبہ)	(از ۱۳۸ھ تا ۴۲۲ھ ۶۷۵ء تا ۱۰۳۴ء)	۱۰۰۹ھ کو طارق بن زیاد نے اندلس کے کچھ علاقوں کو فتح کیا۔ بعد میں تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد ۶۴۴ھ تک سارا اندلس فتح ہو گیا۔ اور امرائے بنو امیہ نے اس کا انتظام سنبھال لیا۔	
۱- عبدالرحمان الداخل	۱۲ ۱۳۸	۵ ۷۵۶	
۲- ہشام اول بن عبدالرحمن	۱۷۲	۷۸۸	
۳- الحکم الاول بن ہشام اول	۱۸۰	۷۹۷	
۴- عبدالرحمن ثانی بن الحکم الاول	۲۰۷	۸۲۲	
۵- محمد اول بن عبدالرحمن ثانی	۲۳۸	۸۵۲	
۶- منذر بن محمد اول	۲۷۳	۸۸۷	
۷- عبداللہ بن محمد اول	۲۷۵	۸۸۸	
۸- عبدالرحمان ثالث	۳۰۰	۹۱۲	
۹- الحکم ثانی بن عبدالرحمن ثالث	۳۵۰	۹۶۱	
۱۰- ہشام ثانی	{	{	
	۳۶۷	۹۷۶	
	۴۰۳	۱۰۱۳	
۱- امام عبداللہ المہدی باللہ	۲۹۷	۹۱۰	
۲- القائم بامر اللہ محمد نزار	۳۲۲	۹۳۴	
۳- المنصور بن نصر اللہ بن	۳۳۳	۹۴۷	
۴- المعز لدین اللہ بن اسمعیل بن	۳۴۱	۹۵۳	
۵- العزیز باللہ نزار بن محمد	۳۷۵	۹۷۵	
۶- الحاکم بامر اللہ منصور بن نزار	۳۸۷	۹۹۹	
۷- القاہرہ	۴۱۱	۱۰۲۱	
۸- المستنصر باللہ محمد بن قاہرہ	۴۲۷	۱۰۳۶	
(بعد میں یہ سلسلہ نزاریوں کے بجائے مستعلیوں (بوہڑوں) میں چلا گیا)			
۹- المستعلی احمد بن مستنصر	۴۸۷	۱۰۹۵	
۱۰- الامر باحکام اللہ (الوعلی)	۴۹۵	۱۱۰۱	
۱۱- ابو القاسم محمد طیب المنصور	۵۲۳	۱۱۳۰	
۱۲- عبدالحمید بن محمد بن مستنصر حفظہ اللہ	۵۲۸	۱۱۳۴	
۱۳- الظافر بن عبدالحمید الحافظ	۵۴۴	۱۱۴۹	
۱۴- الفائر بنصر اللہ	۵۴۹	۱۱۵۴	
۱۵- العاضد لدین اللہ	۵۵۵	۱۱۶۰	



نام		جبری ماه و سال عیسوی	نام	جبری ماه و سال عیسوی
۱۵۱۷	۹۲۳	۳- ابراہیم لودھی	خانندانِ خلجی	۴۰۶۸۹
خانندانِ مغلیہ				
۵۰۱۵۲۶	۸۰۹۳۲	۱- ظہیر الدین بابر	۱- جلال الدین خلجی	۴۰۶۹۵
۱۶۰۱۵۳۰	۵۰۹۳۷	۲- نصیر الدین ہمایوں	۲- علاؤ الدین خلجی	۲۰۱۳۱۴
۳۰۱۵۴۰	۱۰۹۴۷	شیر شاہ سوری	۳- شہاب الدین عمر	۱۲۰۷۱۵
۵۰۱۵۴۵	۳۰۹۵۲	سلیم شاہ سوری	۴- ملک کافور (قتل)	۱۲۰۷۱۴
۱۱۰۱۵۵۳	۱۲۰۹۴۰	عادل شاہ سوری	۵- ناصر الدین خسرو	۱۳۱۹
		خانندانِ تغلق		
۷۰۱۵۵۵	۹۰۹۴۲	ہمایوں کی واپسی	۱- غیاث الدین تغلق	۸۰۷۲۰
۱۲۰۱۵۵۶	۹۰۹۴۳	۳- جلال الدین اکبر	۲- محمد	۳۰۷۲۵
۱۰۰۱۶۰۵	۴۰۱۰۱۲	۴- نور الدین جہانگیر	۳- فیروز شاہ تغلق	۳۰۱۳۵۱
۲۰۱۶۲۸	۴۰۱۰۳۷	۵- شاہجہان	۴- غیاث الدین تغلق ثانی	۹۰۷۹۰
۴۰۱۶۵۸	۹۰۱۰۶۸	۶- اورنگ زیب عالمگیر	۵- ابوبکر تغلق	۲۰۷۹۱
۱۰۱۷۰۷	۱۰۰۱۱۱۸	۷- بہادر شاہ اول	۶- ناصر الدین تغلق	۷۹۲
۴۰۱۷۱۲	۳۰۱۱۲۳	۸- جہاندار شاہ	۷- محمود تغلق	۷۹۲
۱۲۰۱۷۱۲	۱۲۰۱۱۲۳	۹- فرخ سیر	۸- محمود تغلق دوم	۵۰۷۹۵
۲۰۱۷۱۹	۴۰۱۱۳۱	۱۰- رفیع الدرجات	۹- محمود تغلق سوم	۹۰۸۰۱
۵۰۱۷۱۹	۷۰۱۱۳۱	۱۱- شاہجہان ثانی	خانندانِ سادات	
۹۰۱۷۱۹	۱۱۰۱۱۳۱	۱۲- روشن اختر محمد شاہ	۱- خضر خان	۵۰۸۱۷
۴۰۱۷۴۸	۵۰۱۱۴۱	۱۳- احمد شاہ	۲- مبارک شاہ ثانی	۴۰۸۲۳
۵۰۱۷۵۳	۸۰۱۱۴۷	۱۴- عالمگیر ثانی	۳- محمد شاہ	۴۰۸۳۷
۱۲۰۱۷۵۹	۵۰۱۱۷۲	۱۵- شاہ عالم ثانی	۴- علاؤ الدین عالم شاہ	۱۱۰۸۳۹
۱۱۰۱۸۰۶	۹۰۱۲۳۱	۱۶- اکبر ثانی	خانندانِ لودھی	
۹۰۱۸۳۷	۴۰۱۲۵۳	۱۷- بہادر شاہ ثانی	۱- سہلول لودھی	۱۲۰۸۵۵
۱۲۰۱۸۵۷	۷۰۱۲۷۳	تا	۲- سکندر لودھی	۸۰۸۹۴

## مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ کی دیگر تصنیفات

**تیسیر القرآن** (اردو): سلفی منہج کے عین مطابق، منکرین حدیث اور دیگر عقائد باطلہ کا مکمل رد، اور تمام آیات کی صحاح ستہ کی صحیح احادیث کی روشنی میں تفسیر۔ (4 جلدیں)

**متراذفات القرآن**: متراذفات القرآن کے ذیلی فرق کو مستند کتب لغت اور قرآنی آیات سے واضح کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر قرآن کریم کی اردو میں پہلی لغت ہے۔

**آئینہ پرویزیت**: پرویزیت کے جواب میں ایک مدلل اور لا جواب کتاب ہے۔  
**شریعت و مطریقت**: تصوف کی تاریخ پر بحث کی گئی ہے، نیز وحدت الوجود، وحدت الشہود اور حلول کیا ہے؟ اور مطریقت کا باطنی نظام کیا چیز ہے؟ اور کیا مطریقت شریعت کے تابع ہے یا اس کے متوازی اور اس سے متصادم ایک الگ دین ہے؟

**الشمس والقمر بحسبان**: اس کتاب میں علم ہیئت، ہجری اور عیسوی تقویم میں دن معلوم کرنے کے طریقے اور 622ء (1ھ) سے لے کر 2522ء (1680ھ) تک کی تقابلی تقویم پیش کی گئی ہے۔

**خلافت و جمہوریت**: جمہوریت عصر حاضر کا سب سے بڑا بت ہے۔ کتاب وسنت سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور جمہوریت دو متضاد چیزیں ہیں جن میں اتحاد ناممکن ہے۔

**تجارت کے احکام و مسائل**: لیکن دین کے معاملات میں کئی ایسے امور شامل ہو گئے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں اکل حلال کی اہمیت واضح کرنے کے بعد دور حاضر کے جدید معاشی مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں محاکمہ کیا گیا ہے۔

**عقل پرستی اور انکار معجزات**: قرآن مجید میں مذکور معجزات کا عقل کی بنیاد پر رد کرنے والوں کی تاویلات اور ان کے عقائد پر بحث کی گئی ہے۔

**عذاب قبر اور سماع موتی**: متعلقہ موضوع پر نہایت اہم اور معلوماتی کتاب ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے افکار و نظریات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔

**احکام ستر و حجاب**: اس کتاب میں تہذیب حاضر کا پس منظر، ستر و حجاب کا فرق، چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات پر بحث کی گئی ہے۔

**اسلام میں دولت کے مصارف**: اس میں زائد از ضرورت دولت کی جائز اور ناجائز صورتیں نیز جاگیر داری کی کہاں تک گنجائش اور مزارعت کن صورتوں میں جائز ہے، کی تفصیل ہے۔

ناشر: **مکمل سہ ماہی**  
 سٹریٹ 20 وکن پورہ لاہور  
 فون: 7280943